مسلمان بچوں اور بڑوں کی دینی تعلیم و تربیت کا عوامی نصاب

مردوں کا دینی معلم

تجوید، عقائد، مسائل، مسنون اعمال اور تربیت اولاد

تالیف
مفتی ابولبابہ شاہ منصور

الحجاز کراچی

مردوں کا دینی معلم

جلد ۱

عوام الناس کی بنیادی دینی تعلیم وتربیت کے لیے مکمل نصاب

تالیف
مفتی ابولبابہ شاہ منصور

ناشر
الحجاز

رابطہ: *0314-2139797*

مردوں کا دینی معلم

جلد ۱

مصنف..مفتی ابولبابہ شاہ منصور

طبع اوّل ....ربیع الثانی 1439ھ - 2018ء

ناشر...الحجاز

ملنے کے پتے

پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے

رابطہ: **0314-2139797**

فہرست

بدعات ورسومات

كِتَابُ التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ

کتاب الآداب والأخلاق

مسنون دعائیں

كِتَابُ السُّلُوكِ وَالإِحْسَانِ

اچھے اخلاق اور ان کے حصول کے طریقے

شیخِ کامل کے ساتھ تعلق

كتاب الطّهارة

وضو کا بیان

وضو توڑنے والی چیزیں

معذور کے احکام

غسل کا بیان

پانی کا بیان

ناپاک پانی کو پاک کرنے کے طریقے

جوٹھے کا بیان

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

تیمّم کا بیان

نجاستوں کا بیان

استنجا کا بیان

کتاب الصلاۃ

اوقاتِ نماز

اذان واقامت

نماز کی شرائط

نماز کی کیفیت کا بیان

نماز میں قراءت کا بیان

جماعت کا بیان

نماز کے مفسدات اور مکروہات

وتر، سنتیں اور نوافل کا بیان

قضا نمازوں کا بیان

سجدۂ سہو کا بیان

سجدۂ تلاوت کا بیان

سفر میں نماز

جمعہ کی نماز

عید کی نماز

میت کے احکام

غسلِ میت کا بیان

کفنانے کا بیان

نمازِ جنازہ کا بیان

کتاب الزکاۃ

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان

مستحقینِ زکوٰۃ

صدقۂ فطر

کتاب الصوم

روزے کا بیان

رمضان المبارک کے روزے کا بیان

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان

قضا روزے کا بیان

مکروہات ومفسدات کا بیان

اعتکاف کا بیان

کتاب الحج

مسائل حج

مقدمہ

جڑواں کتاب

''مردوں کا دینی معلم'' کا تقاضا اس وقت سے آنا شروع ہو گیا تھا جب ''خواتین کا دینی معلم'' چھپ کر آئی اور پڑھنے والوں نے حوصلہ افزائی کے کلمات اور غائبانہ دعاؤں سے نوازا۔ پھر جب ''تسہیل بہشتی زیور'' شائع ہوئی اور ہمارے اکابر کی نفوس قدسیہ کی برکت سے بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر عوامی دینی تعلیم کی مہم آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوئی تو داعیہ پیدا ہوا کہ اس کی بھی تلخیص ہو جائے اور سوال و جواب کی شکل دے دی جائے تو ان شاء اللہ دونوں جڑواں معلم مکمل ہو جائیں گے۔ لہٰذا یہ جو کچھ آپ کے ہاتھوں میں ہے، ''خواتین کا دینی معلم'' کے وزن اور قالب پر ''تسہیل بہشتی زیور'' کا عکس اور پرتو ہے۔ اس کا استناد، حوالہ جات، مقصدی تناظر اور غرض و غایت وہی ہے جو ان دو کتابوں کی تھی کہ دینی تعلیم کو عام فہم، دلنشین اور مستند انداز میں ایسے اسلوب میں پیش کیا جائے جو عصر حاضر میں سانس لینے والی نئی نسل کے دل و دماغ کو مانوس ہو اور ان کے لیے بنیادی روحانی تعلیم کا کام دے سکے۔

زبان و بیان کی تسہیل، ذیلی عنوانات کے اضافے اور سوال و جواب کے پیرائے میں ڈھالنے کے بعد آخر میں معروضی سوالات کی شکل میں مشقیں بڑھا دی گئی ہیں۔ ان مشقوں کی ترتیب جامعۃ الرشید کے متخصص و استاد مولانا عمر فاروق راشد جنہیں تصنیف و تالیف کا اچھا خاصا تجربہ ہے، نے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی پوری پوری جزا انہیں عطا فرمائے۔ فن فقہ اپنی خاص عربی اصطلاحات اور بیان کے فنی تقاضوں کے سبب ایسا

موضوع ہے جسے جتنا بھی آسان کرلیا جائے اس میں ایک طرح کی مخصوص فنی اسلوب کی چھاپ باقی رہتی ہے۔اس کو اس سے زیادہ آسان نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا ان اصطلاحات کو گراں سمجھ کر متبادل تلاش کرنے کے بجائے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اردو سے دور چلی جاتے والی نئی نسل کو ٹھیٹھ اردو وعربی اصطلاحات کا عادی بنایا جائے۔بار بار کے مذاکرے اور تفہیم سے ان شاء اللہ یہ منزل سر ہوسکتی ہے۔

عوامی تعلیمی حلقوں میں قرآن پاک،حدیث شریف اور فقہ تین بنیادی علوم کی تدریس کے لیے ابھی اور بہت سے مجموعے لکھے جائیں گے تب کہیں جاکر یہ خلا پر ہوگا۔عالم اسلام کے مختلف حلقوں میں اس طرح کی کوششیں جاری وساری ہیں اور یہ جلد یا بدیر ضرور رنگ لائیں گی۔اصحاب فکر وہمت کو اس میں حصہ ڈالتے رہنا چاہیے۔یہ کتاب اسی طرح کی ایک عاجزانہ کاوش ہے۔

خواتین کے دینی معلم کی بہ نسبت زیر نظر کتاب کے شروع میں اصلاح وتربیت کے مضامین زیادہ جامع اور جاندار ہیں۔علمائے کرام اور معلمین حضرات سے درخواست ہے کہ ایسے تمام مجموعوں سے استفادہ کریں اور اپنی مساجد میں،مدارس ومکاتب میں،اسکولز و انسٹی ٹیوٹس میں کسی نہ کسی شکل میں درج بالا تینوں علوم کی تدریس کرتے رہیں۔حلقے لگاتے رہیں،احباب کو جوڑتے رہیں۔استعماری طاقتوں نے تعلیم کے میدان میں جتنا کام کیا ہے،اس کو دیکھتے ہوئے آپ کو انتھک محنت اور پر خلوص جہد مسلسل میں لگے رہنا چاہیے۔ ان شاء اللہ! حق کا بول بالا ہوگا اور ایمان کی بہار جب آئے گی تو اس میں آپ کے حصے کی محنت مقبول ومبروک عنصر کے طور پر شامل ہوگی۔وما ذلك على الله بعزيز۔

شاہ منصور

٦ رجب:۳۸ھ 24 مارچ:2018ء

کتاب الایمان والعقائد

عقائد کا بیان

کائنات کے بارے میں:

سوال: اس کائنات کے بارے میں اسلام نے کیا عقیدہ بتایا ہے؟

جواب: کائنات پہلے بالکل کچھ بھی نہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں:

سوال: اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کے برابر۔

عقیدہ: وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

عقیدہ: کوئی چیز اس جیسی نہیں، وہ سب سے الگ ہے۔

عقیدہ: وہ زندہ ہے۔ ہر چیز پر اس کو قدرت ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے، سنتا ہے۔ کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں۔ جو چاہے کرتا ہے، کوئی اس کو روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ بادشاہ ہے۔ سب عیبوں سے پاک ہے۔ وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے۔ وہی عزت والا ہے، بڑائی والا ہے۔ ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ گناہوں کا

بخشنے والا ہے۔قوت والا ہے۔ بہت دینے والا ہے، روزی پہنچانے والا ہے، جس کی روزی چاہے تنگ کردے اور جس کی چاہے زیادہ کردے۔ جس کو چاہے پست کردے، جس کو چاہے بلند کردے۔ جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے۔ انصاف والا ہے۔ بڑے تحمل اور برداشت والا ہے۔ خدمت اور عبادت کی قدر کرنے والا ہے۔ دعا کو قبول کرنے والا ہے۔ وہ سب پر حاکم ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ وہ سب کا کام بنانے والا ہے۔ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے، وہی قیامت میں پھر پیدا کرے گا۔ وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے۔ وہ علامات اور صفات سے پہچانا جاتا ہے، اس کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا۔ گناہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے، جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دیتا ہے۔ وہی ہدایت دیتا ہے۔ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، اس کے حکم کے بغیر ذرہ بھی نہیں ہل سکتا۔ نہ وہ سوتا ہے، نہ اونگھتا ہے۔ وہ تمام کائنات کی نگرانی سے تھکتا نہیں۔ وہی ساری کائنات کو تھامے ہوئے ہے۔ اس کے لیے تمام صفات کمال ثابت ہیں اور وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور اس کی کوئی صفت کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔ قرآن وحدیث میں جہاں پر اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق جیسی صفات کا ذکر ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ یا اللہ تعالیٰ کا عرشِ عظیم پر قائم ہونا وغیرہ، ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، بندوں کو ایسی چیزوں کی حقیقت کی جستجو کیے بغیر ایمان لانے کا حکم ہے۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کے لیے ثابت ہیں، ان کی کوئی کیفیت اور نوعیت کسی کو معلوم نہیں۔ علمائے متقدمین کی رائے یہی ہے، البتہ متاخرین علماء نے بعض باطل فرقوں کے شبہات سے عوام کے عقائد کو بچانے اور ان کے دین کی حفاظت کی خاطر ان جیسے

متشابہات کے مناسب معانی بیان کیے ہیں، جیسے: ہاتھ کے معنی قوت اور طاقت وغیرہ، لیکن یہ سب امکان کے درجے میں ہیں، ان کو حتمی مراد سمجھ لینا صحیح نہیں۔

عقیدہ: کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ ضروری نہیں۔ وہ جو کچھ مہربانی کرے وہ اس کا فضل ہے۔

تقدیر:

سوال: تقدیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: دنیا میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے علم کے مطابق اس کو پیدا کرتا ہے، ''تقدیر'' اسی کا نام ہے اور بری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں جن کو ہر ایک نہیں جانتا۔

عقیدہ: بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

شریعت کے احکام:

سوال: اسلامی شریعت کے احکام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو اُن سے نہ ہو سکے۔ [جو حکم شریعت میں ثابت ہو، وہ انسان کے بس میں ہے اور اس میں دنیا و آخرت کی خیر ہی خیر ہے۔]

انبیائے کرام علیہم السلام اور معجزات:

سوال: معجزہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام بندوں کو سیدھی

راہ بتانے آئے۔ وہ سب گناہوں سے پاک ہیں۔ ان کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی نئی نئی اور عجیب وغریب باتیں ظاہر کیں جو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ ایسی باتوں کو ''معجزہ'' کہتے ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب سے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام درمیان میں آئے۔ ان میں بعض بہت مشہور ہیں، جیسے: حضرت نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد:

سوال: دنیا میں کتنے انبیاء آئے؟

جواب: پیغمبروں کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی، اس لیے یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں، ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔ جو ہمیں معلوم ہیں ان پر بھی اور جو ہمیں معلوم نہیں ان پر بھی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے درجات:

سوال: کیا انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات ایک دوسرے سے کم وزیادہ تھے؟

جواب: ہاں! پیغمبروں میں بعض کا مرتبہ بعض سے بڑا ہے۔ سب سے زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آسکتا۔ [جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، جیسے: مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس لیے علماء نے اسے اور اس کے ماننے والوں کو کافر کہا ہے اور قادیانیوں

سے تعلقات کو ناجائز قرار دیا ہے۔] قیامت تک جتنے انسان اور جن ہوں گے آپ ﷺ ان سب کے پیغمبر ہیں۔

معراج:

سوال: معراج کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہمارے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بیداری کی حالت میں جسم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پہنچایا، اس کو "معراج" کہتے ہیں۔

فرشتے اور جنات:

سوال: فرشتوں اور جنات کے بارے میں اسلام ہمیں کیا بتاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے، ان کو "فرشتے" کہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کا نظام چلانے سے متعلق بہت سے کاموں پر مامور ہیں۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس کام میں لگا دیا ہے وہ اسی میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے بنائی ہے، وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی، ان کو "جن" کہتے ہیں۔ ان میں نیک و بد ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان سب میں زیادہ مشہور اور شریر "ابلیس" یعنی شیطان ہے۔

ولی، ولایت اور کرامت:

سوال: ولی کون ہوتا ہے اور کرامت کسے کہتے ہیں؟

جواب: مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، دنیا سے محبت

نہیں رکھتا اور پیغمبروں کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے۔ایسے شخص کو ''ولی'' کہتے ہیں۔اس شخص سے کبھی خلافِ عادت ایسی باتیں ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہو سکتیں،ان باتوں کو ''کرامت'' کہتے ہیں۔

عقیدہ: ولی کتنے ہی بڑے درجے کو پہنچ جائے مگر نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا کیسا ہی پیارا ہو جائے مگر جب تک انسان کے ہوش وحواس باقی ہوں اسے ''شریعت'' کا پابند رہنا فرض ہے۔نماز،روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی۔گناہ کے کام اس کے لیے جائز نہیں ہوتے۔

عقیدہ: جس شخص کا عمل شریعت کے خلاف ہو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں ہو سکتا۔اگر اس کے ہاتھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جو عام لوگ نہیں کر سکتے تو وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی چال ہے۔اس کے بارے میں ولی اور بزرگ ہونے کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔

سوال: کشف اور الہام سے کیا مراد ہے؟

جواب: اولیائے کرام کو بعض راز کی باتیں خواب یا بیداری میں معلوم ہو جاتی ہیں، اسے ''کشف'' اور ''الہام'' کہتے ہیں،اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو قبول ہے [یعنی اس کے انکار کی ضرورت نہیں، یہ مطلب نہیں کہ اس کا ماننا ضروری ہے۔] اور اگر شریعت کے خلاف ہے تو قبول نہیں۔

بدعت:

سوال: بدعت کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے دین کی تمام باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتادی ہیں،اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا (جس کا ثبوت قرآن،حدیث سے نہ ہو اور نہ ہی صحابہ وتابعین کے دور میں ضرورت اور تقاضے کے باوجود اس کا وجود ہو) درست

نہیں۔ایسی نئی بات کو ''بدعت'' کہتے ہیں۔بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔

آسمانی کتابیں:

سوال: آسمانی کتابوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بہت سی کتابیں آسمان سے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے بہت سے پیغمبروں پر اتاریں، تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو دین کی باتیں بتائیں۔ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں:

۱۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری۔

۲۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری۔

۳۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری۔

٤۔ قرآن مجید ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر اترا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے،اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئے گی۔قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا۔دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا،مگر قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے،اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟ صحابہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کو جن جن مسلمانوں نے دیکھا ہے ان کو ''صحابی'' کہتے ہیں۔[اور جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابی کو دیکھا، وہ ''تابعی'' ہے اور جس نے تابعی کو اسی طرح سے دیکھا وہ ''تبع تابعی'' ہے۔] ان سب کی فضیلت حدیث شریف میں خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ان سب سے محبت اور ان سب کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔اگر ان کا آپس میں کوئی اختلاف سننے میں آئے تو اس کو

بھول چوک سمجھے، ان کی کوئی برائی نہ کرے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ فضیلت والے چار صحابی ہیں: سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اُن کے نائب بنے اور دین کا انتظام سنبھالا، اس لیے آپ "خلیفہ اوّل" کہلاتے ہیں۔ آپ تمام اُمت میں سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ تیسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ چوتھے خلیفہ ہیں۔

عقیدہ: صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی رتبے میں ادنیٰ درجے کے صحابی کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔

اہل بیت:

سوال: اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ ان کا دین میں کیا درجہ ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی اولاد اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے "اہل بیت" ہیں۔ یہ سب مقدس ہستیاں تعظیم کے لائق ہیں۔ اولاد میں سب سے بڑا رتبہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے اور بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔

ایمان:

سوال: ایمان اور کفر کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو سب باتوں میں سچا سمجھے اور ان سب کو مان لے۔ اللہ تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ کی کسی بات میں شک کرنا، اس کو جھٹلانا، اس میں عیب نکالنا یا اس کا مذاق اڑانا، ان سب باتوں سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

ایمان کے منافی بعض غلط نظریات:

سوال: کچھ ایسی باتیں بتادیجیے جو ایمان کے منافی ہیں اور نادانی میں انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں؟

جواب: چند ایسی باتیں یہ ہیں:

عقیدہ: قرآن اور حدیث کے واضح مطلب کو نہ ماننا اور کھینچ تان کر اپنی خواہش کے مطابق مطلب بتانا بددینی ہے۔

عقیدہ: گناہ کو جائز سمجھنے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

عقیدہ: گناہ چاہے جتنا بڑا ہو جب تک اس کو برا سمجھتا رہے ایمان نہیں جاتا، البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہو جانا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا کفر ہے۔

عقیدہ: کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور ان پر یقین کر لینا کفر ہے۔

عقیدہ: غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کو وحی سے اور اولیائے کرام کو کشف والہام سے بعض باتیں معلوم بھی ہو جاتی ہیں۔ (مگر اس کو "غیب" نہیں کہتے، غیب وہ علم ہے جو بغیر کسی ذریعے کے براہِ راست حاصل ہو اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہیں پائی جاسکتی)

کافر کہنا یا لعنت کرنا:

عقیدہ: کسی کو کافر کہنا یا کسی کا نام لے کر لعنت بھیجنا بڑا گناہ ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت۔ مگر جن کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے یا ان کے کافر ہونے کی خبر دی ہے، ان کو کافر، ملعون کہنا گناہ نہیں۔

قبر کے حالات:

سوال: قبر کے احوال کے بارے میں اسلام ہمیں کیا بتاتا ہے؟

جواب: جب آدمی مرجاتا ہے اگر اس کو دفن کیا جائے تو دفنانے کے بعد، اور اگر نہ دفنایا جائے تو جس حال میں ہو، اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو "منکر" دوسرے کو "نکیر" کہتے ہیں، آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ [یا تو رسول اللہ ﷺ کی صورت دکھا کر یہ دریافت کیا جاتا ہے، یا حالات بتا کر، دونوں قول ہیں، ایک تیسرا قول یہ ہے کہ خود بخود آدمی کا ذہن آپ ﷺ کی طرف ہی جائے گا۔] اگر ایماندار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ پھر اس کے لیے ہر طرح کا چین وسکون ہے۔ جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ مزے سے سویا رہتا ہے۔ اور اگر ایماندار نہ ہو تو سب باتوں کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں، پھر اس پر قیامت تک بڑی سختی اور عذاب ہوتا رہتا ہے۔ بعض کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے نہیں گزارتے۔ یہ سب باتیں مردے پر گذرتی ہیں، مگر ہم لوگ نہیں دیکھتے، جیسے: سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

عقیدہ: مرنے کے بعد ہر دن صبح اور شام کے وقت مردے کو اس کا ٹھکانا دکھادیا جاتا ہے، جنتی کو جنت دکھا کر خوشخبری دی جاتی ہے اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر حسرت بڑھادی جاتی ہے۔

ایصالِ ثواب:

عقیدہ: مردے کے لیے دعا اور صدقہ وخیرات کرنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے اور بہت فائدہ ہوتا ہے۔

علاماتِ قیامت:

سوال: علامات قیامت اور قیامت کے حالات کے بارے میں مستند عقائد بتایئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قیامت کی جتنی نشانیاں بتائی ہیں سب ضرور پوری ہونے والی ہیں۔ قربِ قیامت کے وقت حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے حکومت کریں گے، دجال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا۔ اسے قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑے فسادی لوگ ہیں۔ وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گے اور بہت فساد مچائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہلاک ہوں گے۔ ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا۔

سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا۔ قرآن مجید اٹھ جائے گا اور تھوڑے دنوں میں سارے مسلمان مر جائیں گے، تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی، اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہوں گی۔

قیامت کی ابتدا:

عقیدہ: جب ساری نشانیاں پوری ہو جائیں گی تو قیامت شروع ہو جائے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکیں گے۔ صور سینگ کی شکل کی ایک چیز ہے۔ صور کے پھونکنے سے زمین و آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ تمام مخلوقات مر جائیں گی اور جو مر چکے ہیں ان کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی، مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہیں گے۔ ایک مدت اسی کیفیت پر گذر جائے گی۔

قیامت کا دن:

عقیدہ: پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام مخلوقات پھر پیدا ہو جائیں تو دوسری بار

پھر صور پھونکا جائے گا۔ اس سے پھر ساری مخلوقات پیدا ہو جائیں گی۔ مردے زندہ ہو جائیں گے اور حشر کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر باری باری سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے۔ آخر ہمارے پیغمبر ﷺ سفارش کریں گے۔ ترازو نصب کی جائے گی۔ بھلے برے عمل تولے جائیں گے ان کا حساب ہوگا۔ بعض لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ نیک لوگوں کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ پل صراط پر چلنا ہوگا۔ جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے پار ہو کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ جو برے ہیں وہ اس سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

جنت:

عقیدہ: جنت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین وسکون کے اسباب اور نعمتیں ہیں۔ جنتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے۔

دوزخ:

عقیدہ: دوزخ پیدا ہو چکی ہے، اس میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے۔ دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور نیک لوگوں کی سفارش سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے، چاہے کتنے ہی زیادہ گنہگار ہوں اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہیں آئے گی۔

گناہوں کی سزا یا معافی:

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر بھی سزا دے دے یا بڑے گناہ کو اپنی

مہربانی سے معاف کر دے اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

عقیدہ: شرک اور کفر کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا دوسرے گناہ جس کو چاہے گا اپنی مہربانی سے معاف کر دے گا۔

کسی کا جنتی ہونا:

جن لوگوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا جنتی ہونا بتلا دیا ہے [مثلاً دس بڑے صحابہ جنہیں ''عشرہ مبشرہ'' کہتے ہیں] ان کے سوا کسی اور کے جنتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے، البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اللہ کی رحمت سے اچھی امید رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار:

عقیدہ: جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنتیوں کو نصیب ہوگا۔ اس کی لذت کے مقابلہ میں تمام نعمتیں بے حیثیت معلوم ہوں گی۔

عقیدہ: دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

خاتمہ:

عقیدہ: عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا برا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کو اچھا یا برا بدلہ ملتا ہے۔

توبہ:

عقیدہ: آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے یا کافر مسلمان ہو: اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے، البتہ مرتے وقت جب سانس نکلنا شروع ہو اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں، اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ایمان۔

عملی مشق

سوال:مختصر جوابات دیجیے:

(۱) عقیدۂ تقدیر کیا ہے؟

(۲) عقیدۂ معراج ذکر کیجیے۔

(۳) صحابی کسے کہتے ہیں؟

(٤) کسی شخص پر لعنت کرنا کیسا ہے؟

(۵) ایصال ثواب سے متعلق عقیدہ بیان کیجیے۔

سوال:مناسب الفاظ سے پُر کریں:

(۱) کوئی چیز اللہ تعالی کے ذمہ ضروری نہیں، وہ جو کچھ..........کرے، اس کا فضل ہے۔

(۲) اللہ تعالی نے بندوں کو کسی ایسے کام کا...............نہیں دیا، جو بندوں سے نہ ہو سکے۔

(۳) قیامت تک جتنے..........اور...............ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے پیغمبر ہیں۔

(٤) گناہ کو...............سمجھنے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

(۵) دنیا میں بیداری کی حالت میں...................کو کسی نے نہیں دیکھا، اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

سوال:مختصر نوٹ لکھیے:

(۱) بدعت اور اس کا حکم

(۲) صحابی رضی اللہ عنہ اور صحابی سے متعلقہ عقائد

(۳) شفاعت اور اس کے متعلق عقیدے کی تفصیل

سوال: درست اور غلط کی نشاندہی کیجیے:

(۱) پیغمبروں کی صحیح تعداد اللہ تعالی نے کسی کو نہیں بتائی۔

(۲) معراج مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور ساتویں آسمان تک ہوا۔

(۳) جو کام عام طور پر لوگوں سے نہیں ہو سکتے، انہیں کرامت کہتے ہیں۔

(٤) جو شخص اللہ کا پیارا ہو جائے، اس سے نماز روزہ معاف ہو جاتا ہے۔

(٥) جس شخص کا عمل شریعت کے خلاف ہو، وہ اللہ کا دوست ہو سکتا ہے۔

(٦) اللہ نے آسمان سے کتابیں حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ذریعے اتاریں۔

(۷) قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالی نے وعدہ کیا ہے، اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

(۸) ازواج مطہرات میں بڑا رتبہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

(۹) کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا، ان پر یقین کر لینا کفر ہے۔

(۱۰) رحمت کے فرشتوں کو ''منکر نکیر'' کہتے ہیں۔

کتاب الرسوم والبدعات

بدعات ورسومات کا بیان

وضاحت

کتاب الرسوم والبدعات کے مسائل حضرات اکابر اور معاصر مفتیانِ کرام کے اردو فتاویٰ سے ماخوذ ہیں، بہشتی زیور میں مذکورہ رسوم کی نوعیت کی تبدیلی اور بعض رسوم کے ہمارے معاشرے میں نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے اور بعض نئی رسوم کے اضافے کی وجہ سے مناسب یہ سمجھا گیا کہ رواج پا جانے والی نئی رسوم کے احکام جدید فتاویٰ سے لیے جائیں۔

بدعت کی لغوی تعریف:

ہر نیا کام لغت کے اعتبار سے ''بدعت'' ہے، چاہے عادت کے طور پر ہو یا عبادت کے طور پر۔

بدعت کی شرعی تعریف:

حدیث شریف میں ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ: فَهُوَ رَدٌّ.))(صحیح البخاری: ٢٥٥٠)

''جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

اس حدیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کام کلی یا جزئی کسی بھی اعتبار سے دین

میں داخل نہ ہو، اس کو کسی وجہ سے عملی طور پر یا عقیدہ کے اعتبار سے دین کا جز بنا لینا بدعت ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین میں کسی بھی ایسے کام کی کمی یا زیادتی کرنا جس کا ثبوت نبی کریم ﷺ، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے نہ ہو، بالخصوص نبی کریم ﷺ سے اس کی اجازت قولاً، فعلاً، صراحۃً، اشارۃً کسی طور پر بھی منقول نہ ہو وہ بدعت ہے۔

بعض اہلِ علم نے بدعت کی دو قسمیں بتائی ہیں: بدعتِ سیۂ اور بدعتِ حسنہ

ان حضرات نے پہلے بدعت کے لغوی معنیٰ کو پیشِ نظر رکھ کر ہر نئے کام کو مطلقاً بدعت قرار دیا، پھر غور کے بعد جس کام کو کلی یا جزئی طور پر دین میں داخل پایا یعنی یہ معلوم ہوا کہ اس کی اصل مذکورہ بالا تین زمانوں میں سے کسی زمانے میں ملتی ہے تو اس کو ''بدعتِ حسنہ'' قرار دیا اور جس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس کو ''بدعتِ سیۂ'' قرار دیا۔ حاصل یہ ہے کہ ''بدعتِ حسنہ'' پر بدعت کا اطلاق محض لغوی معنیٰ کے اعتبار سے کیا گیا ہے، اس لیے کہ حقیقت میں شریعت کی رو سے وہ ''بدعت'' ہے ہی نہیں، شرعی اعتبار سے ''بدعت'' صرف اس کام کو کہیں گے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(مأخوذ از إمداد المفتین: ۲/١٦٤، إمداد الفتاویٰ: ٥/٢٨٥)

شرکیہ بدعات

پیر کو سجدہ کرنا:

سوال: پیر اور بزرگ کو سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: پیر کو سجدہ کرنا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ولی اور بزرگ کو سجدہ کرنا جائز نہیں، بلکہ ممنوع اور حرام ہے، سجدہ کرنے والا اور اس کی اجازت دینے والا دونوں سخت

ترین گناہ گار ہیں۔

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ سجدہ عبادت کے طور پر نہ کیا جائے۔ عبادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ (إمداد المفتین : ۱/۹۳ - ۱۶۳)

قبروں پر سجدہ اور طواف:

سوال: کسی ولی کی قبر کا طواف یا اسے سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی ولی اور بزرگ کی قبر کا طواف کرنا یا اس پر سجدہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ (إمداد المفتین : ۱/۱۰۲)

قبر کو بوسہ دینا:

سوال: والدین کی قبر کا بوسہ لینا کیسا ہے؟

جواب: والدین سمیت کسی کی بھی قبر کو بوسہ دینا، اس پر رخسار رکھنا ممنوع اور ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سجدہ کے ساتھ مشابہت ہے جو جائز نہیں۔ (إمداد المفتین: ۱/۱۰۲)

پاؤں چومنا:

سوال: جھک کر پاؤں چومنے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

جواب: جھک کر کسی کے پاؤں چومنا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ سجدہ کرنے کے مشابہ ہے۔ (إمداد المفتین : ۱/۱۰۲)

جھک کر ملنا:

سوال: جھک کر ملنا کیسا ہے؟

جواب: حدیث میں ملتے وقت کسی کے سامنے جھکنے سے صاف منع کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم آپس میں ملتے ہیں تو کیا ایک دوسرے کو جھک کر مل سکتے ہیں؟''

فرمایا: ”نہیں۔“

صدقے کے جانور کا خون ٹائروں پر لگانا:

سوال: آفات وحادثات سے حفاظت کے لیے جانور ذبح کر کے اس کا خون گاڑی کے ٹائروں پر لگانا کیسا ہے؟

جواب: آفات وحادثات اور بیماریوں سے حفاظت کے لیے مساکین پر صدقہ کرنا اچھی بات ہے، نیز کوئی جانور ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین کو بطور صدقہ دینا بھی ٹھیک ہے، مگر ذبح شدہ جانور کا خون گاڑی کی مختلف جگہوں میں لگانا اور جانور میں کالے یا کسی اور رنگ میں اضافی اثرات سمجھنا جہالت ہے۔ اگر اس کو ثواب اور دین کا کام سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت اور گناہ ہے۔

اس کے علاوہ بعض مواقع مثلاً: بیماری یا نئی گاڑی خریدنے یا نیا مکان بنانے پر عموماً جانور ذبح کرنا ہی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے۔ صدقہ کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ نقدی مساکین کو دی جائے تاکہ وہ اپنی اہم ضرورت پوری کر سکیں، نیز اس صورت میں ریا کا بھی زیادہ خطرہ نہیں۔

بیماری سے شفا کے لیے جانور ذبح کرنا:

سوال: کیا آفات اور بیماری وغیرہ سے حفاظت کے لیے جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے؟

جواب: آفات اور بیماری سے حفاظت کے لیے صدقہ وخیرات کی ترغیب آئی ہے، مگر عوام کا اس بارے میں یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ صدقہ کے جانور کو ذبح کرنا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ جان کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، جبکہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے، اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں چونکہ غلط عقیدہ اور بدعت کی تائید ہے،

اس لیے جائز نہیں۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳٦۷)

چیلوں کو گوشت پھینکنا:

سوال: صدقہ کا گوشت چیلوں کو کھلانا کیسا ہے؟

جواب: بعض علاقوں میں بیمار کی طرف سے بکرا صدقہ کر کے اس کا گوشت چیلوں کو پھینکا جاتا ہے تاکہ آسانی سے اس کی روح نکل جائے یا اللہ تعالیٰ صدقہ کی برکت سے اسے شفا عطا فرما دے۔ یہ محض جاہل لوگوں کی خرافات میں سے ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس قسم کے ٹونے ٹوٹکے ہندوؤں سے لیے گئے ہیں۔ اس کا بہت سخت گناہ ہے، اس لیے اس سے بچنا لازم ہے، البتہ ویسے ہی صدقہ دینا ثابت ہے اور اس سے آفت ٹلتی ہے اور نقدی کی صورت میں صدقہ کرنا زیادہ افضل ہے، یعنی کچھ رقم کسی مسکین کو دیدی جائے یا کسی خیر کے کام میں لگا دی جائے۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳٦٦)

بارش کے لیے مزارات پر جانور ذبح کرنا:

سوال: بارش کے لیے یا صاحب مزار کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بعض علاقوں میں یہ رسم ہے کہ بارش طلب کرنے یا کسی اور حاجت کے لیے لوگ بزرگوں کے مزارات پر جانور ذبح کرتے ہیں، یہ بدعت اور ناجائز ہے۔ اگر جانور اس مزار والے بزرگ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں اور اگر قرب کی نیت نہ ہو تو اگرچہ وہ جانور حرام نہیں، لیکن یہ فعل خود خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس سے بچنا واجب ہے۔

(خیر الفتاویٰ : ۱/ ٥٥۱ ، إمداد المفتین : ۲/ ۱۹۷)

شادی بیاہ سے متعلق رسوم و بدعات

محرم کو غم کا مہینہ سمجھنا اور اس میں شادی نہ کرنا:

سوال: ماہِ محرم میں شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کو ممنوع سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: بعض لوگ محرم میں شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات کو ممنوع سمجھتے ہیں اور اس ماہ کو غم کا مہینہ قرار دیتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا غم ایسی چیز نہیں کہ صرف اس دن یا صرف اسی ماہ میں ہوا کرے، بلکہ وہ ہر مسلمان کو ہر وقت ہوتا ہے، لیکن غم کا دن منانا شریعت میں جائز نہیں، نیز شوہر کے سوا کسی اور کی موت پر سوگ کی شرعاً اجازت نہیں، لہٰذا دس محرم یا محرم کے دیگر ایام میں شادی بیاہ جائز ہے۔ (إمداد المفتین : ٢/١٥٦)

سہرا باندھنا:

سوال: کیا دولہے کے سر پر سہرا باندھنا مسلمانوں کا طریقہ ہے؟

جواب: شادی میں دولہا کے سر پر سہرا باندھنے کی رسم ہندوؤں سے لی گئی ہے۔ مسلمانوں کے لیے ہندوانہ شکل وصورت اختیار کرنا جائز نہیں، لہٰذا سہرا باندھنے سے اجتناب لازم ہے۔ (کفایت المفتی : ٤/٤٩ ، خیر الفتاویٰ : ١/٥٦٧)

شادی کی چند قبیح رسمیں:

سوال: شادی بیاہ میں مہندی، سہرابندی، جوتا چھپائی، دودھ پلائی وغیرہ جیسی رسومات کا کرنا کیسا ہے؟

جواب: مہندی، سہرابندی، جوتا چھپائی، دودھ پلائی وغیرہ یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں۔ شادی جیسی مبارک خوشی کو ان جیسی ہندوانہ رسوم سے آلودہ کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

شادی سنت کے مطابق انتہائی سادگی سے انجام دینی چاہیے، البتہ اگر شادی کے موقع پر عورتیں اپنے طور پر مہندی لگائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (آپ کے مسائل کا حل:۱/۱٦٥)

شادی کے بعد پہلا رمضان میکے میں گذارنا:

سوال: کیا شادی کے بعد لڑکی کا پہلا رمضان میکے میں گذارنا ضروری ہے؟

جواب: شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، شریعت کی طرف سے آزادی ہے: لڑکی شوہر کی مرضی سے چاہے میکے میں رمضان گذارے یا شوہر کے گھر گذارے۔ شریعت کی دی ہوئی اس آزادی کو اپنی طرف سے ختم کرنا اور لڑکی اور اس کے شوہر کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس رسم پر مجبور کرنا غلط ہے، ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

(آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱٦٥)

منگنی یا شادی کے موقع پر مٹھائی اور کپڑوں کا لین دین:

سوال: منگنی اور شادی کے موقع پر مٹھائی اور کپڑوں کا لین دین کیسا ہے؟

جواب: عموماً ایسے مواقع پر مٹھائی اور کپڑے وغیرہ کو لازم سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے والے کو ملامت کی جاتی ہے، چنانچہ ملامت کے خوف سے غریب آدمی قرض لے کر یا ناجائز طریقوں سے کما کر ان رسموں کو پورا کرتا ہے۔ نیز یہ چیزیں قرض سمجھ کر دی اور لی جاتی ہیں، پھر دوسرے موقع پر واپس کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اس لیے اس قسم کی رسموں سے بچنا لازم ہے، البتہ اگر کہیں مذکورہ قباحتیں نہ ہوں اور حسب استطاعت رسم سے مجبور ہوئے بغیر خوشی سے [ایک حد میں رہ کر] ایسا کیا جائے تو جائز ہے۔

(آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱٦٦)

جہیز کی شرعی حیثیت:

سوال: شادی کے موقع پر لڑکی والوں کا جہیز دینا عام معمول ہے۔ مذکورہ جہیز کی

شریعت میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: شرعی اعتبار سے جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنی استطاعت کے مطابق کوئی تحفہ دینا چاہے تو دیدے، لیکن نہ وہ شادی کے لیے کوئی لازمی شرط ہے، نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا مانیں یا لڑکی کو طعنہ دیں اور نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان وشوکت کا اظہار کیا جائے۔

مگر آج کل شادی کے موقع پر جہیز کے نام سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ نمود ونمائش کے لیے اور لوگوں کے طعن وملامت کے خوف سے ناک بچانے کے لیے لازم سمجھ کر دیا جاتا ہے۔قرض لے کر دینا اس کی دلیل ہے۔اس معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ یہ ہے کہ غریب والدین کے لیے اپنی بچیوں کا نکاح کرنا وبال جان بن گیا ہے۔اس کی اصلاح لازم ہے۔

(آپ کے مسائل کا حل : ١/١٦٧)

عملی مشق

☆... مختصر جوابات دیجیے:

(١) شریعت میں ''بدعت'' کسے کہتے ہیں؟

(٢) کسی ولی کی قبر کا طواف یا سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

(٣) جھک کر کسی کے پاؤں چومنا کیوں جائز نہیں؟

(٤) صدقہ کی سب سے بہتر صورت کیا ہے؟

(٥) دولہے کے سر پر سہرا باندھنے کی رسم کس کی ہے؟

☆... خالی جگہ مناسب الفاظ سے پُر کریں:

(۱) جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں تو وہ............ہے۔

(۲) بدعت حسنہ پر بدعت کا اطلاق محض............کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔

(۳) کسی بھی ولی اور بزرگ کو سجدہ کرنا............نہیں۔

(٤) شادی میں سہرا بندی، جوتا پہنائی، دودھ پلائی وغیرہ یہ سب ....رسمیں ہیں۔

(۵) ....کے سوا کسی اور کی موت پر سوگ کی شرعاً اجازت نہیں۔

☆... درست اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) عبادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا کفر ہے۔☐

(۲) حدیث میں ملتے وقت کسی کے سامنے جھکنے کی ترغیب آئی ہے۔☐

(۳) صدقہ میں جانور ذبح کر کے گوشت تقسیم کرنا نقدی دینے سے زیادہ بہتر ہے۔☐

(٤) اگر کوئی جانور کسی بزرگ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا گیا تو وہ جانور حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔☐

(۵) دس محرم یا محرم کے دیگر ایام میں شادی بیاہ جائز ہے۔☐

(٦) جہیز کی شرعی اعتبار سے صرف اتنی حقیقت ہے کہ اگر باپ اپنی بیٹی کو رخصت کے وقت اپنی استطاعت کے مطابق کوئی تحفہ دینا چاہے تو دے دے۔☐

کتاب الترغیب والترهیب

(نیک کاموں کی ترغیب اور برے کاموں سے روکنا)

الف: اعمالِ صالحہ کی ترغیب

سوال: شریعت کی روشنی میں ایسے کام بتادیجیے جن کی ہمیں ترغیب دی گئی ہے؟

جواب: حدیث شریف میں بہت سے ایسے نیک کاموں کی ترغیب دی گئی ہے جن کو اپنانے سے دنیا و آخرت سدھر جاتی ہے۔ ان میں سے چند احادیث یہ ہیں:

نیت خالص رکھنا:

حدیث: ایک شخص نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ایمان کیا چیز ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نیت کو خالص رکھنا۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو کام کرے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیت صحیح ہو تو نیک کام پر ثواب ملتا ہے، ورنہ نہیں ملتا اور اگر نیت بری ہو تو گناہ ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث کے حکم پر چلنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس وقت میری امت میں دین کا بگاڑ پیدا ہو

جائے اس وقت جو شخص میرے طریقے کو تھامے رہے گا، اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم لوگوں میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی نہ بھٹکو گے: ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن، دوسری نبی ﷺ کی سنت یعنی حدیث۔''

اچھے یا برے طریقے کی بنیاد ڈالنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی اچھے طریقے کی بنیاد ڈالے، پھر لوگ اس پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا ثواب بھی ملے گا اور جتنوں نے اس کی پیروی کی ہے، ان سب کے برابر بھی اس کو ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی۔ اور جو شخص کسی برے طریقے کی بنیاد رکھے، پھر لوگ اس پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنوں نے اس کی پیروی کی ہے ان سب کے برابر بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔''

تشریح: مثلاً کسی نے اپنی اولاد کی شادی میں رسمیں ختم کر دیں۔ یا کسی بیوہ سے نکاح کر لیا اور اس کی دیکھا دیکھی اوروں کو بھی ہمت ہوئی، یا کسی نے کوئی اور نیک کام شروع کیا اور دوسروں نے اس کا اتباع کیا تو اس شروع کرنے والے کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا۔

علم دین کی طلب:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے کوئی دین کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپالے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''

تشریح: اگر کوئی مسئلہ پوچھے اور آپ کو وہ مسئلہ خوب یاد ہو تو سستی یا بخل کی وجہ سے انکار نہ کرنا چاہیے، اچھی طرح سمجھا دیا کریں اور اگر اچھی طرح یاد نہ ہو تو بغیر تحقیق کے ہرگز نہ

بتائیں۔اپنے استاد جی یا امام صاحب کی طرف بھیج دیا کریں۔

حفظِ حدیث کی فضیلت:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی چالیس حدیثیں یاد کر کے میری امت کو پہنچائے تو وہ قیامت کے دن علماء کے ساتھ اٹھے گا۔''

تواضع اور عاجزی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے واسطے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بڑھا دیتے ہیں، اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔''

سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سچ بولنے کے پابند رہو، کیونکہ سچ بولنا نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور سچ اور نیکی دونوں جنت میں لے جاتے ہیں۔ اور جھوٹ بولنے سے بچا کرو، کیونکہ جھوٹ بولنا بدی کی راہ دکھاتا ہے اور جھوٹ اور بدی دونوں دوزخ میں لے جاتے ہیں۔''

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص جا رہا تھا۔ راستے میں اس کو کانٹے دار ٹہنی پڑی ہوئی ملی، اس نے اس کو راستے سے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی بڑی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔''

تشریح: اس سے معلوم ہو کہ راستے میں تکلیف دینے والی چیزیں ڈالنا ٹھیک نہیں۔ اور ان کو ہٹانے میں بہت ثواب ہے۔

وعدہ اور امانت کی پاسداری:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس

کو وعدے کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔'' یعنی ایسے لوگوں کا ایمان اور دین ناقص ہے۔

دنیا کی حرص نہ رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی حرص نہ کرنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور بدن کو بھی آرام ملتا ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر بہت سی بکریوں میں دو خونخوار بھیڑیے چھوڑ دیے جائیں جو ان کو خوب چیر پھاڑ کھائیں تو اتنی بربادی ان بھیڑیوں سے بھی نہیں ہوتی جتنی بربادی آدمی کے دین کو اس بات سے ہوتی ہے کہ مال کی لالچ کرے اور شہرت کو پسند کرے۔''

موت کو یاد رکھنا، لمبی امیدیں نہ باندھنا اور نیک کاموں کے لیے وقت کو غنیمت سمجھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس چیز کو بہت یاد کیا کرو جو ساری لذتوں کو ختم کرنے والی ہے، یعنی موت۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب صبح ہو تو شام کے لیے فکرمند مت ہو جاؤ اور جب شام ہو تو صبح کے لیے فکرمند مت ہو جاؤ۔ بیماری آنے سے پہلے تندرستی سے کچھ فائدہ لے لو، اور مرنے سے پہلے اپنی زندگی سے کچھ فائدہ حاصل کر لو۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھو اور نیک کام میں اس کو لگائے رکھو، ورنہ بیماری اور موت کے وقت پھر کچھ نہیں ہو سکے گا۔

مصیبت میں صبر کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو دکھ، مصیبت، بیماری، رنج پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کسی فکر میں جو تھوڑی سی پریشانی ہوتی ہے، ان سب میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔''

بیمار کی عیادت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت کرے تو شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں، اور اگر شام کو کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

مردے کو غسل و کفن دینا اور اس کے گھر والوں کو تسلی دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مردے کو غسل دے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اور جو کسی مردے پر کفن ڈال دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے، اور جو کسی غمزدہ کو تسلی دے اللہ تعالیٰ اس کو پرہیز گاری کا لباس پہنائیں گے اور اس کی روح پر رحمت بھیجیں گے، اور جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے جوڑوں میں سے ایسے قیمتی جوڑے پہنائیں گے کہ ساری دنیا بھی قیمت میں ان کے برابر نہیں ہوگی۔''

(ب) برے کاموں سے بچنے کی ترغیب

سوال: شریعت میں جن برے کاموں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے وہ بتا دیجیے۔

جواب: بہت سے ایسے برے کام ہیں جن سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سرفہرست یہ ہیں:

رِیاکاری:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کی تشہیر کریں گے، اور جو شخص دکھاوے کے لیے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب دکھائیں گے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔''

علم پر عمل نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم جتنا ہوتا ہے وہ علم والے پر وبال ہوتا ہے سوائے اس شخص کے جو اس کے مطابق عمل کرے۔''

تشریح: برادری کے خوف یا نفس کی پیروی کی وجہ سے شریعت کے خلاف عمل کرنا سخت وبال اور دنیا و آخرت کا نقصان ہے۔

پیشاب سے احتیاط نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیشاب سے خوب احتیاط کیا کرو، کیونکہ قبر کا عذاب اکثر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

نماز میں خشوع وخضوع کا اہتمام نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بے وقت نماز پڑھے، وضو اچھی طرح نہ

کرے، دل لگا کر نہ پڑھے اور رکوع وسجدہ اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز کالی اور بے نور ہو کر جاتی ہے اور یوں کہتی ہے: خدا تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھ کو برباد کیا۔ یہاں تک کہ جب اپنی خاص جگہ پر پہنچتی ہے جہاں اللہ کو منظور ہو تو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔"

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم نماز میں اوپر مت دیکھا کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہاری نگاہ چھین لی جائے۔"

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھے، اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو اسی پر لوٹا دیتے ہیں۔"

تشریح: یعنی قبول نہیں کرتے، مطلب یہ ہے کہ پورا ثواب نہیں ملتا۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو خبر ہوتی کہ اسے کتنا بڑا گناہ ہوتا ہے تو سامنے سے گزرنے سے چالیس سال تک کھڑا رہنا اس کے نزدیک بہتر ہوتا۔"

تشریح: لیکن اگر نمازی کے سامنے ایک ہاتھ کے برابر یا اس سے زیادہ کوئی چیز کھڑی ہو تو اس چیز کے سامنے سے گزرنا درست ہے۔

جان بوجھ کر نماز قضا کر دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نماز کو چھوڑ دے وہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے۔"

اپنی جان یا اولاد کو بددعا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ تو اپنے لیے بددعا کیا کرو اور نہ اپنی اولاد کے لیے، اور نہ اپنے خادم کے لیے اور نہ اپنے مال ومتاع کے لیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کوسنے کے وقت قبولیت کی گھڑی ہو اور اس میں خدا سے جو مانگو، اللہ تعالیٰ وہی کر دیں۔''

حرام کمانا اور اس کو استعمال کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو گوشت اور خون حرام مال سے بڑھا ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا، دوزخ ہی اس کے لائق ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی کپڑا دس درہم کا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کریں گے۔'' (ثواب سے محروم رہے گا)

دھوکہ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہم لوگوں سے دھوکہ بازی کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔''

تشریح: چاہے کسی چیز کے بیچنے میں دھوکہ ہو یا اور کسی معاملے میں۔

استطاعت کے باوجود کسی کا حق ٹالنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔''

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ استطاعت کے باوجود کسی کا قرضہ دینے میں بلا وجہ پس وپیش کرتے ہیں اور خواہ مخواہ اس کا حق روکے رکھتے ہیں، یہ ظلم ہے۔

سود لینا دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر

لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا: ''یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔''

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بالشت بھر زمین بھی ناحق دبالے، اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔''

کسی کی مصیبت پر خوش ہونا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر مت کرو، اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم کردیں گے اور تم کو اس میں پھنسا دیں گے۔''

کسی کو طعنہ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے تو جب تک یہ عار دلانے والا اس گناہ کو نہ کرلے گا اس وقت تک نہ مرے گا۔''

تشریح: یعنی جس گناہ سے کسی نے توبہ کرلی ہو پھر اس کو یاد دلا کر شرمندہ کرنا بری بات ہے، اور اگر توبہ نہ کی ہو تو نصیحت کے طور پر کہنا درست ہے، لیکن اپنے آپ کو پاک سمجھ کر یا اس کو رسوا کرنے کے لیے کہنا پھر بھی برا ہے۔

صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر پکڑ کرنے والا بھی موجود ہے۔''

تشریح: یعنی فرشتہ ان کو بھی لکھتا ہے، پھر قیامت میں حساب ہوگا اور پکڑ کا ڈر ہے۔

رشتے داروں سے بدسلوکی کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر جمعہ کی رات تمام آدمیوں کے اعمال اور

عبادات بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ جو شخص رشتہ داروں سے بدسلوکی کرے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔''

پڑوسی کو تکلیف دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، اور جو شخص اپنے پڑوسی سے لڑا وہ مجھ سے لڑا، اور جو مجھ سے لڑا وہ اللہ تعالیٰ سے لڑا۔''

کسی کے گھر میں جھانکنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک اجازت نہ لے کسی کے گھر میں جھانک کر نہ دیکھے اور اگر ایسا کیا تو یوں سمجھو کہ اندر ہی چلا گیا۔''

کسی کی باتوں پر کان لگانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کی باتوں پر کان لگائے جبکہ وہ لوگ اسے ناگوار سمجھیں، قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں سیسہ ڈال دیا جائے گا۔''

غصہ کرنا:

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''غصہ مت کرنا، تیرے لیے جنت ہے۔''

کسی سے بات چیت چھوڑ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے، اور جو تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے گا اور اسی حالت میں مر جائے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔''

کسی کو بے ایمان کہنا یا اس پر لعنت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کہہ دے کہ اے کافر! تو یہ ایسا گناہ ہے جیسے اس کو قتل کر دے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پر لعنت کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس کو قتل کر ڈالنا۔'' یعنی دونوں گناہ ایک ہی ہیں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو پہلے وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ آسمان کے دروازے بند کر لیے جاتے ہیں تو وہ زمین کی طرف اترتی ہے۔ وہ بھی بند کر لی جاتی ہے تو وہ دائیں بائیں پھرتی ہے، جب کہیں ٹھکانا نہیں پاتی تو اس کے پاس جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی، اگر وہ اس لائق ہو تو ٹھیک اور اگر نہیں تو وہ کہنے والے پر پڑتی ہے۔''

کسی مسلمان کو ڈرانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کی طرف ناحق اس طرح نگاہ بھر کر دیکھے کہ وہ ڈر جائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ڈرائیں گے۔''

تشریح: اگر کسی نے غلطی کی ہو تو ضرورت کے مطابق اس پر ناراضی دکھانا درست ہے۔

چغلی کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔''

غیبت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کا گوشت

کھائے گا یعنی غیبت کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردار کا گوشت اس کے پاس لائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ جیسا تو نے زندہ کھایا تھا اب مردہ بھی کھاؤ۔ پس وہ شخص اس کو کھائے گا اور ناک بھوں چڑھاتا جائے گا اور واویلا کرتا جائے گا۔"

کسی پر بہتان لگانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اس میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخیوں کے خون اور پیپ کے جمع ہونے کی جگہ میں ٹھکانہ دیں گے، یہاں تک کہ (اس دنیا میں) اپنے کہے سے باز آئے اور توبہ کرے۔"

اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسا آدمی جنت میں نہیں جائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔"

دوغلا ہونا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دو چہروں والا ہوگا، قیامت میں اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

تشریح: دو چہروں کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے اور دوسرے کے پاس جا کر کچھ اور کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے کفر کیا، یا یوں فرمایا کہ اس نے شرک کیا۔" (یہ کفر و شرک حقیقی نہیں، بلکہ ظاہری اعتبار سے کفر و شرک والے کام ہیں)

تشریح: کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اس طرح قسم کھاتے ہیں: تیری جان کی قسم،

اپنے سر کی قسم، اپنے بچے کی قسم، یہ سب منع ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر ایسی قسم کبھی منہ سے نکل جائے تو فوراً کلمہ پڑھ لے۔

ایسی قسم کھانا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو ایمان نصیب نہ ہو:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قسم میں یہ کہے کہ مجھے ایمان نصیب نہ ہو تو اگر وہ جھوٹا ہوگا تب تو جس طرح اس نے کہا ہے اسی طرح ہو جائے گا، اور اگر سچا ہوگا تب بھی ایمان پورا نہیں رہے گا۔''

تشریح: اسی طرح یوں کہنا کہ کلمہ نصیب نہ ہو یا دوزخ نصیب ہو، یہ سب ممنوع ہیں۔ یہ عادت چھوڑ دینی چاہیے۔

فال والے یا نجومی کے پاس جانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی یا فال والے کے پاس آئے اور کچھ باتیں پوچھے اور اس کو سچا جانے، اس شخص کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔''

کتا پالنا اور تصویر رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس گھر میں کتا یا تصویر ہو، اس میں فرشتے نہیں آتے۔''

تشریح: یعنی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ بچوں کے تصویر والے کھلونے بھی منع ہیں۔

کسی عذر کے بغیر الٹا لیٹنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، آپ نے اس کو اپنے پاؤں سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''اس طرح لیٹنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔''

کچھ دھوپ اور کچھ سائے میں بیٹھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیٹھنے کو منع فرمایا ہے کہ کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں۔

بدشگونی اور جادو ٹونا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی شرک ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جادو ٹونا شرک ہے۔''

قیامت کے دن کے حالات

سوال: سنا ہے قیامت کا حساب بہت سخت ہوگا۔ اس بارے میں کچھ آگاہی دیجیے؟

جواب: قیامت کے دن حساب کی سختی سے اللہ تعالی ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔ اس بارے میں چند حدیثیں دیکھ لیجیے:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت میں کوئی شخص اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے گا جب تک کہ چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں۔ ایک یہ کہ عمر کس چیز میں گزاری؟ دوسری یہ کہ علم پر کتنا عمل کیا؟ تیسری یہ کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور چوتھی یہ کہ اپنے بدن کو کس چیز میں لگایا؟''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت میں سارے حقوق ادا کرنے پڑیں گے، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: ''دو چیزیں بہت بڑی ہیں، ان کو مت بھولنا یعنی جنت اور دوزخ۔'' پھر یہ فرما کر آپ ﷺ بہت روئے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آخرت کی باتیں جتنی میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائیں تو جنگلوں کی طرف نکل جاؤ اور اپنے سر پر مٹی ڈالتے پھرو۔''

جنت کی نعمتیں:

سوال: جنت اور جہنم کے کچھ حالات ذکر کر دیجیے؟

جواب: ذیل کی حدیثیں پڑھیے اور اللہ تعالی سے جنت ملنے اور جہنم سے پناہ نصیب ہو جانے کی دعا کیجیے:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال آیا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی عمارت میں ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی اور اینٹوں کے جوڑنے کا گارا خالص مشک کا ہے اور جنت کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور وہاں کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں چلا جائے گا، چین و سکون سے رہے گا، رنج و غم نہیں دیکھے گا، ہمیشہ کے لیے اسی میں رہے گا، وہ کبھی نہیں مرے گا۔ نہ ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوں گے، نہ ان کی جوانی ختم ہوگی۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں اوپر تلے سو درجے ہیں اور ایک درجے سے دوسرے درجے تک اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان میں فاصلہ ہے یعنی پانچ سو برس کا۔ ان درجوں میں بڑا درجہ فردوس کا ہے اور اسی سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں یعنی دودھ، شہد، شرابِ طہور اور پانی کی نہریں اور اس سے اوپر عرش ہے۔ تم جب اللہ سے مانگو تو فردوس مانگا کرو، اور یہ بھی فرمایا کہ ان میں ایک ایک درجہ اتنا بڑا ہے کہ اگر تمام دنیا کے آدمی ایک میں بھر دیے جائیں تو اچھی طرح سما جائیں۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت میں جا چکیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم اگر اور کچھ چاہتے ہو تو میں تمہیں عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمارے چہرے آپ نے روشن کر دیے، ہمیں جنت میں داخل کر دیا، ہمیں دوزخ سے نجات دے دی، ہمیں اور کیا چاہیے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ پردہ اٹھائیں گے اور اپنے بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں جو لذت ہوگی ایسی لذت اور نعمت کہیں نہیں ہوگی۔''

جہنم کے حالات:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ کو ہزار برس تک جھونکا گیا یہاں تک کہ اس کا رنگ سرخ ہو گیا، پھر ہزار برس تک جھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی، پھر ہزار برس اور دھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہو گئی۔ اب وہ بالکل سیاہ تاریک ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری یہ آگ جس کو جلاتے ہو، دوزخ کی آگ سے تیزی میں ستر حصے کم ہے اور وہ اس سے ستر حصے زیادہ تیز ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے پاؤں میں صرف آگ کی دو جوتیاں ہوں گی، مگر اس سے بھی اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح ابلتا رہے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے بڑھ کر کسی کو عذاب نہیں ہو رہا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں اونٹ کے برابر بڑے سانپ ہیں۔ اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس سال تک زہر چڑھا رہے۔ اور ایسے بڑے بچھو ہیں جیسے زین کسا ہوا خچر، وہ اگر کاٹ لیں تو چالیس سال تک ان کے زہر کی لہر اٹھتی رہے گی۔''

ایمان کے شعبے

سوال: ایمان کی جن شاخوں یا شعبوں کا ذکر آیا ہے، وہ گنوایئے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کے ستر (۷۰) سے کچھ زائد شعبے ہیں، ان میں سے سب سے بڑا کلمہ طیبہ ((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ)) ہے اور سب سے چھوٹی بات یہ ہے کہ راستہ میں کوئی کانٹا، لکڑی، پتھر پڑا ہو جس سے چلنے والوں کو تکلیف ہو اس کو ہٹا دے، اور شرم و حیا بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔''

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جب اتنی باتیں ایمان سے تعلق رکھتی ہیں تو پورا مسلمان

وہی ہوگا جس میں سب باتیں ہوں گی اور جس میں کوئی ایک بات ہو، دوسری نہ ہو، وہ ادھورا مسلمان ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ مسلمان پورا ہی ہونا ضروری ہے، اس لیے ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ ان سب باتوں کو اپنے اندر پیدا کرے اور کوشش کرے کسی بات کی کسر نہ رہ جائے۔ ذیل میں ایمان کے شعبوں کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ وہ کل ستتر (۷۷) ہیں:

تیس دل سے متعلق ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔

۲- یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزیں پہلے موجود نہ تھیں، پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئیں۔

۳- یہ یقین کرنا کہ فرشتے موجود ہیں۔

٤- یہ یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں پیغمبروں پر اُتاری ہیں وہ سب سچی ہیں، البتہ اب چونکہ قرآن مجید کے سوا دوسری کتابیں اصلی حالت میں محفوظ نہیں، اس لیے ان پر عمل نہیں رہا۔

۵- یہ یقین رکھنا کہ سب پیغمبر سچے ہیں، البتہ اب صرف رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے کا حکم ہے۔

٦- یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کو سب باتوں کی پہلے ہی سے خبر ہے اور جو ان کو منظور ہوتا ہے، وہی ہوتا ہے۔

۷- یہ یقین رکھنا کہ قیامت آنے والی ہے۔

۸- جنت کو ماننا۔

۹- دوزخ کو ماننا۔

۱۰- اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا۔

۱۱- رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا۔

۱۲- کسی سے بھی اگر محبت یا دشمنی کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر کرنا۔

۱۳- ہر کام میں اللہ کی رضا کی نیت کرنا۔

۱٤- گناہوں پر پچھتانا۔

۱۵- اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

۱٦- اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا۔

۱۷- شرم وحیا کرنا۔

۱۸- نعمت کا شکر کرنا۔

۱۹- وعدہ پورا کرنا۔

۲۰- صبر کرنا۔

۲۱- اپنے آپ کو دوسروں سے کم سمجھنا۔

۲۲- مخلوق پر رحم کرنا۔

۲۳- جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، اس پر راضی رہنا۔

۲٤- اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

۲۵- اپنی کسی خوبی پر نہ اترانا۔

۲٦- کسی سے کینہ اور بغض نہ رکھنا۔

۲۷- حسد نہ کرنا۔

۲۸- غصہ نہ کرنا۔

۲۹- کسی کا برا نہ چاہنا۔

۳۰- دنیا سے محبت نہ رکھنا۔

سات باتیں زبان سے متعلق ہیں:

٣١- زبان سے کلمہ پڑھنا۔

٣٢- قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

٣٣- علم سیکھنا۔

٣٤- علم سکھانا۔

٣٥- دعا کرنا۔

٣٦- اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

٣٧- لغو اور گناہ کی بات، جیسے: جھوٹ، غیبت، گالی، گانا وغیرہ سے بچنا۔

چالیس باتیں تمام بدن سے متعلق ہیں:

٣٨- وضو کرنا، غسل کرنا، کپڑے پاک رکھنا۔

٣٩- نماز کا پابند رہنا۔

٤٠- زکوٰۃ، صدقہ فطر دینا۔

٤١- روزہ رکھنا۔

٤٢- حج کرنا۔

٤٣- اعتکاف کرنا۔

٤٤- جہاں رہنے میں دین کا نقصان ہو، وہاں سے ہجرت کرنا۔

٤٥- نذر پوری کرنا۔

٤٦- جائز کام کی قسم پوری کرنا۔

٤٧- قسم توڑنے کے بعد اس کا کفارہ دینا۔

٤٨- ستر چھپانا۔

٤٩- قربانی کرنا۔

٥٠- مردے کا کفن دفن کرنا۔

٥١- قرض خواہ کا قرض ادا کرنا۔

٥٢- لین دین میں خلافِ شرع باتوں سے بچنا۔

٥٣- سچی گواہی کا نہ چھپانا۔

٥٤- اگر نفس تقاضا کرے تو نکاح کر لینا۔

٥٥- اپنے ماتحتوں کا حق ادا کرنا۔

٥٦- ماں باپ کو آرام پہنچانا۔

٥٧- اولاد کی پرورش کرنا۔

٥٨- رشتہ داروں سے بدسلوکی نہ کرنا۔

٥٩- آقا کی تابعداری کرنا۔

٦٠- انصاف کرنا۔

٦١- مسلمانوں کی جماعت سے الگ کوئی طریقہ نہ نکالنا۔

٦٢- جائز امور میں حاکم کی اطاعت کرنا۔

٦٣- جھگڑنے والوں میں صلح کرا دینا۔

٦٤- نیک کام میں مدد دینا۔

٦٥- نیکی کا حکم دینا۔

٦٦- برائی سے روکنا۔

٦٧- دین کے دشمنوں سے جہاد کرنا۔

٦٨- امانت ادا کرنا۔

٦٩- ضرورت والے کو قرضہ دے دینا۔

۷۰- پڑوسی کا خیال رکھنا۔

۷۱- حلال کمانا۔

۷۲- شریعت کے مطابق خرچ کرنا۔

۷۳- سلام کا جواب دینا۔

۷٤- چھینکنے والے کو «یَرْحَمُكَ اللّٰه» کہنا۔

۷۵- کسی کو ناحق تکلیف نہ دینا۔

۷٦- خلافِ شرع کھیل تماشوں سے بچنا۔

۷۷- راستہ میں سے ڈھیلا، پتھر، کانٹا، لکڑی ہٹا دینا۔

عملی مشق

☆... جوابات دیجیے:

(۱) وہ کون سی دو چیزیں ہیں جنہیں تھامنے سے آدمی بھٹکتا نہیں؟

(۲) تواضع اور عاجزی کی کیا فضیلت ہے؟

(۳) دین کو سب سے زیادہ برباد کرنے والی چیز کیا ہے؟

(٤) قیامت کے دن ساتوں زمین کا طوق کس بدنصیب کے گلے میں ڈالا جائے گا؟

(۵) حدیث کے الفاظ ''دو چہروں والا'' کا کیا مطلب ہے؟

(٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا ہے؟

(۷) قیامت میں سب سے پہلے کون سی چار چیزوں کے بارے میں پوچھا

جائے گا؟

(۸) جنت والوں کے لیے سب سے بڑی نعمت اور لذت کیا ہوگی؟

(۹) جہنم کا سب سے ہلکا عذاب کیا ہوگا؟

(۱۰) ایمان کا سب سے بڑا شعبہ کیا ہے؟

☆... خالی جگہ پُر کریں:

(۱) اعمال کا دارومدار............... پر ہے۔

(۲) جو شخص............کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

(۳) جس میں ....نہیں، اس میں ایمان نہیں، جس کو ....کا خیال نہیں، اس میں دین نہیں۔

(٤) تھوڑی سی ریاکاری بھی..............ہے۔

(٥) جو گوشت اور خون ....سے پلا بڑھا ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا، دوزخ ہی اس کے لائق ہے۔

(٦) مال دار کا ٹال مٹول کرنا..................ہے۔

(۷) جو شخص ....سے بدسلوکی کرے، اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

(۸) ....جنت میں نہیں جائے گا۔

(۹) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو، اس میں...............نہیں آتے۔

(۱۰) دنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے تیزی میں ....درجے کم ہے۔

☆... ان حدیثوں کو پورا کیجیے:

(۱) جو کوئی چالیس حدیثیں یاد کر کے میری امت کو پہنچائے تو..............

(۲) اس چیز کو یاد کرو جو ساری لذتوں کو ختم کرنے والی ہے..............

(۳) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت کرے تو............

(٤) جو شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرے..............

(۵) جو شخص نماز کو چھوڑ دے، وہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو............

(٦) اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر مت کرو..............

(۷) اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ..............

(۸) جس شخص نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی..............

(۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ مت کرو..............

(۱۰) جو شخص کسی مسلمان کی طرف اس طرح نگاہ بھر کر دیکھے کہ وہ ڈر جائے..............

کتاب الآداب و الاخلاق

سوال: زندگی کے مختلف مراحل کے متعلق جو آداب آئے ہیں، وہ بتائیے؟

جواب: دین سارے کا سارا ادب ہے، اہم آداب سنیے، یاد کیجیے اور زندگی کو ان کے مطابق ڈھالیے:

وضو اور طہارت کے آداب:

۱- قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف رُخ اور پشت نہ کرو۔

۲- قضائے حاجت کے وقت باتیں مت کرو۔

۳- جب سو کر اُٹھو تو ہاتھ اچھی طرح دھونے سے پہلے پانی کے اندر نہ ڈالو۔

نماز کے آداب:

۱- نماز وقت پر پڑھو۔ رکوع، سجدہ اچھی طرح کرو۔ دھیان سے نماز پڑھو۔

۲- جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی تاکید کرو، جب دس سال کا ہو جائے تو زبردستی نماز پڑھواؤ۔

۳- ایسے کپڑے پر یا ایسی جگہ میں نماز پڑھنا اچھا نہیں جس کے نقش و نگار میں دھیان لگ جانے کا اندیشہ ہو۔

٤- فرض پڑھ کر بہتر ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر سنت اور نوافل پڑھو۔

۵- نفلیں اور وظیفے اتنے شروع کرو جس کو پورا کر سکو۔

زکوٰۃ اور صدقات کے آداب:

۱- زکوٰۃ اور صدقات جہاں تک ہو سکے ایسے لوگوں کو دیے جائیں جو مانگتے نہیں، خودداری کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔

۲- خیرات میں تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ، جو توفیق ہو دے دو۔

۳- اپنے رشتہ داروں کو دینے سے دہرا اجر وثواب ملتا ہے: ایک خیرات کا، دوسرا رشتہ دار سے احسان کرنے کا۔

٤- غریب پڑوسیوں کا خیال رکھا کرو۔

دُعا اور ذکر کے آداب:

ادب: دعا مانگنے میں ان باتوں کا خیال رکھو:

۱- خوب شوق سے دعا مانگو۔

۲- گناہ کی چیز مت مانگو۔

۳- اگر کام ہونے میں دیر ہو جائے تو تنگ ہو کر دعا مت چھوڑو، قبول ہونے کا یقین رکھو۔

٤- استغفار کثرت سے کیا کرو، اس سے مشکل آسان اور روزی میں برکت ہوتی ہے۔

۵- اگر بدقسمتی سے گناہ ہو جائے تو توبہ میں دیر مت لگاؤ۔ اگر دوبارہ گناہ ہو جائے تو پھر جلدی سے توبہ کرو۔ یہ مت سوچو کہ جب توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو پھر ایسی توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟

کھانے پینے کے آداب:

۱- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، البتہ اگر برتن میں کئی قسم کی چیزیں ہوں تو جس چیز کو دل چاہے، جس طرف سے چاہو اٹھالو۔

۲- کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیا کرو اور برتن میں اگر تھوڑا سا سالن رہ جائے

تو اس کو بھی صاف کرلیا کرو۔

۳- لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اگر دل چاہے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھالو۔

٤- خربوزے کی قاشیں ہوں یا کھجور اور انگور کے دانے یا مٹھائی کی ڈلیاں، تو ایک ایک اٹھاؤ، دو دو مت لو۔

٥- اگر کوئی بدبودار چیز کھائی ہو جیسے: کچی پیاز، لہسن وغیرہ تو کسی کے سامنے جانے سے پہلے منہ اچھی طرح صاف کرلو تاکہ بو نہ رہے۔

٦- کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرو۔

٧- کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھولو اور کلی بھی کرلو۔

٨- زیادہ گرم کھانا مت کھاؤ۔

٩- مہمان کا اکرام کرو۔ اگر تم مہمان بن جاؤ تو اتنا مت ٹھہرو کہ دوسرے کو بوجھ محسوس ہونے لگے۔

١٠- کھانا مل کر کھانے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

١١- کھانا کھانے کے بعد دستر خوان اٹھائے جانے سے پہلے نہیں اٹھنا چاہیے اور جب تک ساتھی کھانا کھا رہے ہوں، ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے تاکہ وہ شرم کی وجہ سے سیر ہو کر کھانے سے محروم نہ رہ جائیں۔ اگر اٹھنے کی ضرورت ہو تو ساتھیوں سے عذر بیان کر دینا چاہیے۔

١٢- پانی تین سانس میں پینا چاہیے۔ شروع میں ''بسم اللہ'' اور آخر میں ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے اور سانس لیتے وقت برتن منہ سے الگ کر دینا چاہیے۔

١٣- بلا ضرورت کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے۔

١٤- دوسرے لوگوں کو پانی دیتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔

۱۵- برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پانی نہیں پینا چاہیے۔

پہننے اوڑھنے کے آداب:

۱- دائیں طرف سے پہننا شروع کرو، مثلاً: دائیں آستین، دایاں پائنچہ، دائیں جوتی۔

۲- لباس میں بہت زیادہ تکلف نہ کرو اور نہ ہی میلا کچیلا رہو۔ صفائی کا خیال رکھو، بالوں کو بنا سنوار کر رکھو، البتہ ہر وقت اسی میں نہ لگے رہو۔

بیماری اور علاج کے آداب:

۱- بیماری میں بد پرہیزی مت کرو۔

۲- خلافِ شرع تعویذ، گنڈا، ٹوٹکا ہرگز استعمال مت کرو۔

۳- اگر کسی کو نظر لگ جائے تو جس پر شبہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے تو اس سے کسی برتن میں وضو کروا کر وہ پانی متاثر شخص کے اوپر ڈال دیا جائے، نظر کا اثر زائل ہو جائے گا۔

٤- جن بیماریوں سے دوسروں کو نفرت ہوتی ہے، جیسے: خارش، خون خراب ہو جانا وغیرہ، ایسے بیمار کو چاہیے کہ حتی الامکان خود ہی سب سے الگ رہے، تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

خواب کے آداب:

۱- اگر ڈراؤنا خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دو اور تین بار "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ کر کروٹ بدل لو اور کسی سے ذکر مت کرو، ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

۲- اگر خواب بیان کرنا ہو تو ایسے شخص سے بیان کرو جو عقل مند اور تمہارا خیر خواہ ہو تا کہ بری تعبیر نہ بتائے۔

۳۔ جھوٹا خواب گھڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔

سلام کے آداب:

۱۔ سلام کرتے وقت ''السلام علیکم'' اور جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہیے۔ اس کے علاوہ دوسرے سب طریقے خلافِ سنت ہیں۔

۲۔ سلام میں پہل کرنے والے کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔

۳۔ کسی نے دوسرے کا سلام پہنچایا ہو تو جواب میں ((وَعَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَام)) کہنا چاہیے۔

٤۔ اگر کئی آدمیوں میں سے ایک نے سلام کرلیا تو سب کی طرف سے ہوگیا، اسی طرح ساری مجلس میں سے ایک نے جواب دے دیا تو وہ بھی سب کی طرف سے ہوگیا۔

۵۔ اگر کسی کو دور سے سلام کرنا ہو یا سلام کا جواب دینا ہو تو ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے، لیکن زبان سے بھی سلام کے الفاظ کہنے چاہییں۔ ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے وقت جھکنا منع ہے۔

٦۔ غیر مسلموں کے لیے "السلام علیکم" کے الفاظ کہنا جائز نہیں، بوقتِ ضرورت ان کو سلام کرتے وقت ((اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى)) اور جواب میں صرف ((وَعَلَيْكُمْ)) کہنا چاہیے۔

مجلس کے آداب:

۱۔ کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھو۔

۲۔ کوئی شخص مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ واپس آئے گا تو ایسی حالت میں اس کی جگہ کسی اور کو نہیں بیٹھنا چاہیے، وہ جگہ اُسی کا حق ہے۔

۳۔ اگر دو آدمی قصداً مجلس میں اکٹھے بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے

درمیان بیٹھنا منع ہے، البتہ وہ اگر اجازت دے دیں تو کوئی حرج نہیں۔

٤- جو شخص ملنے آئے، اس کو دیکھ کر ذرا اپنی جگہ سے ہل جاؤ جس سے وہ یہ سمجھے کہ اس نے میری قدر کی۔

۵- مجلس میں نمایاں ہو کر بیٹھنے کی کوشش نہ کرو۔ جہاں جگہ میسر ہو، عام لوگوں کی طرح بیٹھ جاؤ۔

٦- جب چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لو اور پست آواز سے چھینکو۔

۷- جمائی کو جہاں تک ہو سکے روکو۔ اگر نہ رکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لو۔

۸- بہت زور سے مت ہنسو۔

۹- ناک منہ چڑھا کر تکبر کے ساتھ نہ بیٹھو۔

۱۰- موقع کی کوئی بات ہو تو بولنے میں بھی کوئی حرج نہیں، البتہ فضول بات یا گناہ کی بات مت کرو۔

۱۱- مجلس میں بلاضرورت پاؤں مت پھیلاؤ۔

زبان کی حفاظت:

۱- سوچے سمجھے بغیر کوئی بات مت کہو، جب سوچ کر یقین ہو جائے کہ یہ بات کسی طرح بری نہیں، تب بولو۔

۲- کسی کو بے ایمان کہنا یا یوں کہنا کہ فلاں پر اللہ کی مار، اللہ کی پھٹکار، اللہ کا غضب پڑے، دوزخ نصیب ہو، چاہے آدمی کو کہے یا جانور کو، یہ سب گناہ ہے۔ جس کو کہا گیا ہے اگر وہ ایسا نہ ہوا تو یہ سب پھٹکار لوٹ کر اس کہنے والے پر پڑتی ہے۔

۳- اگر کوئی تمہیں نامناسب بات کہہ دے تو بدلے میں اتنا ہی کہہ سکتے ہو جتنا اس نے کہا، اگر ذرا بھی زیادہ کہا تو تم گناہ گار ہو جاؤ گے۔

۴- دوغلی بات یعنی ایک کے سامنے اس کے مطلب کی اور دوسرے کے سامنے اس کے مطلب کی بات مت کرو۔

۵- چغل خوری ہرگز نہ کرو اور نہ کسی کی چغلی سنو۔

۶- جھوٹ ہرگز مت بولو۔

۷- خوشامد سے کسی کی منہ پر تعریف مت کرو اور پیٹھ پیچھے بھی حد سے زیادہ تعریف مت کرو۔

۸- کسی کی غیبت ہرگز نہ کرو۔ کسی کے بارے میں پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو اور وہ بات اس میں پائی جاتی ہو تو یہ "غیبت" ہے۔ اگر وہ بات اس میں نہیں تو وہ "تہمت" ہے، اس میں اور بھی زیادہ گناہ ہے۔

۹- کسی سے بحث وتکرار مت کرو، اپنی بات پر اصرار مت کرو۔

۱۰- زیادہ مت ہنسو، اس سے دل کی رونق جاتی رہتی ہے۔

۱۱- جس شخص کی غیبت کی ہے اگر اس سے معاف نہ کرا سکو تو اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کیا کرو، امید ہے کہ قیامت میں معاف کردے۔

۱۲- جھوٹا وعدہ مت کرو۔

۱۳- ایسا مزاح مت کرو جس سے دوسرا ذلیل ہو جائے۔

۱۴- اپنی کسی چیز یا کسی خوبی پر بڑائی مت جتلاؤ۔

۱۵- سنی سنائی باتیں مت کیا کرو، کیونکہ اکثر ایسی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔

۱۶- لوگوں کو نیکی کی دعوت دو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو، البتہ اگر ماننے کی امید بالکل نہ ہو یا اندیشہ ہو کہ تکلیف پہنچائے گا تو خاموشی جائز ہے، مگر دل سے بری بات کو برا سمجھو، اور کسی ضرورت کے بغیر ایسے لوگوں سے میل جول مت رکھو۔

مسنون دعائیں

سوال: مختلف اوقات کی مسنون دعائیں بتایئے؟

جواب: ہمارے پیارے نبی ﷺ سے مختلف اوقات میں یہ پیاری دعائیں منقول ہیں:

سوتے وقت کی دعا:

« اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى. »

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی کے نام کے ساتھ میں مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔

سوکر اٹھنے کی دعا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ. »

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔

صبح کی دعا:

« اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا ، وَبِكَ نَحْيىٰ وَبِكَ نَمُوْتُ ، وَإِلَيْكَ النُّشُوْرُ. »

ترجمہ: یا اللہ! ہم نے آپ ہی کے نام سے صبح کی اور آپ ہی کے نام سے شام کی اور آپ ہی کی قدرت سے ہم زندہ ہیں۔ اور آپ ہی کی قدرت سے ہم مرتے ہیں اور ہمیں آپ ہی کی طرف دوبارہ اُٹھنا ہے۔ [ہماری صبح شام، زندگی موت آپ ہی کے نام اور قدرت سے ہے۔]

شام کی دعا:

« اَللّٰهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ أَصْبَحْنَا ، وَبِكَ نَحْيىٰ وَبِكَ نَمُوْتُ ،

وَإِلَيْكَ النُّشُوْرُ. »

ترجمہ: یا اللہ! ہم نے آپ ہی کے نام سے صبح کی اور آپ ہی کے نام سے شام کی اور آپ ہی کی قدرت سے ہم زندہ ہیں۔ اور آپ ہی کی قدرت سے ہم مرتے ہیں اور ہمیں آپ ہی کی طرف دوبارہ اُٹھنا ہے۔

کھانا کھانے کی دعا:

﴿ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴾

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

کھانے کے بعد کی دعا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ. »

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔

فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ پڑھنے کی دعا:

« اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ. »

ترجمہ: یا اللہ! مجھ کو دوزخ سے پناہ دے دیجیے۔

فجر اور مغرب کے بعد تین مرتبہ پڑھنے کی دعا:

« بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَآءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. »

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں کہ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز زمین اور آسمان میں نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہ سنتا اور جانتا ہے۔

سواری پر سوار ہونے کی دعا:

﴿ سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقۡرِنِينَ

وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے بس میں کر دیا اس کو، اور ہم اس کو قابو میں نہیں کر سکتے تھے، اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دعوت کھانے کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ ، وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ .))

ترجمہ: یا اللہ! ان کے لیے اس چیز میں برکت دیجیے جو تو نے ان کو عطا فرمائی اور ان کی خطاؤں کو بخشیے اور ان پر رحم کیجیے۔

نیا چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ .))

ترجمہ: اے اللہ! اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، خیریت اور اسلام کے ساتھ نکال۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ ، وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا .))

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے بچایا مجھے اس مصیبت سے کہ جس میں تجھے مبتلا کیا، اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

(لیکن ذرا آہستہ سے پڑھیں کہ اس کو سن کر افسوس نہ ہو)

کسی کو رخصت کرنے کی دعا:

((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ .))

ترجمہ: میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین اور تیری قابلِ حفاظت چیزوں کو، اور تیرے اعمال کے انجاموں کو۔

نکاح کی مبارک باد کی دعا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ .))

ترجمہ: اللہ تعالیٰ برکت دے تم دونوں کو اور برکت نازل کرے تم دونوں پر، اور ملاپ رکھے تم دونوں میں خیر کے ساتھ۔

مصیبت کے وقت کی دعا:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ! بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ .))

ترجمہ: اے اللہ! حی وقیوم! میں مدد چاہتا ہوں آپ کی رحمت کے ساتھ۔

ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت کی دعائیں:

((أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ، وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ .))

(تین مرتبہ)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں نہیں کوئی معبود سوائے اُس کے، وہی ہے زندہ اور قائم اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

((لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ .))

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سارا ملک اسی کا ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (ایک مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰهِ (۳۳ مرتبہ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (۳۳ مرتبہ) اَللّٰهُ أَكْبَرُ (۳۴ مرتبہ)

یاد رکھنے والی نصیحت:

جمعہ کے دن سورۂ کہف ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، اور سوتے وقت ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ﴾ بھی سورت کے ختم تک پڑھ لیا کرو۔ جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کیا کرو۔

رہنمائی:

معلم صاحب یہ دعائیں صحیح تلفظ کے ساتھ زبانی یاد کروائیں۔ اور نصیحت و نگرانی کریں کہ طلبہ انہیں روزمرہ کا معمول بنالیں۔

عملی مشق

☆... مختصر جوابات دیجیے:

(۱) بچہ کو کتنی عمر سے نماز کی تاکید شروع کرنی چاہیے؟

(۲) استغفار کے کون سے دو فائدے ہیں؟

(۳) پانی پینے کے کیا آداب ہیں؟

(٤) اگر کوئی ڈراونا خواب نظر آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

(۵) اگر کوئی دوسرے کا سلام پہنچائے تو اسے کیا جواب دیا جائے؟

(٦) جمائی آنے پر کیا کرنا چاہیے؟

(۷) غیبت کیا ہے؟

(۸) سو کر اٹھنے کی دعا سنائیں۔

(۹) نیا چاند دیکھ کر کیا پڑھنا چاہیے؟

(۱۰) کسی کو رخصت کرتے وقت اسے کیا دعا دی جائے؟

☆... خالی جگہ پُر کریں:

(۱) قضائے حاجت کے وقت ....کی طرف رُخ اور پشت نہ کرو۔

(۲) رشتہ داروں کو صدقات دینے سے ....اجروثواب ملتا ہے۔

(۳) دعا میں ....کی چیز مت مانگو۔

(٤) .... پڑھ کر کھانا شروع کرو .... ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے..............سے کھاؤ۔

(۵) اگر تم مہمان بن جاؤ تو اتنا مت ٹھہرو کہ دوسرے کو .... محسوس ہونے لگے۔

(٦) لباس میں بہت زیادہ..............نہ کرو اور نہ ہی..............رہو۔

(۷) بیماری میں..................مت کرو۔

(۸) ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے وقت............منع ہے۔

(۹) جب...............آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لو اور .... سے چھینکو۔

(۱۰) ایسا مزاح مت کرو جس سے دوسرا..............ہو جائے۔

کتاب السلوک والاحسان

(ظاہر و باطن کی اصلاح کا طریقہ)

الف: برے اخلاق اور ان سے نجات پانے کا طریقہ

سوال: ''سلوک واحسان'' یا ''تصوف'' کسے کہتے ہیں؟ دوسرے لفظوں میں یہ بتایئے کہ انسان کے ظاہر وباطن کی اصلاح کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اچھے اخلاق اپنا لینے اور بری عادتوں کو چھوڑ دینے سے انسان کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کی اس محنت کو ''سلوک و احسان'' اور ''تصوف'' کہتے ہیں۔ ذیل میں ان دونوں باتوں (اچھے اخلاق اپنانے اور بری عادتیں چھوڑ دینے) کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ إِلٰی أَجْسَامِکُمْ، وَلَا إِلٰی صُوَرِکُمْ، وَلٰکِنْ یَنْظُرُ إِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَأَعْمَالِکُمْ.» (رواہ مسلم:۶۷۰۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کی طرف نہیں دیکھتے، بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتے ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کو قبول نہیں فرماتے جو بظاہر اچھے معلوم ہوں، مگر حقیقت میں اخلاص اور توجہِ قلب سے خالی ہوں، مثلاً: کوئی شخص بظاہر عبادت میں مشغول ہے مگر اس کے دل میں غفلت چھائی ہوئی ہے اور اس بات کی طرف توجہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے یا کوئی اور کام کر رہا ہے تو عبادت مقبول نہیں ہوگی، اگر چہ اس صورت میں بھی فرض ادا ہو جائے گا مگر مکمل ثواب سے محروم رہے گا، اس لیے کہ دل جسم کا بادشاہ ہے، جب تک اس کی اصلاح نہیں ہوگی اس وقت تک دوسرے اعمال درست نہیں ہوں گے۔

لوگ آج کل اس میں بہت بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔ ظاہری اعمال تو تھوڑے بہت کرتے ہیں اور ان کا علم بھی کسی حد تک حاصل کرتے ہیں، مگر باطنی اصلاح اور قلب کی درستی کی کچھ بھی فکر نہیں کرتے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ باطنی امراض مثلاً: رِیا، کینہ، حسد وغیرہ کا علاج کوئی ضروری نہیں، فقط ظاہری اعمال ہی نجات کے لیے کافی ہیں، حالانکہ اصل مقصود اصلاحِ قلب ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے اور ظاہری اعمال ذریعہ ہیں قلب کے درست ہونے کا، اور ظاہر اور باطن میں کچھ ایسا قدرتی تعلق ہے کہ بغیر ظاہری حالت درست کیے باطنی حالت درست نہیں ہوتی اور جب تک ظاہری اعمال کی پابندی نہ ہو، اصلاحِ باطن باقی نہیں رہتی اور جب باطنی حالت درست ہو جاتی ہے تو ظاہری اعمال خوب اچھی طرح ادا ہوتے ہیں۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح ظاہری اعمال مثلاً نماز روزہ وغیرہ ادا کرنا اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جاننا واجب ہے، اسی طرح قلب کو باطنی امراض: رِیا، تکبر، کینہ، حسد اور بغض وغیرہ سے صاف رکھنا اور ان مہلک بیماریوں سے دل کی صفائی کا طریقہ جاننا بھی ضروری ہے۔

۱- زیادہ کھانے کی حرص اور اس کا علاج:

سوال: کھانے کی مقدار اور معیار کیا ہونا چاہیے؟ نیز کم کھانے سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: بہت سارے گناہ پیٹ کے زیادہ بھرنے سے ہوتے ہیں۔ اس میں کئی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے: مزیدار کھانے کی عادت نہ بناؤ۔ حرام روزی سے بچو۔ حد سے زیادہ پیٹ نہ بھرو بلکہ دو چار لقمے کی بھوک رکھ کر کھانا چھوڑ دو۔ اس میں بہت سارے فائدے ہیں، مثلاً: دل صاف رہتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر آتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ دل میں رقت اور نرمی رہتی ہے، جس سے دعا اور ذکر میں لذت معلوم ہوتی ہے۔ نفس میں بڑائی اور سرکشی نہیں پیدا ہوتی۔ نفس کو تھوڑی سی تکلیف پہنچتی ہے اور تکلیف کو دیکھ کر اللہ کا عذاب یاد آتا ہے۔ اس وجہ سے نفس گناہوں سے بچتا ہے۔ گناہ کی رغبت کم ہوتی ہے۔ طبیعت ہلکی رہتی ہے۔ نیند کم آتی ہے۔ تہجد اور دوسری عبادتوں میں سستی نہیں رہتی۔ بھوکوں اور عاجزوں پر رحم آتا ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ رحم دلی پیدا ہوتی ہے۔

۲- زیادہ بولنے کی عادت اور اس کا علاج:

سوال: اگر کوئی زیادہ بو[illegible]ہو جائے تو اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کرے؟

جواب: نفس کو زیادہ بولنے میں بھی مزہ آتا ہے اور اس سے وہ کئی گناہوں میں پھنس جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا، کسی کو طعنہ دینا، اپنی بڑائی جتلانا، خواہ مخواہ کسی سے بحث و مباحثہ کرنا، مالداروں کی خوشامد کرنا، ایسا مزاح کرنا جس سے کسی کا دل دکھے، ان سب آفتوں سے بچنا جب ہی ممکن ہے کہ زبان کی حفاظت کی جائے۔

اور اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ جو بات کہنی ہو تو وہ ذہن میں آتے ہی نہ کہہ

ڈالے، بلکہ پہلے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لے کہ اس بات میں گناہ ہے یا ثواب، یا یہ کہ نہ گناہ ہے نہ ثواب؟ اگر وہ بات ایسی ہے کہ جس میں گناہ ہے تو بالکل اپنی زبان بند رکھو۔ اگر اندر سے نفس تقاضا کرے تو اس کو اس طرح سمجھاؤ کہ اس وقت تھوڑا سا صبر کر لینا آسان ہے، مگر دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے۔ اگر وہ بات ثواب کی ہے تو کہہ ڈالو۔ اور اگر نہ گناہ ہے نہ ثواب ہے تو بھی مت کہو، اور اگر بہت ہی دل چاہے تو تھوڑی سی بات کر کے خاموش ہو جاؤ۔ ہر بات اسی طرح سوچ سمجھ کر کرتے رہیں گے تو تھوڑے دنوں میں بری بات کہنے سے خود ہی نفرت ہو جائے گی۔ زبان کی حفاظت کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ بلاضرورت کسی سے نہ ملو۔ تنہائی میں خود ہی زبان خاموش رہے گی۔

۳- غصہ اور اس کا علاج:

سوال: غصے کی حالت میں نفس پر کیسے قابو پایا جائے؟

جواب: غصے میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا، اس لیے زبان سے بھی موقع بے موقع بات نکل جاتی ہے اور ہاتھ سے بھی زیادتی ہو جاتی ہے، اس لیے غصے کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ غصہ کو روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آیا ہے، اس کے سامنے سے فوراً ہٹ جائے۔ پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں اللہ تعالیٰ کا قصوروار ہوں اور جیسے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطا معاف کر دیں، ایسے ہی مجھے بھی چاہیے کہ میں اس شخص کا قصور معاف کر دوں۔ اور زبان سے «اَعُوْذُ بِاللّٰہِ» بار بار پڑھے اور پانی پی لے یا وضو کر لے، اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ پھر جب عقل ٹھکانے آ جائے تو اس وقت اگر اس قصور پر سزا دینا مناسب معلوم ہو، مثلاً: سزا دینے میں اس قصوروار کی بھلائی ہے، جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے، یا سزا دینے میں دوسرے کی بھلائی ہے، جیسے اس شخص نے کسی پر ظلم کیا تھا اور مظلوم کی مدد کرنا اور

اس کا بدلہ لینا ضروری ہے تو پہلے خوب سمجھ لے کہ شریعت کے مطابق اس غلطی کی کتنی سزا ہونی چاہیے؟ پھر اسی قدر سزا دے دے۔ چند روز اس طرح غصہ روکنے سے خود بخود قابو آجائے گا اور تیزی نہیں رہے گی۔ بغض وعداوت بھی اسی غصے سے پیدا ہوجاتی ہے، جب غصہ کی اصلاح ہوجائے گی تو بغض بھی دل سے نکل جائے گا۔

٤- حسد اور اس کا علاج:

سوال: حسد کسے کہتے ہیں اور اس مرض سے نجات کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: کسی کو کھاتا پیتا یا پھلتا پھولتا دیکھ کر دل میں جلنا اور اس سے یہ نعمت چھن جانے پر خوش ہونا، اس کو ''حسد'' کہتے ہیں، یہ بہت بری چیز ہے۔ اس میں گناہ بھی ہے، ایسے شخص کی ساری زندگی تلخی میں گزرتی ہے۔ غرض اس کی دنیا اور دین دونوں بے لذت ہیں، اس لیے اس مصیبت سے جان چھڑانے کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے یہ سوچے کہ میرے حسد سے میرا ہی نقصان ہے کہ میری نیکیاں برباد ہورہی ہیں، اس کا کیا نقصان ہے؟ کیونکہ حدیث میں ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھالیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کررہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے قابل نہیں تھا اور اس کو نعمت کیوں دی؟ گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کررہا ہے۔ غرض یہ کہ حسد بہت بڑا گناہ ہے اور حاسد کا نقصان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ رنج وغم میں رہتا ہے اور جس پر حسد کیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ حسد سے وہ نعمت ختم نہیں ہوگی، بلکہ اس کو یہ فائدہ ہوگا کہ حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے پاس چلی جائیں گی۔ یہ سوچ لینے کے بعد اپنے دل پر جبر کرکے جس شخص پر حسد پیدا ہوا ہے، زبان سے دوسروں کے سامنے اس کی تعریف کرو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو مزید دے۔ اور اگر اس شخص سے

ملاقات ہو تو اس کا احترام کرو اور اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ شروع شروع میں ایسے برتاؤ سے نفس کو بہت تکلیف ہوگی، مگر رفتہ رفتہ آسانی ہو جائے گی اور حسد کے مرض سے ...ان شاء اللہ... جان چھوٹ جائے گی۔

۵- مال کی محبت اور اس کا علاج:

سوال: جب دنیا اور اس کے ساز و سامان کی حرص [لالچ و خواہش] دل میں رچ بس جائے تو دل سے دنیا کی محبت کیسے نکالیں؟

جواب: دنیا اور مال کی محبت ایسی بری چیز ہے کہ جب یہ دل میں آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت اس میں نہیں سماتی، کیونکہ ایسے شخص کو تو ہر وقت یہی فکر رہے گی کہ مال کس طرح آئے اور کیونکر جمع ہو؟ اتنی چیزیں ہو جائیں، ایسا گھر بنانا چاہیے، باغ لگانا چاہیے اور جائیداد خریدنی چاہیے۔ جب دن رات دل اسی میں رہے گا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی؟ ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب دل میں اس کی محبت جم جاتی ہے تو مر کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا اس کو برا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ خیال آتا ہے کہ مرتے ہی سارا مزہ چھن جائے گا۔ ایک اور برائی اس میں یہ ہے کہ جب آدمی دنیا سمیٹنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اس کو حرام حلال کا کچھ خیال نہیں رہتا، اپنے اور دوسرے کے حق میں فرق نہیں رہتا، نہ جھوٹ اور دھوکہ کی پرواہوتی ہے، بس یہی نیت رہتی ہے کہ کہیں سے آئے اور ہم اس کو سمیٹیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ جب یہ ایسی بری چیز ہے تو ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس سے بچے اور اپنے دل سے اس دنیا کی محبت نکالنے کی کوشش کرے۔

مال کی محبت دل سے نکالنے کے سات طریقے:

اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب

کچھ ایک دن چھوڑنا ہے۔ پھر اس میں دل لگانے کا کیا فائدہ؟ بلکہ جس قدر زیادہ دل لگے گا، اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ ضروریات زیادہ نہ بڑھائے۔ ضرورت سے زیادہ سامان اور جائیداد وغیرہ جمع نہ کرے۔ اپنا مال واسباب مختصر رکھے۔ تیسرے یہ کہ فضول خرچی نہ کرے کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ چوتھا یہ کہ درمیانے درجے کے کھانے کپڑے کی عادت رکھے۔ پانچواں یہ کہ غریبوں کے ساتھ زیادہ بیٹھے، مالداروں سے کم ملے کیونکہ مالداروں سے ملنے سے چیزوں کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ چھٹا یہ کہ جن بزرگوں نے دنیا سے بے رغبتی اختیار کی ہے، ان کے واقعات کا مطالعہ کیا کرے۔ ساتواں یہ کہ جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو، اس کو خیرات کردے یا بیچ دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان تدبیروں سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی اور دل میں جو دور دور کی امنگیں پیدا ہوتی ہیں کہ یوں جمع کریں، یوں سامان خریدیں، یوں اولاد کے لیے مکان اور جائیداد چھوڑ جائیں، جب دنیا کی محبت جاتی رہے گی تو یہ امنگیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

۶۔ کنجوسی اور اس کا علاج:

سوال: بخل کے مرض کا شافی علاج کیا ہے؟

جواب: بہت سے حق جن کا ادا کرنا فرض اور واجب ہے، جیسے: زکوٰۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد کرنا، اپنے غریب رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، کنجوسی میں یہ حق ادا نہیں ہوتے، اس کا گناہ ہوتا ہے، یہ دینی نقصان ہے۔ اور کنجوس آدمی سب کی نگاہوں میں ذلیل وبے قدر رہتا ہے، یہ دنیا کا نقصان ہے۔

اس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالے۔ جب اس کی محبت نہ رہے گی تو کنجوسی کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ جو چیز اپنی ضرورت سے

زیادہ ہو، طبیعت پر زور ڈال کر وہ کسی کو دے دیا کرے۔ اس سے نفس کو تکلیف ہوگی مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو برداشت کر لے۔ جب تک کنجوسی کا اثر دل سے بالکل نہ نکل جائے، اسی طرح کرتا رہے۔

۷- شہرت پسندی اور اس کا علاج:

سوال: شہرت پسندی سے انسان کن گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے اور اس سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے؟

جواب: جب آدمی کے دل میں شہرت کی خواہش ہوتی ہے تو دوسرے شخص کے نام اور تعریف سے جلتا اور حسد کرتا ہے۔ دوسرے شخص کی برائی اور ذلت سن کر خوش ہوتا ہے۔ یہ بھی بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی دوسرے کا برا چاہے اور اس میں یہ برائی بھی ہے کہ کبھی ناجائز طریقوں سے نام پیدا کیا جاتا ہے، مثلاً: شہرت کے لیے شادی وغیرہ میں خوب مال اڑایا، فضول خرچی کی اور وہ مال کبھی رشوت سے جمع کیا، کبھی سودی قرض لیا، یہ سارے گناہ اسی شہرت کے شوق کی بدولت ہوئے۔ دنیا کا نقصان اس میں یہ ہے کہ ایسے شخص کے حاسد اور دشمن بہت ہوتے ہیں اور ہمیشہ اس کو ذلیل اور بدنام کرنے اور اس کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ یہ سوچے کہ جن لوگوں کی نگاہ میں بڑائی اور تعریف ہوگی: نہ وہ رہیں گے اور نہ میں رہوں گا، تھوڑے دنوں کے بعد کوئی پوچھے گا بھی نہیں، تو ایسی بے بنیاد چیز پر خوش ہونا نادانی کی بات ہے۔

۸- غرور و تکبر اور اس کا علاج:

سوال: غرور اور تکبر کسے کہتے ہیں اور اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: غرور اور تکبر اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو علم، دینداری، حسب و

نسب، مال و حیثیت اور عقل وغیرہ میں اوروں سے بڑا سمجھے اور دوسروں کو اپنے سے حقیر جانے۔ یہ بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ دنیا میں بھی لوگ ایسے آدمی سے بہت نفرت کرتے ہیں اور اس کے دشمن بن جاتے ہیں، اگرچہ ڈر کے مارے ظاہری طور پر آؤ بھگت کرتے ہیں۔ ایک برائی یہ بھی ہے کہ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا، حق بات کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا، بلکہ برا مانتا ہے اور اس نصیحت کرنے والے کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی حقیقت میں غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں۔ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، اگر وہ چاہے تو ابھی سب لے لے، پھر تکبر کس بات پر کروں؟ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کرے تو اس وقت اپنی بڑائی پر نگاہ نہیں جائے گی۔ اور جس کو اس نے حقیر سمجھا ہے اس کے سامنے عاجزی سے پیش آئے اور اس کی تعظیم کیا کرے، بڑائی دل سے نکل جائے گی۔ اگر زیادہ ہمت نہ ہو تو اتنی ہی پابندی کر لے کہ جب کوئی چھوٹے درجے کا آدمی ملے تو اس کو پہلے خود سلام کر لیا کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی دل میں بہت زیادہ عاجزی پیدا ہوگی۔

۹- خود پسندی اور اس کا علاج:

سوال: خود پسندی کے مرض سے کیسے نجات حاصل کریں؟

جواب: اگر کوئی اپنے آپ کو اچھا سمجھے، اگرچہ دوسروں کو برا اور کم نہ سمجھے تو یہ بھی بری بات ہے۔ [اس کو ''عُجب'' کہتے ہیں۔] حدیث میں آیا ہے کہ یہ خصلت دین کو برباد کرتی ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ایسا آدمی اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتا کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کو اپنی برائیاں کبھی نظر نہیں آئیں گی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی خامیوں کو سوچا اور دیکھا کرے اور یہ سمجھے کہ میرے اندر جو خوبیاں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس

میں میرا کوئی کمال نہیں اور یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرے اور دعا کیا کرے کہ "اے اللہ! مجھے اس نعمت سے کبھی محروم نہ فرمانا۔"

ایک قابلِ توجہ بات:

باطنی امراض کے جو علاج مذکور ہوئے، ان پر ایک دو مرتبہ عمل کرنے سے باطنی اصلاح نہیں ہوتی اور اندورنی برائیاں ختم نہیں ہوتیں، بلکہ ان تدابیر کو مسلسل اختیار کیا جائے اور ہر وقت اصلاح کی فکر رہے، کیونکہ انسان کا نفس شریر ہے اور برائی کا ہر وقت حکم دیتا ہے، اس کی طرف ہمیشہ دھیان رہے۔

دل کی جتنی برائیاں ہیں اور ہاتھ پاؤں سے جتنے گناہ ہوتے ہیں، ان کے علاج کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جب نفس سے کوئی برائی یا گناہ کا کام ہو جائے تو اس کو کچھ سزا دیا کرے۔ اور دو سزائیں آسان ہیں، اس لیے کہ انہیں ہر شخص کر سکتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اپنے ذمہ جرمانے کے طور پر کچھ صدقہ مقرر کر لے: جب کوئی بری بات سرزد ہو جایا کرے تو وہ جرمانہ غریبوں میں بانٹ دیا کرے۔ اگر پھر گناہ ہو جائے تو دوبارہ اسی طرح کرے۔ دوسری سزا یہ ہے کہ ایک دو وقت کا کھانا نہ کھایا کرے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سب برائیاں چھوٹ جائیں گی۔

اچھے اخلاق اور ان کے حصول کے طریقے

سوال: انسان اصلاح کا محتاج ہے۔ ایسی چند باتیں بتا دیجیے جن پر عمل کر دینے سے ہماری اصلاح ہو جائے؟

جواب: اچھے اخلاق اپنا لینے اور بری عادتوں کو چھوڑنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے۔ دس اچھے اخلاق اور ان کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے:

۱- توبہ اور اس کا طریقہ:

توبہ ایسی چیز ہے کہ اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جو شخص بھی اپنی حالت میں غور کرے گا، اسے محسوس ہوگا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ ہو ہی جاتا ہے، اس لیے ہر شخص کو ''توبہ'' کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں گناہوں پر جو وعیدیں آئی ہیں، ان کو یاد کرے اور انجام کو سوچے، اس سے گناہ ہونے پر دل دکھے گا۔ اس وقت چاہیے کہ زبان سے بھی توبہ کرے اور جو نماز، روزہ وغیرہ چھوٹ گئے ہوں، ان کی قضا کرے۔ اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہوں تو ان سے معاف کرالے یا ادا کردے، اور جو ان کے علاوہ گناہ ہوئے ہوں تو اُن پر خوب کڑھے اور رونے کی شکل بنا کر اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگے۔

۲- خوفِ خدا اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ مجھ سے ڈرو۔ خوفِ خدا ایسی چیز ہے کہ آدمی اس کی بدولت گناہوں سے بچتا ہے۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو ''توبہ'' کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو سوچا کرے، جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم حق تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ۔ امید ایسی چیز ہے، جس سے نیک کام کرنے اور توبہ کرنے کی ہمت بڑھتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

۴- صبر اور اس کا طریقہ:

اپنے نفس کو دین کی باتوں کا پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کوئی کام نہ ہونے دینا، اس کو ''صبر'' کہتے ہیں اور اس کے کئی مواقع ہیں۔ ایک موقع یہ ہے کہ آدمی امن و

سلامتی کی حالت میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہو۔ مال و دولت عزت، آل اولاد، گھر بار، سازوسامان دیا ہو، ایسے وقت کا صبر یہ ہے کہ آدمی مال و دولت کی وجہ سے بگڑ نہ جائے، اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جائے، غریبوں کو حقیر نہ سمجھے، ان کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک کرتا رہے۔

دوسرا موقع عبادت کا وقت ہے کہ اس وقت نفس سستی یا کنجوسی کرتا ہے، جیسے: نماز کے لیے اٹھنے یا زکوٰۃ خیرات دینے میں۔ ایسے موقع پر تین طرح کا صبر درکار ہے۔ ایک عبادت سے پہلے کہ نیت درست رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے وہ کام کرے، نفس کی کوئی غرض نہ ہو۔ دوسرے عبادت کے وقت، کہ کم ہمتی نہ ہو۔ جس طرح اس عبادت کا حق ہے، اسی طرح ادا کرے۔ تیسرے عبادت کے بعد کہ کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے۔

تیسرا موقع گناہ کا وقت ہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔

چوتھا موقع وہ وقت ہے کہ جب کوئی انسان اسے تکلیف پہنچائے، برا بھلا کہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلہ نہ لے، خاموش ہو جائے۔

پانچواں موقع مصیبت، بیماری اور مال کے نقصان یا کسی عزیز و قریب کے مرجانے کا ہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلافِ شرع کوئی بات نہ کہے۔ چیخ چیخ کر نہ روئے۔

صبر کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ ان سب مواقع میں صبر کے ثواب کو یاد کرے اور یہ سوچے کہ بے صبری سے تقدیر تو ٹلتی نہیں، تو پھر صبر کا ثواب کیوں ضائع کیا جائے؟

۵- شکر اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر اس کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق ہونا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے تو اس کی خوب عبادت کی جائے اور ایسی نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑی ناشکری ہے۔ یہ خلاصہ ہے شکر کا۔ ظاہر ہے کہ بندے پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں۔ اگر کوئی مصیبت بھی ہے تو اس میں بھی

بندے کا فائدہ ہے، اس لیے وہ بھی نعمت ہے۔ جب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہی نعمت ہے تو پھر ہر وقت دل میں یہ خواہش رہنی چاہیے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ ''شکر'' کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا کرے اور ان کو خوب سوچا کرے۔

٦- توکل اور اس کا طریقہ:

یہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر نہ کوئی نفع حاصل ہوسکتا ہے اور نہ نقصان پہنچ سکتا ہے، اس لیے انسان پر لازم ہے کہ کسی بھی کام میں اپنی ''تدبیر'' پر بھروسہ نہ کرے اور تدبیر بھی کرے، کیونکہ تدبیر کرنا اللہ پاک کا حکم ہے، مگر اس کو مستقل نہ سمجھے، بلکہ یہ یقین رکھے کہ کام کا پورا ہونا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اگر وہ چاہیں گے تو تدبیر اثر کرے گی، ورنہ نہیں۔ نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے اور کسی مخلوق سے زیادہ امید نہ رکھے، نہ کسی سے زیادہ ڈرے۔ یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کو بھروسہ اور ''توکل'' کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو اور مخلوق کی محتاجی ہونے کو خوب سوچے اور یاد کیا کرے۔

۷- اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف دل کا کھنچنا اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سن کر اور ان کے کاموں کو دیکھ کر دل کو مزہ آنا، یہ محبت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا کثرت سے ورد کرے، اس کی صفات کمال کو یاد کیا کرے اور اللہ تعالیٰ کو بندے کے ساتھ جو محبت ہے، اس میں غور کرے۔

۸- اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا اور اس کا طریقہ:

جب مسلمان کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی ہوتا ہے، اس میں انسان کا فائدہ اور خیر ہے تو پھر ہر بات پر راضی رہنا چاہیے اور کسی قسم کا شکوہ شکایت نہیں

کرنی چاہیے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس بات کا دھیان رہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو بھی فیصلہ ہوتا ہے، اس میں خیر ہوتی ہے۔

۹- خالص نیت اور اس کا طریقہ:

کوئی شخص دین کا کوئی کام کرے تو اس میں دنیا کا کوئی مفاد نہ ہو، نہ تو دکھلاوا ہو اور نہ کوئی اور مطلب ہو، جیسے: کسی کا پیٹ خراب ہے، اس نے اس نیت سے روزہ رکھ لیا کہ ثواب بھی ملے گا اور پیٹ بھی ہلکا ہو جائے گا یا نماز کے وقت پہلے سے وضو ہو، مگر گرمی کی وجہ سے وضو دوبارہ کر لے کہ وضو بھی تازہ ہو جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ یا کسی مانگنے والے کو اس لیے دے دیا کہ اس کے سوال سے جان چھوٹے اور صدقہ بھی ہو جائے۔ یہ سب باتیں سچی نیت کے خلاف ہیں۔

''خالص نیت'' کا طریقہ یہ ہے کہ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرے کہ نیت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور چیز کا شائبہ ہو تو دل کو اس سے صاف کرلے۔

۱۰- اللہ تعالیٰ کی ذات پر دھیان جمانے کا طریقہ:

دل میں ہر وقت یہ دھیان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے تمام ظاہری اور باطنی حالات کی خبر ہے۔ اگر کوئی برا کام ہوگا یا برا خیال لایا جائے گا تو اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں سزا دیں گے۔ عبادت کے وقت یہ خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کو دیکھ رہا ہے، اس لیے اچھی طرح ادا کرنا چاہیے۔ یہ سوچنے سے تھوڑے دنوں میں اس کا دھیان جم جائے گا، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوگی۔

تلاوت میں دل لگانے کا طریقہ:

سوال: قرآنِ کریم سے لطف اٹھانے اور اس کی تلاوت سے خوب لطف اندوز ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ ہمیں تھوڑا سا قرآن سناؤ، تاکہ ہم دیکھیں کہ کیسا پڑھتے ہو تو اس وقت جہاں تک ہوسکتا ہے پڑھنے والا خوب بنا سنوار کر اور سنبھال کر پڑھے گا، لہٰذا جب قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ ہو تو دل میں یہ سوچ لیا کرو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے قرآن مجید سنانے کی فرمائش کی ہے اور یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں، نیز یہ خیال کرو کہ کسی آدمی کے کہنے سے میں بنا سنوار کر پڑھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے تو خوب اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ یہ سب باتیں سوچ کر اب پڑھنا شروع کرو اور جب تک پڑھتے رہو، یہی باتیں ذہن میں رکھو اور جب پڑھنے میں بوجھ ہونے لگے یا توجہ ادھر ادھر بٹنے لگے تو تھوڑی دیر کے لیے پڑھنا روک کر یہ باتیں دوبارہ سوچ کر پھر تازہ کرلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طریقے سے صحیح اور صاف بھی پڑھا جائے گا اور دل بھی ادھر متوجہ رہے گا۔ اگر کچھ مدت تک اسی طرح پڑھتے رہو گے تو پھر آسانی سے دل لگنے لگے گا۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ:

سوال: نماز میں خشوع وخضوع کیسے پیدا کیا جائے؟

جواب: نماز کا کوئی عمل (قیام، قراءت، رکوع، سجود اور تسبیحات وغیرہ) بے توجہی سے ادا نہ ہو، بلکہ ہر عمل دھیان اور توجہ سے ادا ہو، مثلاً: تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت یہ دھیان رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا اس کی عبادت کر رہا ہوں، پھر ثنا پڑھتے وقت یہ سوچے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہا ہوں۔ اسی طرح قراءت، تسبیحات اور دیگر ارکان میں سے ہر ایک کو اس طرح ادا کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہا لیکن اللہ تعالیٰ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس دھیان اور توجہ سے چند دن جب نماز پڑھے گا تو اس کے بعد اس کی توجہ نماز میں نہیں بٹے گی اور نماز میں مزہ آئے گا۔

اپنے نفس کے شر سے بچنے کا طریقہ:

سوال: نیکی کے کاموں میں سستی اور کاہلی سے کیسے بچا جائے؟

جواب: اوپر جتنی اچھی اور بری باتوں اور ثواب وعذاب کی چیزوں کا بیان آیا ہے، ان میں دو چیزیں خرابی پیدا کر دیتی ہیں: ایک تو خود اپنا نفس کہ ہر وقت طرح طرح کی باتیں سمجھاتا ہے، نیک کاموں میں بہانے نکالتا ہے اور برے کاموں میں اپنی ضرورتیں یاد دلاتا ہے، عذاب سے ڈراؤ تو اللہ تعالیٰ کا غفور ورحیم ہونا یاد دلاتا ہے۔ اوپر سے شیطان اس کو سہارا دیتا ہے۔ دوسرے فساد ڈالنے والے وہ آدمی ہیں، جو اس سے کسی طرح کا تعلق رکھتے ہیں، یا تو عزیز و اقارب ہیں یا جان پہچان والے ہیں یا برادری والے ہیں۔ کچھ گناہ تو اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے سے ان کی بری باتوں کا اثر اس میں آجاتا ہے اور بعض گناہ ان کی خاطر داری کی وجہ سے ہوتے ہیں اور بعض اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں ہلکا پن نہ ہو اور بعض گناہ اس لیے ہو جاتے ہیں کہ لوگ اس کے ساتھ برائی کرتے ہیں، کچھ وقت اس برائی کے رنج میں، کچھ وقت ان کی غیبت میں اور کچھ وقت ان سے بدلہ لینے کی فکر میں خرچ ہوتا ہے اور پھر اس سے طرح طرح کے گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ غرض، ساری خرابی اس نفس کی تابعداری کی وجہ سے ہے، اس لیے اس کی خرابی سے بچنے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں:

ایک تو اپنے نفس کو دبانا اور اس کو کبھی بہلا پھسلا کر، کبھی ڈانٹ ڈپٹ کر دین کی راہ پر لگانا۔ دوسرا لوگوں سے زیادہ لگاؤ نہ رکھنا اور اس بات کی پرواہ نہ کرنا کہ وہ اچھا کہیں گے یا برا کہیں گے۔

عام لوگوں کے ساتھ معاملہ:

سوال: لوگوں کے ساتھ معاملات اور برتاؤ کیسا کرنا چاہیے؟

جواب: لوگ تین طرح کے ہیں: ایک تو وہ جن سے دوستی اور رشتہ داری کا تعلق

ہے۔ دوسرے وہ جن سے صرف جان پہچان ہے۔ تیسرے وہ جن سے جان پہچان بھی نہیں۔ ہر ایک کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ الگ ہے۔

۱- جن سے جان پہچان بھی نہیں اگر ان کے ساتھ میل جول رکھنا پڑے تو ان باتوں کا خیال رکھو کہ وہ جو ادھر ادھر کی باتیں اور خبریں بیان کریں، ان کی طرف کان مت لگاؤ۔ ان سے بہت زیادہ مت ملو۔ ان سے کوئی امید نہ رکھو اور التجا مت کرو۔ اور اگر کوئی بات ان میں خلافِ شرع دیکھو تو اگر یہ امید ہو کہ نصیحت مان لیں گے تو نرمی سے سمجھا دو۔

۲- جن لوگوں سے دوستی اور تعلق ہے ان میں اس کا خیال رکھو کہ اوّل تو ہر کسی سے دوستی اور راہ ورسم مت پیدا کرو کیونکہ ہر آدمی دوستی کے قابل نہیں ہوتا، البتہ جس میں یہ پانچ باتیں ہوں اس سے راہ ورسم رکھنے میں کوئی حرج نہیں:

۱- پہلی بات یہ کہ وہ عقل مند ہو، کیونکہ بیوقوف آدمی سے ایک تو دوستی کا نباہ نہیں ہوتا، دوسرے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے، مگر بے وقوفی کی وجہ سے الٹا نقصان کر گزرتا ہے۔

۲- دوسری بات یہ ہے کہ اس کے اخلاق و عادات درست ہوں، اپنے مطلب کی دوستی نہ رکھے اور غصے کے وقت آپے سے باہر نہ ہو جائے، ذرا ذرا سی بات میں طوطے کی سی آنکھیں نہ بدلے۔

۳- تیسری بات یہ ہے کہ دین دار ہو، کیونکہ بے دین شخص جب اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا تو تمہیں اس سے کیا امید ہے کہ اس سے وفا ہوگی؟ دوسری خرابی یہ ہے کہ جب تم بار بار اس کو گناہ کرتے دیکھو گے اور دوستی کی وجہ سے نرمی کرو گے تو خود تمہیں بھی اس گناہ سے نفرت نہیں رہے گی۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ اس کی بری صحبت کا اثر تم پر بھی پڑے گا اور تم سے بھی ویسے ہی گناہ ہونے لگیں گے۔

٤- چوتھی بات یہ ہے کہ اس کو دنیا کی لالچ نہ ہو، کیونکہ لالچ والے کے پاس بیٹھنے سے ضرور دنیا کی خواہش بڑھتی ہے۔ جب ہر وقت اس کو اسی دھن اور اسی چرچے میں دیکھوگے، کہیں پیسے کا ذکر ہے، کہیں عمدہ لباس کی فکر ہے، کہیں گھر کے سامان کا دھندا ہے تو تمہیں بھی ضرور خواہش ہوگی۔ جس کو خود خواہش نہ ہو، کم قیمت کپڑا پہنتا ہو، ادنیٰ درجہ کا کھانا کھاتا ہو، ہر وقت دنیا کی ناپائیداری کا ذکر کرتا ہو، اس کے پاس بیٹھ کر جو کچھ تھوڑی بہت حرص ہوتی ہے، وہ بھی دل سے نکل جاتی ہے۔

٥- پانچویں بات یہ ہے کہ اس کی عادت جھوٹ بولنے کی نہ ہو، کیونکہ جھوٹ بولنے والے آدمی کا کوئی اعتبار نہیں، خدا جانے اس کی کس بات کو سچا سمجھ کر آدمی دھوکے میں آجائے۔

ان پانچ باتوں کا خیال تو دوستی کا تعلق قائم کرنے سے پہلے کرلینا چاہیے اور جب کسی میں یہ پانچوں باتیں دیکھ لیں اور تعلق پیدا کرلیا تو اب اس کے حقوق اچھی طرح ادا کرو۔ وہ حقوق یہ ہیں کہ جہاں تک ہوسکے ضرورت کے وقت اس کے کام آؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ گنجائش دیں تو اس کی مدد کرو۔ اس کا راز کسی سے مت کہو۔ جو کوئی اس کو برا کہے، اس کو نہ بتاؤ۔ جب وہ بات کرے تو کان لگا کر سنو۔ اگر اس میں کوئی عیب دیکھو تو نرمی اور خیر خواہی سے تنہائی میں سمجھاؤ۔ اگر اس سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرو اور اس کی بھلائی کے لیے دعا کرتے رہو۔

٣- اب رہ گئے وہ آدمی جن سے صرف جان پہچان ہے، ایسے آدمیوں سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ جو دوست ہیں وہ تمہارے فائدے میں ہیں اور جن سے جان پہچان بھی نہیں وہ اگر فائدے میں نہیں تو برائی میں بھی نہیں۔ اور جن سے نہ دوستی ہے اور نہ بالکل ناواقف ہیں، زیادہ تکلیف ایسوں ہی سے پہنچتی ہے کہ زبان سے تو دوستی اور خیر خواہی کا دَم بھرتے ہیں اور پس پردہ جڑیں کھودتے، حسد کرتے ہیں۔ ہر وقت عیب ڈھونڈا کرتے

ہیں اور بدنام کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اس لیے جہاں تک ہو سکے کسی سے خواہ مخواہ جان پہچان پیدا مت کرو۔ اُن کی دنیا کو دیکھ کر لالچ مت کرو اور ان کی خاطر اپنا دین برباد مت کرو۔ اگر کوئی تم سے دشمنی بھی کرے تو تم اس سے دشمنی مت کرو۔ اس کی طرف سے پھر تمہارے ساتھ اور زیادہ برائی ہوگی جس کو برداشت نہیں کر سکو گے اور اسی دھندے میں لگ جاؤ گے، جس سے دین اور دنیا کا نقصان ہوگا۔ اس واسطے درگزر ہی بہتر ہے۔ جو کوئی تمہاری غیبت کرے تو سن کر نہ غصہ ہو، نہ یہ تعجب کرو کہ اس نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا اور میرے حق کا یا میرے احسان کا یا میرے بڑے ہونے کا یا میرے تعلق کا کوئی خیال نہیں کیا، کیونکہ اگر انصاف سے دیکھو تو تم بھی خود سب کے ساتھ ہر وقت ایک حالت پر نہیں رہ سکتے ہو۔ سامنے اور برتاؤ ہوتا ہے اور پس پشت اور۔ پھر جس مصیبت میں خود مبتلا ہو، دوسروں پر کیوں تعجب کرتے ہو؟ کسی سے امیدیں وابستہ مت کرو۔

خلاصہ یہ کہ کسی سے کسی طرح کی کوئی توقع مت رکھو، نہ تو کسی قسم کا فائدے پہنچنے کی، نہ کسی کی نظر میں عزت بڑھنے کی اور نہ کسی کے دل میں محبت پیدا ہونے کی۔ جب کسی سے کوئی امید نہ رکھو گے تو پھر کوئی تم سے کیسا ہی برتاؤ کرے، تمہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور خود جہاں تک ہو سکے سب کو فائدہ پہنچاؤ۔ اگر کسی کے لیے کوئی بھلائی کی بات سمجھ میں آئے اور یہ یقین ہو کہ وہ مان لے گا تو اس کو بتا دو، ورنہ خاموش رہو۔ اگر کسی سے کوئی فائدہ پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس شخص کے لیے دعا کرو اور اگر کسی سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو یہ سمجھو کہ یہ میرے کسی گناہ کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو اور اس شخص سے بغض مت رکھو۔ غرض یہ کہ مخلوق کی بھلائی کو نہ دیکھو، بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھو۔ اسی سے تعلق رکھو اور اسی کی تابعداری اور یاد میں لگے رہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

شیخِ کامل کے ساتھ تعلق

پیری مریدی کا بیان:

سوال: بزرگوں سے بیعت اور اصلاحی تعلق کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: کسی اللہ والے بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھنے کے کئی فائدے ہیں:

ایک فائدہ یہ ہے کہ اصلاحِ باطن کے جو طریقے مذکور ہوئے اُن پر عمل کرنے میں کبھی کم فہمی سے غلطی ہو جاتی ہے، شیخِ کامل اس کا صحیح راستہ بتا دیتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ کتاب میں پڑھنے سے بسا اوقات اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا شیخ کے وعظ و نصیحت اور ہدایات سے ہوتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ پیر سے اعتقاد اور محبت ہو جاتی ہے اور یوں جی چاہتا ہے کہ جو اس کا طریقہ ہے ہم بھی اسی کے مطابق چلیں۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ پیر اگر نصیحت کرتے وقت سختی یا غصہ کرتا ہے تو ناگوار نہیں ہوتا، پھر اس نصیحت پر عمل کرنے کی زیادہ کوشش ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو ان لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔

شیخِ کامل کی علامات:

سوال: شیخِ کامل کی علامات کیا ہیں؟

جواب: اگر کسی شیخ سے اصلاحی تعلق رکھنے کا ارادہ ہو تو پہلے درج ذیل باتوں کا اطمینان کرلیں۔ جس میں یہ باتیں نہ ہوں، اس سے تعلق قائم نہ کریں:

۱- پیر دین کے ضروری مسائل جانتا ہو، شریعت سے ناواقف نہ ہو۔

۲- اس کے عقائد قرآن و سنت کے مطابق ہوں، جن کا ذکر اس کتاب کے شروع

میں ''کتاب العقائد'' میں آچکا ہے، نیز شریعت کے احکام اور اصلاحِ باطن کے جو طریقے اس کتاب میں مذکور ہوئے ہیں، اس میں کوئی بات ان کے خلاف نہ ہو۔

۳- پیری مریدی محض پیشہ کے لیے نہ کرتا ہو۔

٤- کسی ایسے بزرگ کا خلیفہ مجاز ہو جس کو علماء و مشائخ بزرگ سمجھتے ہوں۔

۵- اس پیر کو بھی نیک لوگ اچھا کہتے ہوں۔

٦- اس کی تعلیم میں یہ اثر ہو کہ دین کی محبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ یہ بات اس کے مریدوں کا حال دیکھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ اگر دس مریدوں میں پانچ چھ مرید بھی اچھے ہوں تو سمجھو کہ یہ پیر تاثیر والا ہے۔ اور ایک آدھ مرید کے برے ہونے سے شبہہ مت کرو۔ اور تم نے جو سنا ہوگا کہ بزرگوں میں ''تاثیر'' ہوتی ہے وہ ''تاثیر'' یہی ہے۔ تاثیر کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جو کچھ کہہ دیتے ہیں اسی طرح ہوتا ہے۔ ان کے ایک پھونک مارنے سے بیماری دور ہو جاتی ہے، یا جس کام کے لیے تعویذ دیتے ہیں وہ کام مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے، یا ایسی توجہ ڈالتے ہیں کہ آدمی پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ ان تاثیروں سے کبھی دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ تاثیر سے مراد یہ ہے کہ دین پر چلنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

۷- اس پیر میں یہ بات ہو کہ دین کی نصیحت کرنے میں مریدوں کا لحاظ نہ کرتا ہو، ہر خلافِ شرع اور نامناسب کام سے روک دیتا ہو۔ جب کوئی ایسا اللہ والا مل جائے تو اچھی نیت سے یعنی خالص اصلاحِ باطن کی نیت سے تعلق قائم کرنا چاہیے۔ اگر مذکورہ بالا اوصاف کا حامل کوئی شیخ میسر نہ ہو تو مرید بننا فرض تو ہے نہیں، البتہ دین کی راہ پر چلنا فرض ہے، مرید ہوئے بغیر بھی اس راہ پر چلتے رہو۔

مرشد سے تعلق کے آداب:

سوال: مرید کو اپنے شیخ کے بارے میں کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب: اپنے شیخ اور مرشد کا خوب ادب کرے۔ ذکر واذکار کے جو طریقے وہ بتائے ان کی پابندی کرے۔ اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ اصلاحی تعلق رکھنے میں مجھے جتنا فائدہ ان سے پہنچ سکتا ہے، اتنا اس زمانے کے کسی اور بزرگ سے نہیں پہنچ سکتا۔

اگر بے دین پیر سے تعلق ہو جائے:

سوال: اگر پیر بے عمل ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر غلطی سے کسی بے دین پیر سے تعلق ہو جائے یا پہلے وہ دیندار تھا، بعد میں بگڑ گیا تو اس سے تعلق ختم کر کے کسی متبع شریعت بزرگ سے تعلق قائم کر لے، لیکن اگر کوئی ہلکی سی بات کبھی کبھار پیر سے ہو جائے تو یوں سمجھے کہ آخر یہ بھی تو انسان ہے، فرشتہ نہیں، اس سے غلطی ہوگئی جو توبہ سے معاف ہو سکتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر اعتقاد خراب نہ کرے، البتہ اگر وہ اس خلافِ شرع بات پر ڈٹا رہے تو پھر تعلق ختم کر دے۔ پیر کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس کو ہر وقت ہماری حالت کا علم ہوتا ہے، بہت بڑا گناہ ہے۔ پیری مریدی کے متعلق ایسی کتابیں کبھی نہ دیکھے جن کا ظاہری مطلب خلافِ شرع ہے۔ اسی طرح جو اشعار خلافِ شرع ہیں، ان کو کبھی نہ پڑھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''شریعت'' اور چیز ہے اور ''طریقت'' یعنی پیری مریدی اور چیز ہے، یہ لوگ گمراہ ہیں، انہیں جھوٹا سمجھنا فرض ہے۔ اگر پیر کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے تو اس پر عمل درست نہیں۔ اگر وہ اس پر ضد کرے تو اس سے تعلق ختم کر دے۔

سوال: اس راستے کے کچھ آداب بتا دیجیے؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی برکت سے دل میں کوئی اچھی حالت پیدا ہو یا اچھے خواب نظر آئیں یا جاگتے میں کوئی آواز یا روشنی معلوم ہو تو اپنے پیر کے علاوہ کسی سے ذکر نہ کرے، نہ کبھی اپنے وظائف اور عبادت کا کسی کو بتائے۔ اگر پیر نے کوئی وظیفہ یا ذکر بتایا اور

کچھ مدت تک اس کا اثر یا مزہ معلوم نہ ہو تو اس سے تنگ دل یا پیر سے بداعتقاد نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ بڑا اثر یہی ہے کہ اللہ کا نام لینے کا دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے اور اس نیک کام کی توفیق ہوتی ہے اور ایسے اثر کا کبھی دل میں خیال نہ لائے کہ مجھے خواب میں بزرگوں کی زیارت ہوا کرے، مجھے مستقبل میں ہونے والی باتیں معلوم ہو جایا کریں، مجھے خوب رونا آیا کرے، مجھے عبادت میں ایسا انہماک حاصل ہو جائے کہ دوسری چیزوں کی خبر ہی نہ رہے۔ کبھی کبھی یہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں۔ اگر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے اور اگر نہ ہوں یا ہو کر کم ہو جائیں تو تو پریشان نہ ہو، البتہ خدانخواستہ اگر شریعت کی پابندی میں کمی ہونے لگے یا گناہ سرزد ہونے لگیں تو یہ بات پریشانی کی ہے۔ جلدی ہمت کر کے اپنی حالت درست کرے اور پیر کو اطلاع دے اور وہ جو ہدایت دے اس پر عمل کرے۔

دوسرے بزرگوں کی شان میں گستاخی نہ کرے، نہ کسی اور بزرگ کے مریدوں سے یوں کہے کہ ہمارا پیر تمہارے پیر سے بڑھ کر ہے۔ ایسی باتوں سے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی پیر بھائی پر پیر کی توجہ زیادہ ہو یا اس کو وظیفہ و ذکر سے زیادہ فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو اس پر حسد نہ کرے۔

عملی مشق

☆... مختصر جوابات دیجیے:

(۱) غصے کو روکنے کے کوئی دو طریقے ذکر کریں۔

(۲) حسد کسے کہتے ہیں؟

(۳) کنجوسی کا دنیوی نقصان کیا ہے؟

(۴) دل کی بیماریوں اور گناہوں کے علاج کا ایک آسان طریقہ کیا ہے؟

(۵) خوف خدا کا کیا فائدہ ہے؟

(٦) صبر کے حصول کا طریقہ ذکر کریں۔

(۷) اللہ کی محبت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

(۸) کسی اللہ والے بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھنے کے دو فائدے بتائیں۔

(۹) شیخ کامل کی کوئی دو علامات ذکر کریں۔

(۱۰) اپنے شیخ سے فائدہ پہنچنے کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے؟

☆... مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں:

(۱) جس طرح اعمال ظاہرہ کا ادا کرنا ضروری ہے، اسی طرح قلب کو ....سے صاف رکھنا بھی ضروری ہے۔

(۲) حد سے زیادہ پیٹ نہ بھرو، بلکہ ....کی بھوک رکھ کر کھانا چھوڑو۔

(۳) جب غصے کی اصلاح ہو جائے گی تو ....بھی دل سے نکل جائے گا۔

(٤) ....نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔

(۵) مال کی محبت جب دل میں آتی ہے تو ....کی یاد اور محبت دل میں نہیں سماتی۔

(٦) جب آدمی کے دل میں ....کی خواہش ہوتی ہے تو دوسرے شخص کے نام اور تعریف سے جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔

(۷) جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ ....میں نہیں جائے گا۔

(۸) ....ایسی چیز ہے کہ اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۹) نفس کو دین کی باتوں کا پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کوئی کام نہ ہونے دینا...............کہلاتا ہے۔

(۱۰) جب کسی سے کوئی ....نہ رکھو گے تو پھر کوئی تم سے کیسا ہی برتاؤ کرے، تمہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوگی۔

کتاب الطھارۃ

(طہارت کے احکام)

وضواور غسل کی فضیلت:

سوال: وضواور غسل کی فضیلت بیان کیجیے؟

جواب: حدیث میں ہے کہ جو مسلمان وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو اس کی آنکھوں نے کیا تھا، پھر جب دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھوں کے وہ تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو ہاتھوں سے کیا تھا، پھر جب دونوں پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو پاؤں سے کیا تھا، یہاں تک کہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔(مسلم شریف)

ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے، اور آنکھ کا گناہ، جیسے: کسی کو بری نظر سے دیکھنا اور ہاتھ کا گناہ، جیسے: کسی کو بری نیت سے ہاتھ لگانا اور پاؤں کا گناہ، جیسے: بری نیت سے کہیں جانا۔

وضو کا بیان

وضو کرنے کا طریقہ:

سوال: وضو کرنے کا مسنون طریقہ بیان کیجیے۔

جواب: وضو کرنے والے کو چاہیے کہ وضو سے پہلے طہارت کی نیت کر لے، ''نیت'' کے بغیر وضو کا ثواب نہ ہوگا، اگر چہ وضو ہو جائے گا۔ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے

کسی اونچی جگہ بیٹھے تا کہ چھینٹیں نہ پڑیں۔

وضو شروع کرتے وقت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کہے اور سب سے پہلے تین دفعہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے۔ پھر تین دفعہ کلی کرے اور مسواک کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا صرف انگلی سے اپنے دانت صاف کرلے تا کہ میل کچیل دور ہو جائے۔ اگر روزے سے نہ ہو تو غرغرہ کر کے اچھی طرح پورے منہ میں پانی پہنچائے اور اگر روزہ ہو تو غرغرہ نہ کرے، کیونکہ اس سے حلق میں پانی جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اس طرح ناک صاف کرے کہ ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچ جائے۔ جس کا روزہ ہو وہ نرم ہڈی سے اوپر پانی نہ لے جائے۔

پھر سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک تین دفعہ چہرہ دھوئے۔ کوشش کرے کہیں کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ پھر تین بار دایاں ہاتھ کہنی سمیت دھوئے۔ پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین دفعہ دھوئے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کرے۔ انگوٹھی، چھلا وغیرہ جو کچھ ہاتھ میں پہنا ہوا ہو، اسے ہلالے تا کہ اس کے نیچے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ پھر ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے، پھر کان کا مسح کرے۔ کان کے اندر کے حصے کا شہادت کی انگلی سے اور کان کے اوپر کے حصے کا انگوٹھوں سے مسح کرے۔ پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، لیکن گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ بدعت ہے۔ کان کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ سر کے مسح سے جو بچا ہوا پانی ہاتھ میں لگا ہے وہی کافی ہے۔

آخر میں تین بار دایاں پاؤں ٹخنے سمیت دھوئے، پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین دفعہ دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے۔ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

یہ وضو کا تفصیلی طریقہ ہے۔ وضو میں بعض چیزیں فرض ہیں، جن کے چھوڑ دینے سے وضو نہیں ہوتا۔ بعض چیزیں سنت ہیں، جن کے کرنے کی شریعت میں تاکید آئی ہے۔ کبھی کبھار چھوٹ جائیں تو صرف ثواب میں کمی آتی ہے اوران کو چھوڑنے کی عادت بنانے سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے۔ اور بعض چیزیں مستحب ہیں جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

وضو کے فرائض اوران سے متعلقہ مسائل:

سوال: وضو کے فرائض اوران سے متعلقہ مسائل بیان کیجیے۔

جواب: وضو میں صرف چار چیزیں فرض ہیں:

۱- ایک مرتبہ پورا چہرہ دھونا۔

۲- ایک دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

۳- ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

٤- ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

ان میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی یا کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ جائے گی تو وضو نہیں ہوگا۔

مسئلہ: جب یہ چار عضو جن کا دھونا فرض ہے، دھل جائیں گے تو وضو ہو جائے گا، چاہے وضو کا ارادہ ہو یا نہ ہو، جیسے: کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر پانی بہالے اور وضو نہ کرے، یا حوض میں گر جائے یا بارش میں باہر کھڑا ہو جائے اور وضو کے یہ اعضاء دھل جائیں تو وضو ہو جائے گا، لیکن نیت نہ ہونے کی وجہ سے وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے ناخن میں آٹا وغیرہ لگ کر سوکھ گیا اوراس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا۔ جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو اسے چھڑا کر پانی ڈال لے اور اگر پانی

پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہوتو اس کو لوٹائے۔

مسئلہ: ڈاڑھی یا مونچھ یا بھنویں اتنی گھنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو کھال کا دھونا فرض نہیں، بلکہ وہ بال ہی کھال کے قائم مقام ہیں، ان پر پانی بہادینا کافی ہے۔

مسئلہ: بھنویں یا ڈاڑھی یا مونچھ اس قدر گھنی ہوں کہ اس کے نیچے کی کھال چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اتنے بالوں کا دھونا فرض ہے جو چہرے کی حد کے اندر ہیں، باقی بال جو اس حد سے آگے بڑھ گئے ہوں ان کا دھونا فرض نہیں۔

مسئلہ: وضو کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں، بلکہ پانی بہانا فرض ہے۔

وضو کی سنتیں:

سوال: وضو کی سنتیں بیان کیجیے۔

جواب: وضو کی سنتیں یہ ہیں:

۱- نیت کرنا	۲- پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھونا
۳- بسم اللہ کہنا	٤- کلی کرنا
۵- ناک میں پانی ڈالنا	٦- مسواک کرنا
۷- پورے سر کا مسح کرنا	۸- ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا
۹- کانوں کا مسح کرنا	۱۰- ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا
۱۱- ڈاڑھی کا خلال کرنا	۱۲- ترتیب سے وضو کرنا

۱۳- مسلسل وضو کرنا کہ ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھولے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا طریقے سے وضو کرنا سنت ہے۔ اگر کبھی اس کے خلاف کیا، مثلاً: خلافِ ترتیب وضو کیا، جیسے: سب سے پہلے ہاتھ دھونے کے بجائے پہلے پاؤں دھوئے،

پھر چہرہ وغیرہ دھوئے، یا ایک عضو دھونے کے بعد دوسرا عضو دھونے میں قصداً اتنی تاخیر کرے کہ پہلا عضو خشک ہوجائے یا وضو کی کوئی اور سنت چھوڑ دی تو بھی وضو ہوجائے گا، لیکن سنت کے مطابق نہیں ہوگا اور اگر کوئی اس طرح کرنے کی عادت بنالے تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ، وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔))

دو اہم آداب:

۱- وضو کے دوران بلا ضرورت دنیا کی باتیں نہ کرے۔ ضرورت کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲- پانی کتنا ہی زیادہ ہو جیسے: کوئی دریا کے کنارے پر ہو پھر بھی پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرے اور نہ پانی استعمال کرنے میں اتنی کمی کرے کہ اعضا اچھی طرح نہ دھل سکیں۔

☆...☆...☆

مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال:

سوال: مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسواک کی دو حیثیتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اس حیثیت سے عین اسی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا مسواک میں جو طریقہ منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ لکڑی استعمال فرمایا کرتے تھے، لکڑی موجود نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ نے انگلی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح جن کے دانت نہ ہوں انہیں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کی سنت اور عبادت اسی وقت ادا ہوسکتی ہے جب لکڑی یا انگلی سے دانت ملے جائیں۔

مسواک کی دوسری حیثیت ایک عام انسانی عادت کی ہے کہ مسواک کا مقصد دانتوں کی

صفائی اور بد بو کا ازالہ ہے۔اس لحاظ سے ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال بھی کافی ہے۔

(جدید فقھی مسائل : ٤٥)

وضوتوڑنے والی چیزیں

سوال: کن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: درج ذیل چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے:

۱- پیشاب پاخانہ:

پاخانہ، پیشاب اور ہوا جو پاخانہ کے مقام سے نکلے اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر پیشاب کے مقام سے ہوا نکلے جیسا کہ کبھی بیماری کی وجہ سے ہوجاتا ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: عورت کو ہاتھ لگانے یا عورتوں کا خیال کرنے سے آگے کی راہ سے جو پانی آجائے اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور اس پانی کو جو جوش کے وقت نکلتا ہے ''مذی'' کہتے ہیں۔

۲- خون، پیپ وغیرہ:

خون نکلوانے، نکسیر پھوٹنے اور بدن کے کسی بھی حصے میں پھوڑے پھنسی یا زخم سے خون یا پیپ نکلنے سے وضوٹوٹ جائے گا، البتہ اگر خون یا پیپ زخم سے آگے نہیں بڑھا تو وضو نہیں ٹوٹتا، لہٰذا اگر کسی کو سوئی (وغیرہ) چبھ گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا، اور اگر ذرا بھی بہہ پڑا ہو تو وضوٹوٹ گیا۔

مسئلہ: کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ پھٹ گیا یا خود اس نے پھاڑ دیا اور اس کا پانی بہہ کر آنکھ میں پھیل گیا لیکن آنکھ سے باہر نہیں نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا، اور اگر آنکھ سے باہر پانی نکل پڑا تو وضوٹوٹ گیا۔اسی طرح اگر کان کے اندر دانہ ہو اور ٹوٹ جائے

تو جب تک خون یا پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں غسل میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے تب تک وضو نہیں ٹوٹتا اور جب اس جگہ تک بہہ کر آجائے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنے پھوڑے یا چھالے کے اوپر کا چھلکا نوچ ڈالا وراس کے نیچے خون یا پیپ دکھائی دینے لگا لیکن خون یا پیپ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہے، کسی طرف نکل کر بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی کے زخم سے ذرا ذرا خون نکلنے لگا، اس نے اسے پونچھ لیا، پھر ذرا سا نکلا پھر اس نے پونچھ ڈالا، اسی طرح کئی دفعہ کیا اور خون بہنے نہ پایا تو دل میں سوچے: اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر پونچھا نہ جاتا تو بہہ پڑتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایسا ہو کہ پونچھا نہ جاتا تب بھی نہ بہتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: کسی کے تھوک میں خون معلوم ہو تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے اور رنگ سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: اگر دانت سے کوئی چیز (سیب وغیرہ) کاٹی اور اس چیز پر خون کا دھبہ معلوم ہوا، یا دانت میں خلال کیا اور خلال میں خون کی سرخی دکھائی دی لیکن تھوک میں بالکل خون کا رنگ معلوم نہیں ہوتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: زکام کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور ان میں چبھن ہوتی ہو اور اس سے صاف پانی نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ جب آنکھوں سے چکنا پانی یا پیپ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی کے کان سے بیماری کی وجہ سے پانی نکلتا ہے تو یہ پانی ناپاک

ہے، جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آجائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۳- الٹی آنا:

اگر قے آئی اور اس میں کھانا یا پانی وغیرہ گرے تو اگر منہ بھر قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔ منہ بھر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے منہ میں رکے۔ اگر قے میں بلغم گرا تو وضو نہیں ٹوٹا، چاہے بلغم جتنا بھی ہو، منہ بھر ہو یا نہ ہو، سب کا ایک حکم ہے۔ اگر قے میں خون گرے تو اگر پتلا اور بہنے والا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، چاہے کم ہو یا زیادہ، منہ بھر ہو یا نہ ہو اور اگر خون جمے ہوئے ٹکڑوں کی صورت میں ہو اور منہ بھر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کم ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی، لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک دفعہ میں ہوتی تو منہ بھر جاتا تو اگر ایک ہی متلی مسلسل باقی رہی اور تھوڑی تھوڑی قے ہوتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایک ہی متلی مسلسل نہیں رہی بلکہ پہلی دفعہ کی متلی ختم ہو گئی تھی اور طبیعت ٹھیک ہو گئی، پھر دوبارہ متلی شروع ہوئی اور تھوڑی قے ہو گئی، پھر جب متلی ختم ہو گئی تو تیسری دفع پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

یاد رکھنے کی بات:

جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز ناپاک ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ ناپاک بھی نہیں۔ تو اگر ذرا سا خون نکلا جو زخم کے منہ سے بہا نہیں یا ذرا سی قے ہوئی اور اس میں کھانا یا پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ خون اور یہ قے ناپاک نہیں ہے، اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کا دھونا واجب نہیں اور اگر منہ بھر قے ہوئی یا خون زخم سے بہہ گیا تو وہ ناپاک ہے، اس کا دھونا واجب ہے۔ اور اگر اتنی قے کر کے کٹورے یا

لوٹے کو منہ لگا کر کلی کے واسطے پانی لیا تو برتن ناپاک ہو جائے گا، اس لیے چلّو سے پانی لینا چاہیے۔

مسئلہ: چھوٹا بچہ جو دودھ کی قے کرتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر منہ بھر نہ ہو تو ناپاک نہیں ہے اور جب منہ بھر ہو تو ناپاک ہے۔ اگر اس کے دھوئے بغیر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔

٤— نیند، بے ہوشی اور نشہ:

لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گیا اور ایسی غفلت ہو گئی کہ اگر وہ ٹیک نہ ہوتی تو گر پڑتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے یا سجدے کی حالت میں سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: بیٹھے ہوئے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑا تو: اگر گرتے ہی فوراً آنکھ کھل گئی ہو تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر گرنے کے ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو وضو ٹوٹ گیا۔ اور اگر بیٹھا جھومتا رہا، گرا نہیں تب بھی وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: اگر بے ہوشی ہو گئی یا جنون سے عقل جاتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا، چاہے بے ہوشی یا جنون تھوڑی ہی دیر رہا ہو۔ ایسے ہی اگر تمباکو وغیرہ کوئی نشہ کی چیز کھالی اور اتنا نشہ ہو گیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ادھر ادھر بہکتا اور ڈگمگاتا ہے تو بھی وضو ٹوٹ گیا۔

۵— ہنسی اور قہقہہ:

اگر نماز میں اتنی زور سے ہنسی نکل گئی کہ خود اس نے اور اس کے پاس والوں نے بھی آواز سن لی تو وضو ٹوٹ گیا اور نماز بھی ٹوٹ گئی۔ اور اگر خود کو آواز سنائی دے مگر پاس والے نہ سن سکیں، اگرچہ بالکل قریب والا سن لے تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی لیکن وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے، آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضو ٹوٹا نہ نماز ٹوٹی۔

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

سوال: کن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

جواب: ان چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

۱- ناخن کاٹنا:

وضو کے بعد ناخن کاٹے یا زخم کے اوپر کی کھال نوچ ڈالی تو وضو میں کوئی نقصان نہیں آیا۔

۲- ستر کھلنا:

وضو کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا یا اپنا ستر کھل گیا یا ننگا ہو کر نہایا اور ننگے ہی وضو کیا تو اس کا وضو درست ہے، دوبارہ وضو دہرانے کی ضرورت نہیں، البتہ بغیر شدید مجبوری کے کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا ستر دکھانا ناجائز ہے۔

۳- شک ہونا:

اگر وضو کرنا تو یاد ہے اور اس کے بعد وضو ٹوٹنا اچھی طرح یاد نہیں کہ ٹوٹا ہے یا نہیں ٹوٹا تو اس کا وضو باقی سمجھا جائے گا، اس سے نماز درست ہے، لیکن دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: جس کو وضو کے دوران شک ہوا کہ فلاں عضو دھویا یا نہیں؟ تو وہ عضو پھر دھو لینا چاہیے۔ اور اگر وضو کرنے کے بعد شک ہوا تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرے، وضو ہو گیا، البتہ اگر یقین ہو جائے کہ کوئی عضو دھونے سے رہ گیا ہے تو اس کو دھو لے۔

بے وضو ہونے کی حالت میں قرآن شریف کا چھونا:

سوال: بے وضو ہونے کی حالت کے احکام بیان کیجیے؟

جواب: بے وضو قرآن مجید کا چھونا درست نہیں، البتہ اگر ایسے کپڑے سے پکڑے جو بدن سے جدا ہو تو درست ہے۔ کرتے کے دامن وغیرہ سے جبکہ اس کو پہنے ہوئے ہو پکڑنا

درست نہیں، ہاں اگر اترا ہوا ہو تو اس سے پکڑ سکتا ہے۔ زبانی پڑھنا درست ہے اور اگر قرآن مجید کھلا ہوا رکھا ہے اور اس کو دیکھ دیکھ کر پڑھا لیکن ہاتھ نہیں لگایا، یہ بھی درست ہے۔ اسی طرح بے وضو ایسے تعویذ اور طشتری (پلیٹ) کا چھونا بھی درست نہیں جس میں قرآن کریم کی آیات لکھی ہوں۔

مسئلہ: قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاغذ کا چھونا ناجائز ہے چاہے لکھی ہوئی جگہ کو چھوئے یا سادہ جگہ کو۔ اور اگر پورا قرآن نہ ہو بلکہ کسی کاغذ یا کپڑے یا پلاسٹک، چمڑے وغیرہ پر قرآن کی ایک پوری آیت لکھی ہوئی ہو، باقی حصہ سادہ ہو، تو سادہ جگہ کا چھونا جائز ہے جبکہ آیت پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ: نابالغ بچوں کو وضو نہ ہونے کی حالت میں بھی قرآن مجید دینا اور چھونے دینا مکروہ نہیں۔

عملی مشق

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) وضو میں پانچ چیزیں فرض ہیں۔ ☐

(۲) ناخن پر اگر آٹا لگا رہ گیا اور وضو میں اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو ہو گیا۔ ☐

(۳) ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔ ☐

(٤) ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کی سنت ادا نہ ہوگی۔ ☐

(۵) تھوک کے رنگ میں اگر سفیدی یا زردی رنگ غالب ہے تو وضو نہیں

(٦) ایک شخص کے زخم سے کئی دفعہ خون نکلا اور ہر دفعہ بہنے سے پہلے اس نے پونچھ دیا، اگر نہ پونچھتا تو وہ بہہ پڑتا، اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔ ☐

(٧) اگر ذرا سی قے ہوئی اور وہ کپڑے پر لگ گئی تو اس کا دھونا واجب ہے۔ ☐

(٨) اگر کوئی بیٹھا بیٹھا جھومتا رہا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹا۔ ☐

☆... درج ذیل صورتوں میں جن کا وضو ٹوٹ چکا، ان کے خانے میں غلط (×) کا نشان لگائیں اور جن کا وضو باقی ہے، ان کے خانے میں (✓) نشان لگائیں:

(١) امجد نے راشد کو سوئی چبھوئی، جس سے راشد کا خون نکل آیا، مگر بہا نہیں۔ ☐

(٢) امجد نے سنت کے مطابق وضو کیا، مگر اسے وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے میں شک پیدا ہو گیا۔ ☐

(٣) راشد نے دانتوں سے سیب کاٹا تو سیب پر خون کا اثر ظاہر ہو گیا۔ ☐

(٤) کان سے بیماری کی وجہ سے پانی نکل کر باہر آنے لگا۔ ☐

(٥) راشد کو کھانے کے بعد متلی ہوئی اور سارا کھانا قے کر دیا۔ ☐

(٦) امجد ٹیک لگا کر گہری نیند سو گیا، اگر وہ ٹیک نہ ہوتی تو وہ گر پڑتا۔ ☐

(٧) راشد نماز میں زور سے ہنس پڑا۔ ☐

(٨) راشد نے ستر کھلے ہونے کی حالت میں پورا وضو کیا۔ ☐

(٩) وضو کرنے کے بعد خالد کی نظر کسی شخص کے ستر پر پڑ گئی۔ ☐

(١٠) خالد پر تھوڑی دیر کے لیے بے ہوشی طاری ہو گئی۔ ☐

☆... وضو کا مسنون طریقہ بغور پڑھیں اور عملی زندگی میں اپنائیں۔

معذور کے احکام

سوال: اگر کسی شخص کے ساتھ ایسا عذر ہو کہ اس کا وضو نہ رہتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس کی ایسی نکسیر پھوٹی ہو کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے، کسی وقت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرے آتے رہتے ہیں، اتنا وقت نہیں ملتا کہ وضو سے نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو ''معذور'' کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے، جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا، البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، اس نے ظہر کے وقت وضو کر لیا تو جب تک ظہر کا وقت رہے گا نکسیر کے خون کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، البتہ اگر پاخانہ، پیشاب کیا یا بدن کے کسی حصے سے خون نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور عصر کا وقت شروع ہو جائے تو اس کا وضو ختم ہو جائے گا، اب دوبارہ وضو کرے۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے اور اس وضو سے فرض اور نفل جو نماز چاہے، پڑھے۔

معذور بننے کی شرط:

آدمی ''معذور'' اس وقت بنتا ہے اور اس پر معذور کا حکم (کہ ہر نماز کے وقت وضو کرے اور جب تک وہ وقت رہے گا اس کا وضو باقی رہے گا) اس وقت لگاتے ہیں کہ پورا ایک وقت اسی طرح گذر جائے کہ خون مسلسل بہتا رہے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز وضو سے پڑھ سکے۔ اگر اتنا وقت مل گیا کہ اس میں وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کو معذور نہیں کہیں گے اور جو حکم ابھی بیان ہوا ہے اس پر نہیں لگائیں گے۔ البتہ جب پورا

ایک وقت اسی طرح گذر گیا کہ اس کو وضو سے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو یہ معذور ہو گیا۔ اب اس کا وہی حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت نیا وضو کر لیا کرے اور اس وقت کے اندر ایک ہی وضو سے جتنی نمازیں فرائض اور نوافل وغیرہ پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ پھر جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں بلکہ پورے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی خون آ جایا کرے باقی سارا وقت بند رہے تو بھی معذور کا حکم باقی رہے گا۔

معذوری کب ختم ہوگی؟

ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گذر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا، اب اس کا حکم یہ ہے کہ جب بھی خون نکلے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

اہم مسئلہ: قطرہ کے مریض کے لیے نماز پڑھنے کا آسان طریقہ:

سوال: قطرہ کا مریض کس طرح پاکی حاصل کرے؟

جواب: جس کو بہت دیر تک قطرہ آتا ہو اس کو چاہیے کہ وقت سے پہلے پیشاب کر لیا کرے یا پیشاب کے سوراخ کے اندر کوئی چیز، مثلاً: ٹشو پیپر یا روئی وغیرہ اس طرح رکھ لیا کرے کہ اس کا اندرونی حصہ پیشاب کے قطروں کو جذب کر لے اور تری باہر نہ آنے پائے۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۷/۲)

عملی مشق

☆... درج ذیل مسائل میں صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) جسے کوئی ایسا عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے اسے پاکی کا اتنا وقت نہیں ملتا کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ سکے، اسے ''معذور'' کہتے ہیں۔ ☐

(۲) معذور جس عذر میں مبتلا ہے، اس کے علاوہ اگر کوئی وضو توڑنے والی چیز پائی گئی تو اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ☐

(۳) وقت ختم ہونے کے بعد معذور کا وضو خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ ☐

(٤) معذور آدمی وضو سے صرف فرض نماز پڑھ سکتا ہے، نفل نہیں۔ ☐

(۵) کوئی مسلسل نزلہ کے مرض میں مبتلا ہے تو وہ بھی معذور ہے۔ ☐

☆... مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کریں:

(۱) معذور بننے کے بعد جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط............(ہے، نہیں)

(۲) معذور بننے کے بعد جب ایک نماز کا............وقت اس طرح گزر جائے، جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا۔ (پورا، تھوڑا)

(۳) معذور کے لیے دوسرے وقت کی نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ....(ہے، نہیں)

غسل کا بیان

غسل کا مسنون طریقہ:

سوال: غسل کا مسنون طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: غسل کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، پھر استنجا کرے، ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو، پھر بدن پر جہاں نجاست لگی ہو وہ پاک کرے پھر وضو کرے۔ وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے، پھر تین مرتبہ دائیں کندھے پر، پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر اس طرح پانی ڈالے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے۔

غسل کے فرائض اور ان کے متعلقہ مسائل:

سوال: غسل کے فرائض اور متعلقہ مسائل بیان کیجیے؟

غسل میں فقط تین چیزیں فرض ہیں:

۱- اس طرح کلی کرنا کہ پورے منہ میں پانی پہنچ جائے۔

۲- ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچانا۔

۳- پورے بدن پر پانی بہانا۔

مسئلہ: پورے بدن پر اچھی طرح ہاتھ پھیر کر پانی بہائے تاکہ سب جگہ اچھی طرح پانی پہنچ جائے، کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

مسئلہ: جب پورے بدن پر پانی پہنچ جائے اور کلی کرلے اور ناک میں پانی ڈال لے تو غسل ہو جائے گا، چاہے غسل کی نیت کی ہو یا نہیں، لہٰذا کوئی بارش میں کھڑا ہو گیا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے حوض میں اتر گیا اور اس کا پورا بدن بھیگ گیا اور کلی بھی

کرلی اور ناک میں بھی پانی ڈال لیا تو غسل ہوگیا۔

مسئلہ: اگر پورے بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلّی کرنا بھول گیا یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو بھی غسل نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا واجب نہیں، صرف خشک جگہ کو دھو لے لیکن فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں بلکہ تھوڑا پانی لے کر اس جگہ بہا لے۔ اگر کلّی کرنا بھول گیا تھا تو اب کلّی کرلے، اسی طرح اگر ناک میں پانی نہیں ڈالا تو اب ڈال لے۔ غرض یہ کہ جو چیز رہ گئی ہو اب اس کو کرلے، نئے سرے سے پورا غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: کان اور ناف میں بھی اہتمام سے پانی پہنچانا چاہیے، پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

غسل کی سنتیں:

سوال: غسل کی سنتیں بیان کیجیے؟

جواب: غسل میں یہ چیزیں سنت ہیں:

۱۔ غسل کی نیت (ارادہ) کرنا۔

۲۔ بسم اللہ پڑھنا۔

۳۔ جسم کو ملنا۔

٤۔ غسل کا مسنون طریقہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق غسل کرنا۔

غسل کے مستحبات:

سوال: غسل کے مستحبات بیان کیجیے؟

۱- غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔

۲- پانی بہت زیادہ نہ بہائے اور نہ بہت کم لے کہ اچھی طرح غسل نہ کر سکے۔

۳- ایسی جگہ غسل کرے کہ وہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔

٤- غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے۔

٥- غسل کے بعد کسی کپڑے سے اپنا بدن پونچھ لے۔

٦- غسل کے بعد بدن ڈھکنے میں بہت جلدی کرے یہاں تک کہ اگر وضو کرتے وقت پاؤں نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھکے پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

مسئلہ: اگر تنہائی کی جگہ ہو جہاں کوئی نہ دیکھ سکے تو ننگے ہو کر نہانا بھی درست ہے، چاہے کھڑے ہو کر نہائے یا بیٹھ کر اور چاہے غسل خانہ کی چھت ہو یا نہ ہو، لیکن بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک دوسرے کے سامنے بدن کھولنا ناجائز اور گناہ ہے۔

غسل کے مکروہات:

سوال: غسل کے مکروہات بیان کیجیے؟

جواب: غسل کے مکروہات:

۱- قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

۲- ستر کھلے ہوئے بلا ضرورت بات کرنا۔

۳- پانی کے استعمال میں بے جا اسراف یا حد سے زیادہ ہی کرنا۔

جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے:

سوال: وہ کون سی چیزیں ہیں جن سے غسل فرض ہو جاتا ہے؟

جواب: ایسی ناپاکی جس سے غسل فرض ہوتا ہے اسے ''حدثِ اکبر'' کہتے ہیں۔

''حدث اکبر'' کے چار اسباب ہیں:

۱۔ منی نکلنا۔

۲۔ صحبت کرنا، چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔

۳۔ حیض سے پاک ہونا۔

۴۔ نفاس سے پاک ہونا۔

تنبیہ:

جوانی کے جوش کے وقت جو پتلا پانی نکلتا ہے جس کے نکلنے سے جوش زیادہ ہو جاتا ہے، اس کو ''مذی'' کہتے ہیں اور خوب مزہ آ کر جی بھر جانے کے وقت جو نکلتا ہے اس کو ''منی'' کہتے ہیں۔ پہچان ان دونوں کی یہی ہے کہ ''منی'' نکلنے کے بعد جی بھر جاتا ہے اور جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور ''مذی'' نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ''مذی'' پتلی ہوتی ہے اور ''منی'' گاڑھی، ''مذی'' نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر آنکھ کھلی اور کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو بھی غسل کرنا واجب ہے، چاہے سوتے میں کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

مسئلہ: بیماری کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے خود بخود منی نکل آئی، مگر جوش اور خواہش بالکل نہیں تھی تو غسل واجب نہیں، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی کو پیشاب کے بعد منی نکلی تو اس پر غسل فرض ہوگا، بشرطیکہ شہوت کے

ساتھ ہو۔

مسئلہ: منی اگر اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا نہ ہوتو اگر چہ خاص عضو سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا، مثلاً: کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا بلندی سے نیچے گر پڑا یا کسی نے اس کو مارا اور اس تکلیف کی وجہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں غسل سنت ہے:

سوال: کن صورتوں میں غسل سنت ہے؟

جواب: تین مواقع پر غسل مسنون ہے:

۱۔ جمعہ کے دن نمازِ فجر کے بعد سے لے کر جمعہ تک ان لوگوں کے لیے غسل کرنا سنت ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہو۔

۲۔ عیدین کے دن فجر کے بعد ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

۳۔ حج یا عمرے کے اِحرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

حدثِ اکبر کے احکام:

سوال: حدثِ اکبر کے احکام بیان کیجیے؟

جواب: جس پر غسل فرض ہو، اس کے لیے مسجد میں داخل ہونا حرام ہے، البتہ اگر کوئی سخت ضرورت ہوتو جائز ہے، مثلاً: کسی کی رہائش مسجد کے ساتھ ہو اور پانی تک پہنچنے کا مسجد سے گذرے بغیر کوئی راستہ نہ ہوتو اس کے لیے تیمم کر کے مسجد میں جانا جائز ہے۔ مسجد میں سوتے ہوئے غسل فرض ہو جائے تو اس کے لیے مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔

مسئلہ: عید گاہ، مدرسے اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

مسئلہ: جس پر نہانا واجب ہے وہ اگر نہانے سے پہلے کھانا پینا چاہے تو اپنے ہاتھ منہ دھولے اور کلی کر کے کھائے پیے اور اگر بغیر ہاتھ منہ دھوئے کھا پی لے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ: جن پر غسل فرض ہے ان کے لیے قرآن مجید کو چھونا، پڑھنا جائز نہیں البتہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا، کلمہ پڑھنا، ذکر کرنا، درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ تفسیر کی کتابوں کو جنابت کی حالت میں اور بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہے اور ترجمے والے قرآن کو چھونا حرام ہے۔

مسئلہ: غبارے کے ساتھ جماع کی صورت میں بھی غسل واجب ہوگا۔

(جدید فقہی مسائل : ٤٩ ، نظام الفتاویٰ : ٢٦/١)

عملی مشق

☆... درج ذیل مسائل میں صحیح یا غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) غسل کے تین فرائض ہیں۔ ☐

(۲) غسل کے دوران اگر بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل نہ ہوگا۔ ☐

(۳) ناف میں اگر پانی نہ بھی پہنچایا تو غسل درست ہو جائے گا۔ ☐

(٤) غسل میں ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ ☐

(٥) تنہائی کی جگہ میں بھی برہنہ ہو کر نہانا درست نہیں۔ ☐

(٦) مذی نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ☐

(۷) سو کر اٹھنے کے بعد منی کا نشان دیکھنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے، چاہے

خواب یاد نہ ہو۔ [ ]

(۸) جس پر غسل فرض ہو، اس کے لیے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔ [ ]

(۹) غسل واجب ہونے کے بعد بغیر غسل کیے کچھ کھانا پینا جائز نہیں۔ [ ]

(۱۰) غسل فرض ہونے کی حالت میں کلام مجید پڑھنا، چھونا جائز نہیں، البتہ کلمہ، درود شریف وغیرہ پڑھ سکتا ہے۔ [ ]

☆... درج ذیل خالی جگہوں کو فرض، واجب، سنت، مستحب، مکروہ کے مناسب الفاظ سے پُر کریں:

(۱) ستر کھلے ہوئے بلاضرورت بات کرنا............... ہے۔

(۲) غسل میں کلی کرنا............... ہے۔

(۳) غسل کی نیت کرنا............... ہے۔

(٤) حج یا عمرے کے احرام کے لیے غسل کرنا............ ہے۔

(۵) صحبت کے دوران اگر منی نہ نکلی ہو تو غسل کرنا............ ہے۔

(٦) غسل کے بعد کسی کپڑے سے بدن پونچھ لینا............ ہے۔

(۷) حیض و نفاس سے پاک ہونے کے بعد غسل کرنا............ ہے۔

پانی کا بیان

جس پانی سے طہارت جائز ہے:

سوال: کس پانی سے طہارت جائز ہے؟

جواب: آسمان سے برسے ہوئے پانی، ندی، نالے، چشمے، کنویں، تالاب اور دریاؤں کے پانی سے وضو اور غسل کرنا درست ہے، چاہے میٹھا پانی ہو یا کھارا۔

اگر پانی میں کوئی پاک چیز گر جائے:

سوال: جس پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے، اس سے وضو ہو سکتا ہے؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت میں وضو جائز ہے، دوسری میں نہیں:

پہلی صورت: پانی میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ، مزہ یا بو میں کچھ فرق آ گیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی، نہ پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا، جیسے: بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت مٹی ملی ہوتی ہے یا پانی میں زعفران [یا کیمیکل] گر گیا اور اس کا ہلکا سا رنگ آ گیا، یا صابن گر گیا، یا اسی طرح کی کوئی اور چیز [شیمپو، ڈیٹول] گر گئی تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل درست ہے۔

دوسری صورت: پانی میں کوئی اور چیز مل گئی یا پانی میں کوئی چیز پکالی گئی اور ایسا ہو گیا کہ عرف میں اس کو پانی نہیں بلکہ کوئی اور نام دیا جاتا ہے، جیسے: شربت، شیرہ، شوربا، سرکہ، گلاب وغیرہ، ایسی چیز سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز پانی میں ڈال کر پکانے سے رنگ یا مزہ وغیرہ بدلا تو اس پانی سے وضو درست نہیں، البتہ اگر ایسی چیز پکائی گئی جس سے رنگ یا مزہ نہیں بدلا تو اس سے وضو درست ہے، جیسے: مردہ نہلانے کے لیے بیری کی پتیاں پکاتے ہیں تو اس میں کچھ حرج

نہیں، البتہ اگر اتنی زیادہ ڈال دیں کہ پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

اگر پانی میں کوئی ناپاک چیز گر جائے:

سوال: اور اگر پانی میں کوئی ناپاک چیز گر جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس پانی میں نجاست گر جائے اس سے وضو اور غسل درست نہیں، چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت، البتہ اگر جاری پانی ہو تو وہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے رنگ، مزہ یا بو میں فرق نہ آئے اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا یا بو آنے لگی تو بہتا ہوا پانی بھی ناپاک ہو جائے گا، اس سے وضو درست نہیں۔

تنبیہ:

دھوپ میں گرم کیے ہوئے پانی سے سفید داغ [کی بیماری] ہو جانے کا ڈر ہے، اس لیے اس سے وضو و غسل نہ کرنا چاہیے۔

یہ حکم طبی لحاظ سے ہے، شرع کے اعتبار سے نہیں، یعنی اس میں گناہ ثواب نہیں۔

ناپاک پانی کو پاک کرنے کے طریقے

سوال: ٹینکی، چھوٹا حوض، ہینڈ پمپ اور کنویں کو پاک کرنے کا طریقہ بیان کیجیے؟

ٹینکی اور چھوٹا حوض پاک کرنے کا طریقہ:

زمین دوز ٹینکی پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں باہر سے پانی ڈالا جائے، جب ٹینکی بھر کر پانی اوپر سے بہنے لگے تو [تھوڑی دیر پانی بہنے کے بعد] پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے ٹینکی پاک ہو جائے گی۔

اوپر کی ٹینکی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ موٹر کے ذریعہ اس ٹینکی کو اس حد تک بھرا

جائے کہ اوپر کے پائپ سے پانی بہنا شروع ہو جائے۔

زمین دوز ٹینکی کو پاک کرنے کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ جس وقت اس میں باہر سے پانی آرہا ہو اس وقت موٹر کے ذریعہ اس ٹینکی کا پانی کھینچنا شروع کر دیا جائے تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو جائے گا۔

اوپر کی ٹینکی کو یوں پاک کیا جائے کہ موٹر کے ذریعہ اس میں پانی چڑھانا شروع کر دیں اور اس ٹینکی سے غسل خانوں وغیرہ کی طرف آنے والی لائن کھول دیں، اس طرح سے پانی جاری ہو کر پاک ہو جائے گا۔ (أحسن الفتاوىٰ: ۲/۴۸ ـ ۴۹)

ہینڈ پمپ (دستی نلکا) پاک کرنے کا طریقہ:

دستی نلکے کو پاک کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نلکے کے اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے۔ اس صورت میں پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے پمپ پاک ہو جائے گا۔ (أحسن الفتاوىٰ: ۲/۵۱)

موٹر سے کنویں، بورنگ وغیرہ کی صفائی:

بعض حالات میں کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، بعض اوقات کچھ مخصوص ڈول مثلاً: ۲۰، ۴۰، ۶۰ وغیرہ نکالے جاتے ہیں، تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ پہلے نجاست نکال لی جائے، اس کے بعد سارا پانی یا مطلوبہ مقدار نکالیں۔ اگر سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو آبادی کے دوسرے کنوؤں کا اندازہ کر کے اتنے ڈول نکال لیے جائیں۔ ان تمام صورتوں میں اصل مقصود ڈول کی تعداد نہیں، بلکہ پانی کی مطلوبہ مقدار ہے، لہٰذا اگر نجاست نکلنے کے بعد موٹر کے ذریعے اتنی مقدار اندازاً نکال دی جائے تو یہ درست بلکہ نسبتاً زیادہ بہتر ہے۔ (جدید فقهی مسائل: ۵۹)

جوٹھے کا بیان

انسان کا جوٹھا:

سوال: انسان کا جوٹھا کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: آدمی کا جوٹھا پاک ہے، چاہے وہ کافر ہو یا ناپاک ہو یا عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہو۔ اسی طرح ان کا پسینہ بھی پاک ہے، البتہ اگر اس کے منہ میں کوئی ناپاک چیز لگی ہو تو اس سے وہ جوٹھا ناپاک ہو جائے گا۔

نامحرم کا جوٹھا:

غیر عورت کا جوٹھا مرد کے لیے اور غیر مرد کا جوٹھا، کھانا اور پانی عورت کے لیے مکروہ ہے جبکہ معلوم ہو کہ یہ اس کا جوٹھا ہے، اور اگر معلوم نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

عملی مشق

☆... درج ذیل مسائل میں صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی یا پکالی گئی اور عرف میں اس کا نام تبدیل ہو گیا، اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔ ☐

(۲) پانی میں اگر زیادہ نجاست گر جائے تو اس سے وضو وغسل درست نہیں، لیکن اگر کم ہو تو درست ہے۔ ☐

(۳) دھوپ میں گرم کیے ہوئے پانی سے شرعی لحاظ سے وضو وغسل درست ہے۔ ☐

(٤) ٹینکی کے پانی کو اگر جاری کر دیا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ ☐

(۵) کافر یا جنابت والے شخص کا جھوٹا ناپاک ہے۔ ☐

☆... مناسب الفاظ سے خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اجنبی عورت کا جھوٹا مرد کے لیے..................ہے۔

(۲) .... میں اگر تھوڑی سی بھی نجاست گر جائے، تب بھی وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۳) کسی نے شراب پیتے ہی فوراً پانی پی لیا تو پانی..............ہو گیا۔

(٤) پانی میں ریت، ڈیٹول یا کیمیکل مل گیا تو اس سے وضو اور غسل ....ہے۔

(۵) چھت کی ٹینکی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ موٹر کے ذریعے اسے اس حد تک بھرا جائے کہ اوپر کے پائپ سے پانی..........ہو جائے۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

مسح کے جائز ہونے کی شرائط:

سوال: موزوں پر مسح کرنا کب جائز ہے؟

جواب: ان شرائط کے ساتھ مسح کرنا جائز ہے:

۱- موزے پہننے کے بعد جب وضو توڑنے والی کوئی بات پیش آئے تو اس وقت سے پہلے پہلے موزے پہننے والا کامل طہارت کی حالت میں ہو۔

۲- جنابت کی ناپاکی نہ ہو۔

۳- موزہ ایسا ہو جس سے ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں۔

٤- موزے چمڑے کے ہوں، [سوتی یا اُونی] جراب پر مسح جائز نہیں، ہاں اگر مجلّد یا منعّل (جس پر چمڑا چڑھا ہو یا صرف نیچے تلوے پر چمڑا لگا ہو) ہوں تو جائز ہے۔

۵- موزہ اتنا پھٹا ہوا نہ ہو کہ چلتے ہوئے پاؤں کی تین انگلیوں جتنا کھل جائے۔

مسح کا مسنون طریقہ:

سوال: موزوں پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: موزہ پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے، اور ہتھیلی موزے سے الگ رکھے، پھر ان کو کھینچ کر ٹخنے کی طرف لے جائے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دے اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ کر لے جائے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ: بوٹ پر مسح جائز ہے بشرطیکہ پورے پاؤں کو ٹخنوں سمیت چھپائے اور اس کا کھلا ہوا حصہ تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پاؤں کی اتنی کھال نظر نہ آئے جتنی مسح سے

مانع ہے۔ پھر اگر اس جوتے کے تلوے وغیرہ پر نجاست نہ لگی ہو تو اس میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے، مگر چونکہ جوتے عموماً نجاستوں میں لگتے رہتے ہیں، اس لیے ان پر مسح کر کے انہی کے ساتھ نماز پڑھنا خلاف احتیاط ہے۔ (امداد الفتاوی:۱/۱۵)

مسح کے فرائض:

سوال: مسح کے کتنے فرائض ہیں؟

جواب: مسح کے دو فرض ہیں:

۱- ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر دونوں موزوں پر مسح کرنا فرض ہے، اس سے کم کی صورت میں مسح درست نہ ہوگا۔

۲- موزہ کے اوپر کی طرف مسح کرے، تلوے کی طرف مسح نہ کرے۔

جن صورتوں میں مسح درست نہیں:

سوال: کن صورتوں میں مسح درست نہیں؟

جواب: ان صورتوں میں:

۱- اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں۔

۲- کسی نے تیمم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو ان موزوں پر مسح نہیں کرسکتا، چاہے وہ تیمم صرف غسل کا ہو یا وضو وغسل دونوں کا یا صرف وضو کا۔

۳- غسل کرنے والے کے لیے مسح جائز نہیں۔

مسح کی مدت:

سوال: مسح کی مدت کتنی ہے؟

جواب: سفر میں تین دن تین رات تک موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور جو سفر میں نہ

ہو اس کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ جس وقت وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جائے گا، جس وقت موزہ پہنا ہے اس وقت سے نہیں، جیسے: کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے، پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے غروب تک مسح کرنا درست ہے اور سفر میں تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک، جب سورج ڈوب گیا تو اب مسح کرنا درست نہیں رہا۔

مسح توڑنے والی چیزیں:

سوال: مسح توڑنے والی چیزیں بیان کیجیے؟

جواب: جو چیز وضو کو توڑ دیتی ہے، اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اور موزوں کے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے، اگر کسی کا وضو نہیں ٹوٹا لیکن اس نے موزے اتار دیے تو مسح ختم ہو گیا۔ اب صرف پاؤں دھولے، پورا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: اگر ایک موزہ اتار دیا تو دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں دھونا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی تو بھی مسح ختم ہو جائے گا۔ اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھوئے، پورے وضو کا دہرانا واجب نہیں اور اگر وضو ٹوٹ گیا تو موزے اتار کر پورا وضو کرے۔

جرابوں پر مسح کرنے کا حکم:

سوال: سوتی یا اُونی جرابوں پر مسح کا حکم بیان کیجیے؟

جواب: ان جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں، البتہ اگر ان پر چمڑہ چڑھا دیا گیا ہو یا سارے موزہ پر چمڑہ نہ چڑھایا ہو بلکہ صرف تلوے پر چمڑا لگا دیا گیا ہو، یا بہت موٹے اور سخت ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے ٹھہرے رہتے ہوں اور ان کو پہن کر تین چار

میل راستہ بھی چلا جا سکتا ہو [آج کل پلاسٹک جیسے موٹے کپڑے کے موزے بننا شروع ہو گئے ہیں۔] تو ان سب صورتوں میں جراب پر بھی مسح درست ہے۔

پٹی اور پلستر پر مسح:

سوال: پٹی یا پلستر بندھا ہو تو وضو یا غسل کے حوالے سے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں مشکل ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں، پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔

پلستر کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے اوپر ہی ہاتھ پھیر لیا کرے۔

مسئلہ: پٹی وغیرہ میں بہتر تو یہ ہے کہ پوری پٹی پر مسح کرے، اور اگر پوری پر نہ کرے بلکہ آدھی سے زائد پر کر لے تو بھی جائز ہے۔ اگر فقط آدھی یا آدھی سے بھی کم پر کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر زخم ٹھیک ہونے سے پہلے پٹی کھل کر گر جائے تو دوبارہ باندھ لے اور وہی پہلا مسح باقی ہے، دوبارہ مسح کی ضرورت نہیں۔ اور اگر زخم ٹھیک ہو گیا اور باندھنے کی ضرورت نہیں رہی تو مسح ٹوٹ گیا، اب صرف وہی جگہ دھو کر نماز پڑھے، پورا وضو دہرانا ضروری نہیں۔

ٹوپی، پگڑی وغیرہ پر مسح:

مسئلہ: ٹوپی، پگڑی وغیرہ پر مسح درست نہیں۔

مسئلہ: برقع [اسکارف] اور دستانوں پر مسح درست نہیں۔

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) اگر پاؤں دھونے کے بعد موزہ پہن کر مسح کرلیا، باقی وضو کرنے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ پیروں کو دھونا ضروری ہوگا۔ ☐

(۲) بوٹ پر مسح کر کے نماز پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن خلاف احتیاط ہے۔ ☐

(۳) موزے کے اوپر اور نیچے مسح کرنا ضروری ہے۔ ☐

(٤) وضو اور غسل دونوں کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ ☐

(٥) سفر میں دو دن، دو رات تک مسح کرنا درست ہے۔ ☐

(٦) جو چیز وضو کو توڑ دیتی ہے، اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐

(۷) اگر مدت ختم ہونے سے پہلے ایک موزہ اتار دیا تو دوسرا موزہ اتار کر دوسرا پاؤں دھونا واجب نہیں۔ ☐

(۸) دستانوں پر بھی مسح کرنا درست ہے۔ ☐

(۹) پلستر کے اوپر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے، اتار کر دھونا ضروری نہیں۔ ☐

(۱۰) اگر زخم ٹھیک ہونے سے پہلے پٹی گر جائے تو مسح باقی رہتا ہے۔ ☐

☆... درج ذیل صورتوں میں کون مسح کرسکتا ہے اور کون نہیں کرسکتا؟

(۱) مقیم شخص نے فجر میں موزوں پر مسح کر کے نماز پڑھی، ظہر کے وقت حدث لاحق ہوگیا، اگلے دن فجر کی نماز مسح کر کے پڑھ سکتا ہے؟

(۲) موزہ تین انگلیوں سے زائد مقدار میں پھٹ چکا ہے، کیا اس پر مسح کیا جا

سکتا ہے؟

(۳) پتلی جراب جس پر چمڑا بھی نہیں چڑھا ہوا، کیا اس پر مسح درست ہے؟

(٤) موزہ اتنا چھوٹا ہے کہ ٹخنے نظر آرہے ہیں، ان پر مسح جائز ہے؟

(۵) ایک شخص نے تیمّم کر کے موزے پہنے، اگلی نماز میں وہ موزوں پر مسح کر سکتا ہے یا نہیں؟

تیمّم کا بیان

تیمّم کا طریقہ:

سوال: تیمّم کا طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور پورے چہرے پر مل لے، پھر دوسری مرتبہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور دونوں بازؤں پر کہنی سمیت ملے، اگر ناخن کے برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ گئی تو تیمّم نہ ہوگا۔ انگوٹھی وغیرہ اتار دے تا کہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے اور انگلیوں میں خلال کرلے۔

مسئلہ: مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھ جھاڑ دے تا کہ بازؤں اور چہرے پر غبار نہ لگ جائے اور صورت نہ بگڑے۔

تیمّم صحیح ہونے کی شرائط:

سوال: تیمّم صحیح ہونے کی شرائط تفصیل سے بیان کیجیے؟

جواب: تیمّم درست ہونے کی چار شرائط ہیں:

۱- نیت:

تیمّم کرتے وقت اپنے دل میں بس اتنا ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لیے تیمم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتا ہوں تو تیمّم ہو جائے گا اور یہ ارادہ کرنا کہ میں وضو کا تیمم کرتا ہوں یا غسل کا، کوئی ضروری نہیں۔

۲- پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا:

اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

(الف) علم نہ ہونا یا دور ہونا:

مسئلہ: اگر کوئی ایسی جگہ میں ہے جہاں بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے، نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو ایسی صورت حال میں تیمم کرنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی آدمی مل گیا اور اس نے ایک میل شرعی کے اندر پانی کا پتہ بتایا اور غالب گمان ہو کہ یہ آدمی سچا ہے یا آدمی تو نہیں ملا لیکن کسی نشانی سے خود اس کا دل کہتا ہے کہ یہاں ایک میل شرعی [۶ء۱ کلومیٹر یعنی تقریباً ۲ کلومیٹر] کے اندر اندر کہیں پانی موجود ہے تو پانی کا اس قدر تلاش کرنا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور حرج نہ ہو، ضروری ہے، بغیر ڈھونڈے تیمم کرنا درست نہیں۔ اور اگر خوب یقین ہے کہ پانی ایک شرعی میل کے اندر ہے تو پانی تلاش کر کے وضو کرنا واجب ہے، تیمم کرنا جائز نہیں۔

(ب) پانی نکالنے کا انتظام نہ ہونا:

مسئلہ: کنویں یا ٹینکی سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو پانی میں ڈال کر تر کر لے اور اسے نچوڑ کر وضو کرے یا پانی بالٹی ٹب وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر بھی پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ ناپاک ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال کر دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے، ایسی حالت میں تیمم درست ہے۔

(ج) بیماری:

مسئلہ: اگر بیماری کی وجہ سے پانی کے استعمال سے نقصان ہوتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا ٹھیک ہونے میں دیر لگے گی تب بھی تیمم درست ہے، لیکن اگر ٹھنڈے پانی سے نقصان ہوتا ہو اور گرم پانی سے نقصان نہ ہوتا ہو تو گرم پانی سے غسل کرنا واجب ہے، البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمم کرنا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کہیں برفباری ہو رہی ہو اور اتنی سردی پڑتی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا

بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور رضائی، لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ نہانے کے بعد اس میں خود کو گرم کرلے تو ایسی مجبوری کے وقت تیمّم کر لینا درست ہے۔

(د) پیاس، درندے یا دشمن کی وجہ سے جان جانے کا خوف:

مسئلہ: کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا ہے کہ مزید پانی نہیں مل سکتا، راستہ میں پیاس کے مارے تکلیف یا ہلاکت کا خوف ہے تو وضو نہ کرے، تیمّم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ: ڈر ہے کہ اگر ریل [یا بس] سے اترے گا تو ریل چل پڑے گی اور ریل میں پانی موجود نہیں، تب بھی تیمّم درست ہے۔

(ہ) ایسی نماز چھوٹ جانے کا ڈر جس کا متبادل نہ ہو:

مسئلہ: مقتدی کو اندیشہ ہو کہ وضو کرنے میں نماز جنازہ، عید کی نماز چھوٹ ہو جائے گی تو تیمّم جائز ہے۔

۳- پاک مٹی یا مٹی کی جنس سے تیمّم کرنا:

مسئلہ: مٹی اور جو چیز زمین کی جنس سے ہو، اس پر تیمّم درست ہے، جیسے: ریت، پتھر، اینٹ وغیرہ۔ اور جو چیز مٹی کی جنس سے نہ ہو اس سے تیمّم درست نہیں، جیسے: سونا، چاندی، لکڑی، کپڑا۔ البتہ اگر ان چیزوں پر گرد اور مٹی لگی ہو تو ان پر تیمّم درست ہے۔

مسئلہ: جو چیز آگ میں نہ جلے اور نہ پگھلے وہ مٹی کی جنس میں سے ہے، اس پر تیمّم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا پگھل جائے وہ مٹی کی جنس میں سے نہیں، اس پر تیمّم درست نہیں۔ اسی طرح راکھ پر بھی تیمّم درست نہیں۔

مسئلہ: اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمّم درست ہے، بلکہ اگر پانی سے خوب

دھلا ہوا ہو تب بھی درست ہے۔ ہاتھ پر گرد کا لگنا ضروری نہیں، اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمّم درست ہے، چاہے اس پر گرد و غبار ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست لگ جائے اور دھوپ سے خشک ہو جائے اور بدبو بھی ختم ہو جائے تو وہ زمین پاک ہو جائے گی، اس پر نماز درست ہے، لیکن اس زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں جبکہ معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے، اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

٤۔ تیمّم میں پورا پورا مسح کرنا:

مسح اس طرح کرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے، اگر بال برابر جگہ بھی رہ گئی تو تیمّم نہیں ہوا۔

تیمّم توڑنے والی چیزیں:

سوال: تیمّم کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

جواب: جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور پانی مل جانے سے بھی تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تیمّم کر کے آگے چلا اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر رہ گیا تو بھی تیمّم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: اگر وضو کا تیمّم ہے تو وضو کے بقدر پانی ملنے سے تیمّم ٹوٹے گا اور اگر غسل کا تیمّم ہے تو جب غسل کے بقدر پانی ملے گا تب تیمّم ٹوٹے گا۔ اگر پانی کم ملا تو تیمّم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ریل [یا بس] پر سوار ہوا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا اور راستے میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے، تالاب وغیرہ نظر آئیں تو اس کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا، اس لیے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اتر نہیں سکتا۔

عملی مشق

☆... درج ذیل صورتوں میں سے کس کے لیے تیمّم جائز ہے (✓) اور کس کے لیے جائز نہیں (×)؟

(۱) زاہد ایسی جگہ میں ہے جہاں اسے پانی کا کوئی اتا پتا نہیں، نہ کوئی آدمی ہے اور نہ کوئی نشانی۔ ☐

(۲) ساجد زخمی ہو گیا اور اس کی ران پر سخت قسم کی خراشیں آگئیں۔ ☐

(۳) سفر میں صرف اتنا پانی ساتھ ہے جس سے پیاس بجھانے کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ ☐

(٤) وضو کرنے کی وجہ سے نماز جمعہ فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔ ☐

(۵) اتنی سردی ہے کہ وضو کرنے کی صورت میں سخت بیمار ہونے کا اندیشہ ہے۔ ☐

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) اگر ناخن برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمّم نہ ہوگا۔ ☐

(۲) تیمّم کے لیے نیت کرنا ضروری نہیں۔ ☐

(۳) اگر یہ یقین ہے کہ پانی ایک شرعی میل کے اندر ہے تو تیمّم کرنا جائز نہیں۔ ☐

(٤) اگر بیماری میں ٹھنڈے پانی سے نقصان ہوتا ہو، گرم پانی کا استعمال ممکن ہو تو بھی تیمم کر سکتا ہے۔ ☐

(۵) اگر عید کی نماز دوسری جگہ ملنے کی امید ہو تو تیمّم کر کے جماعت پالینا

درست نہیں۔ ☐

(٦) راکھ پر تیمّم درست نہیں۔ ☐

(٧) اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تو اس سے تیمّم درست نہیں۔ ☐

(٨) زمین پر نجاست لگ کر خشک ہو جائے تو اس سے تیمّم جائز ہے۔ ☐

(٩) تیمّم کرنے کے بعد اگر ایک میل شرعی کے اندر پانی مل جائے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ ☐

(١٠) کسی نے ریل [یا بس] میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کر لیا. راستے میں چشمے، تالاب نظر آئے تو اس کا تیمّم ٹوٹ گیا۔ ☐

نجاستوں کا بیان

نجاست کی قسمیں:

سوال: نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی نجاست زیادہ سخت ہے، تھوڑی سی لگ جائے تو بھی دھونے کا حکم ہے، اس کو ''نجاست غلیظہ'' کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے، اس کو ''نجاست خفیفہ'' کہتے ہیں۔

نجاست غلیظہ:

مسئلہ: خون، آدمی کا پاخانہ، پیشاب، منی، شراب، کتے بلی کا پاخانہ، پیشاب، سور کا گوشت، اس کے بال، ہڈی وغیرہ اس کی ساری چیزیں، گھوڑے گدھے خچر کی لید، گائے، بیل، بھینس، وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی، غرض یہ کہ سب جانوروں کا پاخانہ، مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں ''نجاست غلیظہ'' ہیں۔

مسئلہ: چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاخانہ بھی ''نجاست غلیظہ'' ہے۔

نجاست خفیفہ:

مسئلہ: حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب، جیسے: بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب ''نجاست خفیفہ'' ہے۔

چند چیزیں جو ناپاک نہیں:

مسئلہ: مرغی، بطخ، مرغابی کے سوا دوسرے حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، جیسے: کبوتر، چڑیا اور مینا وغیرہ اور چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔

مسئلہ: مچھلی کا خون ناپاک نہیں، اگر لگ جائے تو کچھ حرج نہیں، اسی طرح مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی ناپاک نہیں۔

مسئلہ: اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں کہ دیکھنے سے دکھائی نہ دیں تو اس میں کچھ حرج نہیں یعنی دھونا واجب نہیں ہے۔

نجاست غلیظہ اور خفیفہ کا حکم:

سوال: دونوں قسم کی ناپاک چیزیں تو سمجھ میں آگئیں۔ اب ان کا حکم بھی بیان کر دیجیے؟

جواب: ''نجاستِ غلیظہ'' میں سے اگر پتلی اور بہنے والی کوئی چیز ہتھیلی کے پھیلاؤ کے برابر یا اس سے کم کپڑے یا جسم پر لگ جائے تو معاف ہے، اس کے دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے۔ اگر ہتھیلی کے پھیلاؤ اس سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں، اس کو دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اگر نجاست غلیظہ میں سے کوئی گاڑھی چیز لگ جائے، جیسے: پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ، تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ [یعنی تقریباً ۴ء۳۷۴ گرام یا ۳۶ رتی] یا اس سے کم ہو تو اس کو دھوئے بغیر نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز درست نہیں ہے۔

نجاست خفیفہ کا حکم:

اگر ''نجاستِ خفیفہ'' کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے ''چوتھائی'' سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں، یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاستِ خفیفہ ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے،

غرض یہ کہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں، اس کا دھونا واجب ہے اور دھوئے بغیر نماز درست نہیں۔

ناپاک کو پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: نجاست زائل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: نجاست دور کرنے کے چھ کے قریب مختلف طریقے ہیں:

۱- دھونا:

مسئلہ: گلاب، کوئی عرق [اور پیٹرول، سپرٹ، کیمیکل] وغیرہ جو چیزیں پانی کی طرح پتلی اور پاک ہوں، ان سے ناپاک چیز کو دھونا درست ہے اور اس طرح دھونے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔ تیل، گھی اور دودھ وغیرہ جن چیزوں میں چکناہٹ پائی جاتی ہے ان سے دھونا درست نہیں اور ایسی چیزوں سے دھونے سے ناپاک چیز پاک نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اگر نجاست ایسی چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑا نہیں جا سکتا، جیسے: تخت، چٹائی، مٹی، یا چینی کے برتن وغیرہ، بوتل اور جوتا وغیرہ تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جائے، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھو لے، اسی طرح کچھ وقفہ کے بعد جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار پھر دھو لے، اس طرح تین دفعہ دھو لینے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر ایسی نجاست ہے کہ کئی دفعہ دھونے اور نجاست کے زائل ہو جانے کے بعد بھی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا تب بھی کپڑا پاک ہو گیا۔ صابن وغیرہ لگا کر دھبہ ختم کرنا اور بدبو دور کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: ایسی ناپاک چیز جو چکنی ہو، جیسے: تیل، گھی، مردار کی چربی وغیرہ اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جائے گی، اگرچہ

اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔

۲- پونچھنا:

مسئلہ: آئینہ، چھری، چاقو، چاندی، سونے کے زیور، تانبے، لوہے، المونیم اور شیشے وغیرہ کی چیزیں [جو سخت ہوتی ہیں] اگر ناپاک ہو جائیں تو خوب پونچھ لینے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانجھ لینے سے پاک ہو جاتی ہیں، لیکن اگر نقش ونگار والی چیزیں ہوں تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔

مسئلہ: ایسے عضو کو جو خون یا پیپ نکلنے سے ناپاک ہو گیا ہو اور دھونے سے نقصان ہوتا ہو تو صرف تر کپڑے [یا دوائی میں بھیگی روئی] سے پونچھ دینا کافی ہے۔

۳- خشک ہو کر نجاست کا اثر باقی نہ رہنا:

مسئلہ: زمین پر نجاست لگ گئی پھر اس طرح خشک ہو گئی کہ اس کا نشان بالکل ختم ہو گیا، نہ تو اس کا دھبہ رہا اور نہ ہی بدبو، تو اس طرح خشک ہو جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے، لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں، البتہ نماز پڑھنا درست ہے۔ جو اینٹیں یا پتھر [سیمنٹ] یا گارے سے زمین میں خوب جما دیے گئے ہوں کہ بغیر کھودے زمین سے جدا نہ ہو سکیں، ان کا بھی یہی حکم ہے کہ خشک ہو جانے اور نجاست کا نشان باقی نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ: زمین پر جمی ہوئی گھاس بھی خشک ہو جانے اور نجاست کا نشان جاتے رہنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اگر گھاس کٹی ہوئی ہو تو دھوئے بغیر پاک نہیں ہوگی۔

مسئلہ: پیر دھو کر ناپاک زمین پر چلا اور پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو اس سے پیر ناپاک نہیں ہوگا۔ ہاں اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ جائے کہ زمین کی کچھ مٹی یا یہ ناپاک پانی پیر میں لگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔

٤- جلانا یا آگ پر پکانا:

مسئلہ: ناپاک چاقو، چھری یا مٹی اور تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیے جائیں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

۵- ماہیت بدل جانا:

مثال: ۱ کسی ناپاک چیز کی حقیقت و ماہیت کسی عمل سے بدل جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔

مثال: ۲ شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

٦- کھرچنا اور رگڑنا:

مسئلہ: جوتے اور چمڑے کے موزے پر اگر جسم رکھنے والی نجاست لگ کر خشک ہو جائے، جیسے: گوبر، پاخانہ، خون، منی وغیرہ تو زمین پر خوب رگڑ کر نجاست زائل کر دینے سے پاک ہو جاتا ہے، ایسے ہی کھرچنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اگر سوکھی نہ ہو تب بھی اگر اتنا رگڑ دے کہ نجاست کا نام ونشان باقی نہ رہے تو بھی پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: چادر کا ایک کونہ ناپاک ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ: ناپاک چادر یا بستر پر سویا اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہو گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا۔البتہ اگر اتنا بھیگ جائے کہ بچھونے میں سے کچھ نجاست نکل کر بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: لکڑی کا تختہ ایک طرف سے ناپاک ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر اتنا موٹا ہے کہ بیچ سے چِر سکتا ہے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر اتنا موٹا نہ ہو تو درست نہیں۔

پاکی ناپاکی کے بعض مسائل:

مسئلہ: کافروں کی پکی ہوئی کھانے کی کوئی چیز اوران کے برتن اور کپڑے وغیرہ کواس وقت تک ناپاک نہیں کہا جائے گا جب تک اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

مسئلہ: کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اوران سے بوآنے لگے تو ناپاک نہیں ہوتیں، جیسے: گوشت، حلوہ وغیرہ مگر چونکہ ان کے کھانے سے نقصان ہوگا اس لیے ان کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: نیند کی حالت میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ: ناپاک چیز پانی میں گرے اوراس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں، بشرطیکہ ان چھینٹوں میں اس نجاست کا کوئی اثر نہ ہو۔

مسئلہ: دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا اگر ایک جانب سے ناپاک ہو جائے اور ایک جانب سے پاک ہو تو سارا ناپاک سمجھا جائے گا، اس پر نماز درست نہیں، بشرطیکہ اس کا ناپاک حصہ نمازی کے کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے کی جگہ میں ہو اور دوہرے کپڑے کی دونوں جانبیں باہم سلی ہوئی ہوں۔ اگر سلی ہوئی نہ ہوں تو پھر ایک جانب کے ناپاک ہونے سے دوسری جانب ناپاک نہیں ہوگی بلکہ دوسری جانب نماز درست ہے، شرط یہ ہے کہ اوپر کی جانب کا کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ اس میں سے نیچے کی نجاست کا رنگ اور بو ظاہر نہ ہوتی ہو۔

مسئلہ: مرغی یا کسی اور پرندے کو پیٹ چاک کرکے اس کی آلائش نکالنے سے پہلے کھولتے پانی میں جوش دیا جائے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہوگا۔

دھوبی کی دھلائی کا حکم:

سوال: دھوبی کی دھلائی اور ڈرائی کلین کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو کپڑا دھوبی کو پاک دیا گیا ہے وہ دھلنے کے بعد بھی پاک ہی رہے گا اور جو کپڑا ناپاک دیا گیا ہے وہ ناپاک رہے گا، اس لیے کہ شریعت کا اصول ہے «الیقین لا یزول إلا بالیقین» لہٰذا جب تک پاک کپڑے کی ناپاکی کا اور ناپاک کپڑے کی پاکی کا یقین نہ ہوگا وہ اصلی حالت پر برقرار رہیں گے، [لہٰذا اگر کپڑے پر ناپاکی لگی ہو تو دھونے کے لیے دینے سے پہلے کم از کم نجاست والے حصے کو پانی سے ایک مرتبہ اچھی طرح دھوکر دینا چاہیے] البتہ اگر دھوبی بہتے پانی میں یا اتنے بڑے حوض میں دھوئے جس کا رقبہ سو ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو تو ناپاک کپڑا بھی پاک ہو جائے گا۔ ضرورت کی بنا پر اگر دھوبی ''قلتین'' کے بقدر یعنی ۲۱۷،۷۲۸ کلوگرام پانی میں کپڑے دھوئے تو بھی گنجائش ہے۔

مسئلہ: ڈرائی کلینر کا حکم بھی دھوبی کی دھلائی کی طرح ہے۔ (أحسن الفتاویٰ: ۲/۸۳۔ ۸۴)

فرش اور قالین پاک کرنے کا طریقہ:

سوال: فرش اور قالین پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: فرش خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ قالین وغیرہ تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، اس طرح کہ ہر مرتبہ ٹپکنا بند ہو جائے، بشرطیکہ نچوڑنا مشکل ہو اور اگر نچوڑنا مشکل نہ ہو تو تین بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

یہ تفصیل اس وقت ہے کہ جب کسی برتن یا چھوٹے حوض میں ڈال کر دھویا جائے، اگر اوپر سے پانی ڈالا جائے یا بہتے پانی میں ڈالا جائے تو نہ تین مرتبہ دھونا شرط ہے اور نہ نچوڑنا، بلکہ یوں اندازہ لگایا جائے کہ اگر برتن میں پانی بھر کر اس میں ڈالا جاتا تو جتنے پانی میں کپڑا ڈوب جاتا اس سے تین گنا پانی بہا دینے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (أحسن الفتاویٰ: ۲/۹۲)

مسئلہ: جب پاکی حاصل کرنے کے لیے ٹونٹی سے پانی ڈالا جائے تو اس میں نچوڑ

نا اور تین دفعہ دھونا ضروری نہیں، بلکہ اس پر اتنا پانی بہا دینا کافی ہے جتنا تین دفعہ برتن میں دھونے پر خرچ ہوتا ہے۔ (أحسن الفتاوى : ۹۷/۲)

عملی مشق

☆... مختصر جوابات دیجیے:

(۱) نجاست غلیظہ اگر پتلی اور بہنے والی ہوتو کتنی مقدار میں معاف ہے؟

(۲) نجاست خفیفہ کتنی مقدار میں معاف ہے؟

(۳) نجاست دور کرنے کے کوئی تین طریقے ذکر کریں۔

(٤) کافروں کے استعمال کے کپڑے اور برتن پاک ہیں یا ناپاک؟

(۵) کوئی ناپاک چیز پانی میں گرے تو اس کی چھینٹوں کا کیا حکم ہے؟

☆... درج ذیل نجاستوں کے بارے میں غلیظہ یا خفیفہ ہونے کی وضاحت کریں۔

(۱) خون

(۲) دودھ پیتے بچے کا پیشاب

(۳) حلال پرندوں کی بیٹ

(٤) گائے بھینس کا گوبر

(۵) مکھی یا مچھر کا خون

☆... درج ذیل جملوں میں صحیح (✓) اور غلط (×) کی نشاندہی کریں:

(۱) حرام جانور کی بیٹ اگر ہتھیلی کے گہراؤ کے برابر یا کم ہوتو نماز ہو جاتی ہے۔

(۲) تیل یا دودھ سے دھو کر کسی چیز کو پاک کیا جا سکتا ہے۔ ☐

(۳) خون یا نجاست وغیرہ دور کر کے صابن سے اس کا دھبہ دور کرنا بھی ضروری ہے۔ ☐

(٤) زمین پر نجاست گر کر خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ ☐

(۵) شراب سرکہ بننے کے بعد بھی پاک نہیں ہوتی۔ ☐

(٦) نیند کی حالت میں منہ سے جو پانی نکلتا ہے، وہ پاک ہے۔ ☐

(۷) چادر کا ایک کونہ بھی ناپاک ہو تو اس کے کسی حصے پر بھی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ☐

(۸) مرغی کی آلائش نکالے بغیر پیٹ پاک کر کے کھولتے پانی میں جوش دے دیا تو وہ اب پاک نہیں ہو سکتا۔ ☐

(۹) دھوبی کو جو کپڑا پاک دیا، وہ پاک اور جو ناپاک دیا، وہ ناپاک رہے گا۔ ☐

(۱۰) قالین پر اگر اوپر سے پانی بہایا جائے یا پانی میں ڈالا جائے تو اسے تین مرتبہ دھونا یا نچوڑنا شرط نہیں۔ ☐

استنجا کا بیان

نیند سے بیدار ہونے کے بعد پانی استعمال کرنے کا طریقہ:

سوال: صبح نیند سے اٹھنے کے بعد پانی استعمال کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: سو کر اٹھنے کے بعد جب تک گٹے تک ہاتھ نہ دھولے اس وقت تک پانی [کے برتن] میں ہاتھ نہ ڈالے، چاہے ہاتھ پاک ہو یا ناپاک۔ پہلے ہاتھ دھولے پھر بالٹی وغیرہ میں بھی ہاتھ ڈال سکتا ہے۔

ڈھیلے سے استنجا کرنا:

سوال: کیا پتھر یا ڈھیلے [یا ٹشو] سے استنجا کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر نجاست بالکل ادھر ادھر نہ نکلے اور پانی سے استنجا نہ کرے بلکہ ٹشو وغیرہ سے استنجا کر لے اور اتنا پونچھ ڈالے کہ نجاست جاتی رہے اور بدن صاف ہو جائے تو بھی جائز ہے، لیکن یہ بات نظافت کے خلاف ہے۔

سوال: کیا پتھر اور ڈھیلے سے استنجا کرنے کا کوئی مخصوص طریقہ ہے؟

جواب: ڈھیلے سے استنجا کرنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں، بس اتنا خیال رکھے کہ نجاست ادھر ادھر پھیلنے نہ پائے اور بدن خوب صاف ہو جائے۔

سوال: ڈھیلے [یا ٹشو] سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

جواب: ڈھیلے [یا ٹشو] سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل ہے، لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ پھیل جائے تو ایسے وقت میں پانی سے دھونا واجب ہے، دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو صرف ڈھیلے [یا ٹشو] سے پاک کر کے بھی نماز درست ہے لیکن پانی سے پاکی حاصل کرنا اولیٰ ہے۔

پانی سے استنجا کرنے کا مسنون طریقہ:

سوال: پانی سے استنجا کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: پانی سے جسم اتنا دھوئے کہ اطمینان ہو جائے کہ اچھی طرح صفائی ہوگئی ہے، البتہ اگر کوئی شخص ایسا وہمی ہو کہ بہت زیادہ پانی خرچ کرنے کے باوجود اس کا اطمینان نہیں ہوتا تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ تین دفعہ دھولے، اس سے زیادہ نہ دھوئے۔

سوال: حاجت کے دوران منہ کا قبلہ کی طرف ہونا کیسا ہے؟

جواب: پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے۔

سوال: بچے کو قبلہ رخ بٹھا کر پیشاب یا پاخانہ کرانا کیسا ہے؟

جواب: چھوٹے بچے کو قبلہ رُخ بٹھا کر پیشاب یا پاخانہ کروانا بھی مکروہ اور منع ہے۔

بیت الخلا جانے کا مسنون طریقہ:

سوال: بیت الخلاء جانے کا مسنون طریقہ اور دعائیں کیا ہیں؟

جواب: جب قضائے حاجت کے لیے جائے تو بیت الخلاء کے دروازہ سے باہر ہی بسم اللہ کہے اور پھر یہ دعا پڑھے ((اَللّٰھُمَّ إِنِّیۡ أَعُوۡذُ بِكَ مِنَ الۡخُبُثِ وَالۡخَبَائِثِ)) اور بہتر یہ ہے کہ ننگے سر نہ جائے اور اگر کسی انگوٹھی وغیرہ پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام ہو تو اس کو اندر داخل ہونے سے پہلے اتار دے۔ داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر رکھے اور اندر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے۔ اگر چھینک آئے تو صرف دل ہی دل میں ''الحمد للہ'' کہے۔ زبان سے کچھ نہ کہے اور نہ بلا ضرورت وہاں کوئی بات کرے۔ جب نکلے تو دایاں پیر پہلے نکالے اور دروازہ سے نکل کر یہ دعا پڑھے: ((غُفۡرَانَكَ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ أَذۡهَبَ عَنِّی الۡأَذٰی وَعَافَانِیۡ)) اور استنجے کے بعد بائیں ہاتھ کو مل کر دھولے۔

سوال: استنجا کے دوران کن چیزوں سے بچنا چاہیے؟

جواب: بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت، حدیث یا کسی اور متبرک چیز کا پڑھنا، ایسی چیز جس پر اللہ تعالیٰ، نبی، کسی فرشتے کا نام، کوئی آیت، حدیث یا دعا لکھی ہوئی ہو، اپنے ساتھ رکھنا، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ چمڑے، کپڑے، پلاسٹک وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں۔

مسئلہ: بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پاخانہ یا پیشاب کرنا، تمام کپڑے اتار کر برہنہ ہو کر پاخانہ یا پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: نہر اور تالاب وغیرہ کے کنارے پاخانہ یا پیشاب کرنا مکروہ ہے، اگرچہ اس میں نجاست نہ گرے، اسی طرح ایسے سایہ دار درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، پھل پھول والے درخت کے نیچے، ایسی جگہ جہاں لوگ سردی کے موسم میں دھوپ سینکنے کے لیے بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان، مسجد اور عیدگاہ کے اس قدر قریب کہ جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو، قبرستان میں، ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستے میں، ہوا کے رُخ پر، کسی بل یا سوراخ میں، راستے کے قریب جہاں قافلہ وغیرہ گزرتا ہو یا کسی مجمع کے قریب پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ حاصل یہ کہ ہر ایسی جگہ جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں اور ان کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے نجاست بہہ کر اپنی طرف آئے، قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔

عملی مشق

☆... خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ہڈی، گوبر، کاغذ اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا............ ہے۔

(۲) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے .... پیر رکھے اور جب

نکلے تو.........پیر پہلے نکالے۔

(۳) ایسی جگہ جہاں لوگ اٹھتے، بیٹھتے ہوں یا ان کو تکلیف ہو، وہاں قضائے حاجت کرنا...........ہے۔

(٤) ٹائلٹ پیپر جو استنجاء کے لیے ہی بنایا جاتا ہے، اس سے استنجاء...........ہے۔

(۵) ایسا آدمی جس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے ہوں اور اس کی بیوی اسے استنجاء کرائے تو ایسے شخص کے لیے استنجاء..........ہے۔

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) استنجاء میں قبلے کی طرف منہ یا پشت کرنا جائز ہے۔ ☐

(۲) ڈھیلے یا ٹشو کے بعد پانی استعمال کرنا افضل ہے۔ ☐

(۳) نجاست ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ پھیل جائے تو پانی سے استنجاء کرنا واجب ہے۔ ☐

(٤) بیت الخلاء ننگے سر جانا بہتر ہے۔ ☐

(۵) بیت الخلاء میں اگر چھینک آجائے تو دل میں الحمدللہ کہے۔ ☐

کتاب الصلوٰۃ

(نماز کے احکام)

نماز کی فضیلت:

سوال: اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ترین عبادت کون سی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز سے زیادہ پیاری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ ان کے پڑھنے کا بڑا ثواب اور ان کا چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''جو اچھی طرح سے وضو کرے اور خوب دل لگا کر اچھی طرح نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغیرہ گناہ بخش دے گا اور جنت عطا کردے گا۔'' (جمع الفوائد : ۵۳/۱)

نماز بے حیائی سے روکتی ہے:

سوال: نماز کے فوائد بیان کیجیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾ ''بیشک نماز بے حیائی اور گناہ سے روک دیتی ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ نماز باقاعدہ پڑھنے سے ایسی برکت ہوتی ہے کہ نمازی تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے، اگر چہ اور بھی بعض عبادتیں ایسی ہیں جن سے یہ برکت حاصل ہوتی ہے، مگر نماز کو اس میں خاص دخل ہے اور نماز اس حوالے سے اعلیٰ درجہ کی تاثیر رکھتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ نماز سنت کے مطابق عمدہ طریقے سے ادا کی جائے۔ نمازی کے دل میں اللہ پاک کی عظمت ہو، ظاہر اور باطن سکون وعاجزی سے بھرا ہو، ادھر ادھر نہ دیکھے۔ جس درجہ نماز کو کامل ادا کرے گا اسی درجہ کی برکت حاصل ہوگی۔ کوئی عبادت نماز سے زیادہ حق تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ مسلمان کے لیے ضروری

ہے کہ ایسی عبادت جو تمام گناہوں سے روک دے اور دوزخ سے نجات دلا دے۔ اس کو نہایت اہتمام سے ادا کرے اور کبھی قضا نہ کرے۔

گناہوں کو مٹا دینے والی چیز:

☆... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک ہر نماز (نمازی کے) ان گناہوں کو جو اس نماز سے پہلے کیے ہیں مٹا دیتی ہے۔'' (رواه أحمد بأسناد حسن)

مطلب یہ ہے کہ ہر نماز پڑھنے سے وہ گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس نماز سے دوسری نماز پڑھنے تک ہوئے ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ جس شخص سے صغیرہ گناہ نہ ہوں، اس کو کیا فضیلت حاصل ہوگی؟ پھر یہ کہ جب نمازوں سے ادھر ادھر کے سب گناہ معاف ہو گئے تو جمعہ وغیرہ سے کون سے گناہ معاف ہوں گے؟ اب تو کوئی صغیرہ گناہ رہا ہی نہیں جو معاف ہو، تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں درجے بلند ہوں گے۔

پانچوں نمازوں کی مثال:

سوال: نماز گناہ کیسے مٹاتی ہے؟ مثال سے سمجھائیے؟

جواب: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پنج وقتہ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے میٹھے پانی کی نہر جو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار نہائے، تو کیا اس پر کچھ میل باقی رہے گا؟''

(رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه عفیر بن معدان وهو ضعیف جداً، کذا فی مجمع الزوائد)

سب سے پہلے حساب:

سوال: قیامت کے دن حساب کتاب کا آغاز کس چیز سے ہوگا؟

جواب: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست ہوگی تو باقی تمام اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز خراب ہوگی تو باقی سب اعمال بھی خراب ہوں گے۔ پھر حق تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے فرشتو! دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نفل نمازیں بھی ہیں؟'' اگر کچھ نفل نمازیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ان نفلوں کے ذریعے اس کے فرضوں کی کمی پوری کردی جائے گی۔ اسی طرح باقی فرائض کی کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی، جیسے فرض روزہ کی کمی نفل روزہ سے پوری کی جائے گی۔'' (رواہ ابن عساکر بسند حسن کذا فی کنزالعمال: ج ٤)

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ فرض کو نفل سے پورا کیا جائے گا، ورنہ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ فرض کی تکمیل نفل سے نہ ہو بلکہ جب فرض پورا نہ ہو تو عذاب دیا جائے، مگر سبحان اللہ! رحمتِ خداوندی کا کیا ٹھکانہ ہے اور جس کے فرائض درست نہ ہوں گے اور نوافل بھی نہ ہوں گے تو اسے عذاب دیا جائے گا، البتہ اگر اللہ تعالیٰ رحم کردے تو یہ دوسری بات ہے۔

نماز کا حکم:

سوال: نماز کس پر فرض ہے؟

جواب: ہر عاقل، بالغ، مسلمان پر چاہے مرد ہو یا عورت نماز فرض ہے۔ نابالغ بچوں اور مجنون پر نماز فرض نہیں۔

اولاد کو نماز کی تعلیم دینا:

سوال: بچوں پر نماز کب فرض ہے؟

جواب: اولاد جب سات برس کی ہوجائے تو ماں باپ کو حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھائیں اور جب دس برس کی ہوجائے تو مار کر نماز پڑھائیں۔

[شریعت کے تمام احکام کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہیے، البتہ روزہ اس وقت رکھوایا

جائے جب بچہ میں روزہ رکھنے کی طاقت پیدا ہو جائے۔ اسی طرح جو کام ابھی نہیں کرسکتا وہ صرف سکھائے جائیں۔ عملاً کوئی کام اس وقت کروایا جائے جب اس کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔]

نماز کے اوقات

نمازوں کے مستحب اوقات:

سوال: فجر کی نماز کس وقت ادا کرنی چاہیے؟

جواب: مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت میں شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اتنا وقت باقی ہو کہ اگر اس طرح نماز پڑھی جائے کہ اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے اور نماز کے بعد اگر کسی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں۔

سوال: ظہر کی نماز کب پڑھنی چاہیے؟

جواب: گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں جلدی نہ کرے، گرمی کی تیزی ختم ہو جائے تب پڑھنا مستحب ہے اور سردیوں میں کے شروع وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

سوال: مغرب کا مستحب وقت کون سا ہے؟

جواب: مغرب کی نماز میں جلدی کرنا اور سورج غروب ہوتے ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔

سوال: نمازِ عشاء کا مستحب وقت کیا ہے؟

جواب: عشاء کی نماز میں ایک تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے، اس کے بعد آدھی رات تک جائز ہے، آدھی رات کے بعد تک تاخیر مکروہِ تنزیہی ہے۔

سوال: وتر پڑھنے کا بہتر وقت کون سا ہے؟

جواب: جس شخص کی عادت رات کے آخری حصہ میں تہجد کی نماز پڑھنے کی ہو اور اس کو اٹھ جانے کا غالب گمان ہو تو اس کے لیے وتر کی نماز تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے اور اگر

بیدار ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ صبح تک آنکھ نہیں کھلے گی تو اس صورت میں عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلی ہی پڑھ لے۔

وہ اوقات جن میں کوئی بھی نماز پڑھنا منع ہے:

سوال: کن اوقات میں کوئی بھی نماز یا سجدۂ تلاوت درست نہیں؟

جواب: ایسے اوقات تین ہیں: سورج نکلتے وقت، عین زوال کے وقت اور سورج غروب ہونے کے وقت کوئی نماز صحیح نہیں، البتہ عصر کی نماز اگر کوئی پہلے نہ پڑھ سکا ہو تو وہ سورج غروب ہوتے وقت بھی پڑھ لے۔

سوال: وہ کون سے اوقات ہیں جن میں نفل نماز درست نہیں؟

جواب: دو وقت ایسے ہیں جن میں فرض اور قضا نماز ہو سکتی ہے صرف نفل نہیں ہو سکتے: فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جب تک سورج نکل کر اونچا نہ ہو جائے [اونچائی کی حد وہ وقت ہے جب سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔] نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ سورج نکلنے سے پہلے قضا نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا درست ہے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو جب تک کچھ روشنی نہ ہو جائے، قضا نماز بھی درست نہیں۔ ایسے ہی عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد نفل نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ قضا اور سجدۂ تلاوت درست ہے، لیکن جب دھوپ پھیکی پڑ جائے تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جب صبح ہو جائے اور فجر کا وقت آ جائے تو دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں، یعنی مکروہ ہے، البتہ قضا نمازیں اور سجدۂ تلاوت درست ہے۔

اذان واقامت

اذان کی شرعی حیثیت:

سوال: کن کن نمازوں کے لیے اذان کہی جاتی ہے اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: پانچ وقت کی فرض نمازوں کے لیے ایک بار اذان کہنا ''سنت مؤکدہ'' ہے، چاہے مسافر ہوں یا مقیم، جماعت کی نماز ہو یا تنہا، ادا نماز ہو یا قضا۔ نمازِ جمعہ کے لیے دو بار اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

سوال: کیا گھر میں اکیلے یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے اذان واقامت ضروری ہے؟

جواب: جو شخص اپنے گھر میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اس کے لیے اذان واقامت دونوں مستحب ہیں، بشرطیکہ محلّہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان واقامت ہو چکی ہو، اس لیے کہ محلّہ کی اذان واقامت تمام محلّہ والوں کے لیے کافی ہے۔

اذان واقامت کا جواب:

سوال: جب اذان کی آواز سنیں تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جو شخص اذان سنے، مرد ہو یا عورت، پاکی کی حالت میں ہو یا ناپاکی کی حالت میں، اس پر [اذان سنتے ہی خاموش ہو جانا] اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور بعض نے واجب بھی کہا ہے یعنی جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے، وہی کہے مگر «حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ» اور «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کے جواب میں «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ» بھی کہے اور «اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ» کے جواب میں «صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ» کہے۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.»

تنبیہ:

[بعض لوگ دعا میں «وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» اور دعا کے آخر میں «يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ» کے الفاظ بڑھاتے ہیں، حالانکہ یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں آئے، اس لیے مسنون نہیں۔]

سوال: اقامت کا جواب کیسے دیا جائے؟

جواب: اقامت کا جواب انہی الفاظ میں دینا مستحب ہے جو اقامت میں پڑھے جا رہے ہیں، البتہ «قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ» کے جواب میں «أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا» کہے۔

بچے کے کان میں اذان واقامت:

سوال: بچے کے کان میں اذان واقامت کب اور کیسے کہی جائے؟

جواب: جب بچہ پیدا ہو تو نہلانے کے بعد بچہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے اور قبلہ رُخ ہو کر بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ «حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة» اور «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کہتے ہوئے دائیں بائیں چہرہ بھی پھیرے، البتہ دوران اذان کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دے؟

سوال: شہروں میں بیک وقت کئی اذانیں ہو رہی ہوتی ہیں تو ان میں سے کس کا جواب

جواب: اگر کئی مسجدوں سے اذان سنائی دے تو بہتر یہ ہے کہ سب اذانوں کا جواب دے۔ اور اگر اس میں مشکل ہو تو پہلی اذان کا زیادہ حق ہے کہ اس کا جواب دے، چاہے یہ اذان محلہ کی مسجد میں ہو یا کسی دوسری مسجد میں۔

(أحسن الفتاویٰ : ۲/۲۹۲)

نماز کی شرائط

سوال: نماز شروع کرنے سے پہلے کون سی چیزیں ضروری ہیں؟

جواب: نماز شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں ضروری ہیں: اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے، نہانے کی ضرورت ہو تو غسل کرے۔ بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کو پاک کرے۔ جس جگہ نماز پڑھتا ہو وہ بھی پاک ہونی چاہیے۔[مرد کم از کم ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک اپنا جسم ڈھانپے ورنہ نماز نہیں ہوگی]اور عورت چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیروں کے علاوہ سارے بدن کو خوب ڈھانک لے۔ قبلہ کی طرف منہ کرے۔ جو نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے۔ وقت آجانے کے بعد نماز پڑھے۔ یہ سب چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی تو نماز نہیں ہوگی۔

گھاس پر نماز پڑھنا:

سوال: آپ نے فرمایا کہ جہاں نماز پڑھے وہ جگہ پاک ہونی چاہیے۔ یہ بتایئے کہ پارک میں لگی گھاس پر نماز پڑھنا کیسا ہے جبکہ اس میں کھاد بھی ڈلی ہو؟

جواب: کھاد والی گھاس پر نماز صحیح ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کھاد بالکل مٹی بن جائے اور اس کا علیحدہ وجود بالکل نظر نہ آئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گھاس اتنی گھنی اور بڑی ہو کہ کھاد سے نمازی کا کوئی عضو نہ لگے، کھاد سے لگ کر ناپاک ہونے والا پانی جو گھاس پر لگا ہوگا وہ پانی جب گھاس پر سے خشک ہو جائے گا تو گھاس پاک ہو جائے گی۔]

(أحسن الفتاویٰ: ۳/۴۴۰)

قبلہ رخ ہونا:

سوال: اگر کسی کو قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہے جہاں سمت قبلہ معلوم نہیں ہوتی اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے، جس طرف غالب گمان ہو اس طرف رُخ کر کے پڑھ لے۔ اگر بغیر سوچے سمجھے پڑھ لے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اگر قبلہ کی طرف رُخ کیے بغیر نماز پڑھ رہا تھا، پھر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ قبلہ ادھر نہیں ہے بلکہ دوسری طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائے، معلوم ہونے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

نیت کرنا:

سوال: کیا زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، بلکہ دل میں اتنا سوچ لے کہ میں آج کی فرض نمازِ ظہر پڑھتا ہوں، اور اگر سنت پڑھ رہا ہو تو یہ سوچ لے کہ ظہر کی سنت پڑھتا ہوں، بس اتنا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ لمبی چوڑی نیت جو لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا ضروری نہیں۔ بعض لوگ نیت میں اتنی دیر لگا دیتے ہیں کہ امام قراءت شروع کر دیتا ہے اور ان کی نیت ختم نہیں ہوتی، یہ درست نہیں۔

مسئلہ: اگر زبان سے نیت کرنا چاہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہوگا: ''میں آج ظہر کے فرض کی نیت کرتا ہوں۔'' نیت کے ان الفاظ کے بعد ''اللہ اکبر'' کہے اور اگر سنتوں کی نیت زبان سے کرنا چاہتا ہے تو اتنا کہہ دے: ''میں نیت کرتا ہوں ظہر کی سنتوں کی،'' پھر ''اللہ اکبر'' کہے اور: ''چار رکعت نماز وقتِ ظہر، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے،'' یہ سب کہنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر دل میں تو یہ خیال ہے کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں، لیکن ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا لفظ نکل گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر بھولے سے چار رکعت کی جگہ چھ یا تین رکعت زبان سے نکل جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: سنت، نفل اور تراویح کی نماز میں صرف اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، سنت ہونے اور نفل ہونے کی کوئی نیت نہیں کی تو بھی درست ہے، مگر سنت تراویح کی نیت کر لینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

قضا نمازوں کی نیت:

سوال: پچھلی زندگی کی قضا نمازوں کی نیت کیسے ہوگی؟

جواب: اگر کئی نمازیں قضا ہو گئیں، پھر قضا پڑھنے کا ارادہ کیا تو وقت مقرر کر کے نیت کرے، مثلاً: اس طرح کہ میں فجر کے فرض پڑھتا ہوں یا ظہر کے فرض پڑھتا ہوں۔ اسی طرح جس وقت کی قضا پڑھنا ہو خاص اسی کی نیت کرنا چاہیے۔ اگر صرف اتنی نیت کر لی کہ میں قضا نماز پڑھتا ہوں اور خاص اس وقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی، پھر سے پڑھنی پڑے گی۔

سوال: اگر کسی کی سال بھر کی نمازیں چھوٹی ہوں اور اسے تاریخ، مہینہ کچھ بھی یاد نہیں تو ایسا شخص کیسے نیت کرے گا؟

جواب: اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمے قضا ہیں ان میں جو سب سے پہلی ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں، یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمے قضا ہیں ان میں سے سب سے پہلی کی قضا پڑھتا ہوں۔ اسی طرح نیت کر کے قضا پڑھتا رہے۔ جب دل گواہی دے دے کہ ساری چھوٹی ہوئی

نمازوں کی قضا ہو گئی تو قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

نمازِ جنازہ کی نیت:

سوال: نمازِ جنازہ کی نیت کیسے کرنی چاہیے جبکہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میت مرد کی ہے یا عورت کی؟

جواب: جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس میت کے واسطے دعا کے لیے پڑھتا ہوں۔ اگر مقتدی کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کے لیے یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اسی کی میں بھی پڑھتا ہوں۔

نماز کی کیفیت کا بیان

نماز پڑھنے کا طریقہ:

سوال: نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ شروع سے آخر تک یہ ہے: نماز کی نیت کر کے اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر کہے۔ ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر سیدھ میں ہو جائیں اور انگلیاں کھلی رہیں۔ پھر ہاتھ کو ناف کے نیچے اس طرح باندھ لے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رہے اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لے۔ اور باقی تین انگلیاں کلائی پر بچھی رہیں۔ تکبیر کے بعد یہ پڑھے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ.»

پھر «أَعُوْذُ بِاللّٰهِ......» اور «بِسْمِ اللّٰهِ......» پڑھ کر «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ......» پڑھے اور «وَلَا الضَّآلِّيْنَ» کے بعد «آمِيْنَ» کہے، پھر آہستہ «بِسْمِ اللّٰهِ» پڑھ کر کوئی سورت یا کم سے کم تین آیتیں پڑھے۔ پھر «اَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ رکوع میں اپنے گھٹنے پکڑ لے، انگلیاں کھلی رکھے، بازو پہلوؤں سے الگ رکھے، سر اور کمر بالکل برابر رکھے، بازوؤں میں خم نہ ہو، پنڈلیاں سیدھی رہیں اور تین، پانچ یا سات مرتبہ «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ» کہے۔ پھر «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ» کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» پڑھے۔

پھر «اَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہتا ہوا سجدے میں جائے۔ سجدے میں جاتے وقت کمر بالکل

سیدھی رکھے، گھٹنے زمین پر رکھنے سے پہلے کمر میں خم نہ آنے پائے، پھر زمین پر پہلے گھٹنے رکھے، پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھے اور انگلیاں خوب ملا کر قبلہ کی طرف کرے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان پیشانی اور ناک دونوں اس طرح زمین پر رکھ دے کہ دونوں کان ہاتھوں کے برابر رہیں۔ پاؤں کھڑے رکھے اور انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے۔ سجدہ میں پیٹ رانوں سے اور بازو پہلوؤں سے جدا رہیں، دونوں بازو زمین سے اوپر رکھے۔ اور کم سے کم تین دفعہ «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» کہے، پھر «اَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہتا ہوا سیدھا بیٹھ جائے، پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کرے۔

پھر تکبیر کہتا ہوا پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے، زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے۔ پھر «بِسْمِ اللّٰهِ...... ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ......» اور سورت پڑھ کر دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح پوری کرے۔ دوسرے سجدے کے بعد اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے، دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے اور انگلیاں اپنے حال پر رہنے دے۔ پھر یہ پڑھے:

« اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ.

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. »

جب « أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ » پر پہنچے تو درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر « لَا إِلٰهَ » کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھائے اور « إِلَّا اللّٰهُ » کہتے وقت جھکا دے، مگر حلقہ کو آخر نماز تک باقی رکھے۔ اگر چار رکعت پڑھنا ہو تو اس سے زیادہ اور کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً « اَللّٰهُ أَكْبَرُ » کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہو اور دو رکعتیں اور پڑھ لے۔ فرض نمازوں میں آخری دو رکعتوں میں « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » کے ساتھ اور کوئی سورت نہ ملائے۔ جب چوتھی رکعت

مکمل کرنے کے بعد بیٹھے تو پھر «اَلتَّحِیَّاتُ ......» پڑھ کر یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ، إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ، إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

پھر یہ دعا پڑھے:

﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً، وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

یا یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ، وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، الْأَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْأَمْوَاتِ.»

یا کوئی اور دعا پڑھے جو قرآن مجید یا حدیث میں آئی ہو، پھر دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے «اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ» کہے، پھر یہی الفاظ کہتے ہوئے بائیں طرف سلام پھیرے۔ سلام پھیرتے وقت فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ [مقتدی دائیں بائیں دوسرے نمازیوں اور امام کی بھی نیت کرے، اور امام دونوں طرف مقتدیوں اور فرشتوں پر سلام کی نیت کرے۔]

یہ نماز پڑھنے کا تفصیلی طریقہ ہے۔ اس میں کچھ چیزیں فرض ہیں، جن میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ بعض چیزیں واجب ہیں جن میں سے اگر کوئی چیز جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اگر کوئی دوبارہ نہ پڑھے تو فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن اس طرح ناقص نماز پڑھنے سے سخت گناہ ہوتا ہے۔ اگر بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز مکمل ہو جاتی ہے۔

نماز میں بعض چیزیں سنت ہیں، کبھی کبھار چھوٹ جائیں تو ثواب میں کمی آتی ہے۔ان کو چھوڑنے کی عادت ڈالنے سے گناہ ہوتا ہے۔ بعض چیزیں مستحب ہیں جن سے مزید ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔

نماز کے فرائض:

سوال: نماز میں کتنے فرائض ہیں؟

جواب: نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں:

۱- نیت باندھتے وقت "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہنا۔

۲- تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہنے کے برابر کھڑا رہنا۔

۳- قرآن مجید میں سے کوئی سورت یا کم از کم ایک لمبی آیت پڑھنا۔

٤- رکوع کرنا۔

٥- دونوں سجدے کرنا۔

٦- نماز کے اخیر میں "التحیات" پڑھنے کے بقدر بیٹھنا۔

نماز کے واجبات:

سوال: نماز کے واجبات بیان کیجیے؟

جواب: نماز میں چودہ چیزیں واجب ہیں:

۱- سورت فاتحہ پڑھنا۔

۲- فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملانا۔

۳- فرائض کی ترتیب برقرار رکھنا، یعنی پہلے قیام، پھر رکوع، پھر سجدہ کرنا۔

٤- سورتِ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا۔

٥- دو رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھنا۔

٦- دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔

۷- وتر کی نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنا۔

۸- ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہہ کر نماز ختم کرنا۔

۹- فرض کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ یا کم از کم ایک لمبی آیت پڑھنا۔

۱۰- کسی بھی فرض اور واجب کو مکرر ادا نہ کرنا۔

۱۱- عید کی نماز میں زائد تکبیرات کہنا۔

۱۲- ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ سورت فاتحہ اور دوسری سورت پڑھنا۔

۱۳- مغرب، عشاء اور فجر میں امام کا بلند آواز سے پڑھنا۔

١٤- تعدیل ارکان یعنی ہر فرض میں کم از کم ایک تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی) کی بقدر ٹھہرنا۔

واجبات سے متعلق بعض مسائل:

سوال: واجباتِ نماز میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: واجباتِ نماز میں سے اگر کوئی جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے، دوبارہ نہیں پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا، البتہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اگر بھول کر کوئی واجب چھوڑ دے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے۔ واجب چھوڑنے کی چند صورتیں یہ ہیں: سورتِ فاتحہ نہ پڑھے، صرف سورتِ فاتحہ پڑھے، کوئی سورت یا آیت نہ ملائے، دو رکعت کے بعد نہ بیٹھے بلکہ فوراً تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، بیٹھ تو جائے لیکن التحیات نہ پڑھے وغیرہ۔

سوال: اگر سجدے میں ناک یا پیشانی میں سے کسی ایک کو زمین پر ٹیکا جائے تو کیا ایسی

نماز درست یا نہیں؟

جواب: سجدے کے وقت اگر پیشانی زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز ہو جائے گی، لیکن بہت برا کیا، اور اگر صرف ناک زمین پر لگائی تو نماز نہیں ہوئی۔[چاہے جان بوجھ ایسا کیا ہو یا بھول کر دونوں کا یہی حکم ہے۔] البتہ اگر کوئی مجبوری ہو تو فقط ناک لگانا بھی درست ہے۔

سوال: سورت کو "الحمد للہ" سے پہلے پڑھے، رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو بلکہ ذرا اوپر ہو کر سجدے میں چلا جائے ایسی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: سورت کو "الحمد للہ" سے پہلے پڑھے، رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو بلکہ ذرا اوپر ہو کر سجدے میں چلا جائے، دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھے تب بھی نماز دہرانا واجب ہے۔ اور اگر بھول کر ایسا کیا تو سجدۂ سہو کرلے۔

قراءت کی واجب مقدار:

سوال: "الحمد للہ......" کے بعد قرآنِ کریم کا کتنا حصہ پڑھنا واجب ہے؟

جواب: "الحمد للہ......" کے بعد کم سے کم تین آیتیں یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو، پڑھنا واجب ہے۔

سوال: اگر کسی شخص نے دو سجدوں کے درمیان ذرا سا سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں سجدوں کے درمیان میں اچھی طرح نہیں بیٹھا بلکہ ذرا سا سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کرلیا تو ایک ہی سجدہ ہوا، دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی اور اگر اتنا اٹھا کہ بیٹھنے کے قریب ہو گیا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن واجب چھوڑ دینے کی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے [اگر بھول کر ایسا کیا تو سجدہ سہو کرلے۔]

سوال: اگر کوئی شخص پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت نہ ملائے یا صرف ''الحمد للہ......'' ہی پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے، اگر کوئی شخص ان میں صرف ''الحمد للہ......'' پڑھے، سورت نہ ملائے یا ''الحمد للہ......'' بھی نہ پڑھے تو آخری رکعتوں میں ''الحمد للہ......'' کے ساتھ سورت ملانا مستحب ہے، پھر اگر قصداً ایسا کیا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر بھول کر کیا ہو تو سجدۂ سہو کر لے۔

نرم چیز پر سجدہ:

سوال: گھاس پھوس یا روئی پر سجدہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر گھاس پھوس یا روئی وغیرہ پر سجدہ کرے تو سر کو خوب دبا کر سجدہ کرے، اتنا دبائے کہ اس سے زیادہ نہ دب سکے، اگر اوپر اوپر سر رکھ دیا، دبایا نہیں، تو سجدہ نہیں ہوا۔[چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول کر]

نماز کی سنتوں اور مستحبات سے متعلقہ مسائل:

سوال: اگر کوئی شخص رکوع اور سجود کی تسبیحات یا آخری قعدے میں درود شریف نہ پڑھے تو کیا نماز ہو جائے گی؟

جواب: اگر کوئی شخص رکوع سے کھڑے ہو کر « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ » یا رکوع میں «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ » نہ پڑھے یا سجدے میں « سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى » نہ پڑھے یا آخری قعدے میں « اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ » کے بعد درود شریف نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی لیکن سنت کے خلاف ہے۔

سوال: آخری قعدے میں دورد کے بعد دعا پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: درود شریف کے بعد کوئی دعا پڑھنا مستحب ہے۔ اگر دعا نہ پڑھی فقط درود

پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی نماز درست ہے۔

سوال: نماز میں ''بسم اللہ......'' کتنی جگہ پڑھنی چاہیے؟

جواب: ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھ کر ''الحمد للہ......'' پڑھے اور جب سورت ملائے تو سورت سے پہلے بھی ''بسم اللہ'' پڑھ لے، یہی بہتر ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص فرض نمازوں کی آخری دو رکعتوں میں ''الحمد للہ......'' نہ پڑھے تو کیا اس کی نماز درست ہے؟

جواب: فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں ''الحمد للہ......'' نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' کہہ دے تو بھی نماز درست ہے، لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر [آخری دو رکعتوں میں] کچھ نہ پڑھے [بلکہ تین تسبیح کی مقدار خاموش کھڑا رہے] تو بھی کوئی حرج نہیں، نماز ہو جائے گی۔

سوال: اگر کوئی شخص فرض نمازوں کی آخری دو رکعتوں میں ''الحمد للہ......'' کے بعد کوئی سورت بھی پڑھ لے تو کیا نماز میں کوئی فرق پڑے گا؟

جواب: فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں اگر ''الحمد للہ......'' کے بعد کوئی سورت بھی پڑھ لی تو بھی نماز میں کوئی نقصان نہیں آیا، نماز بالکل صحیح ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص نماز میں مقررہ سورتیں ہی پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے لیے کوئی سورت مقرر نہ کرے بلکہ جو جی چاہے پڑھا کرے۔ سورت مقرر کر لینا مکروہ ہے۔ [البتہ کبھی وہ سورتیں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں پڑھی ہیں، پڑھ لیا کریں تو مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے۔]

سوال: پہلی اور دوسری رکعت میں کتنی بڑی سورت پڑھنی چاہیے؟

جواب: دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی سورت نہ پڑھے۔

سوال: نماز میں نمازی کی نگاہ کہاں ہونی چاہیے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ جب کھڑا ہو تو اپنی نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھے اور جب رکوع میں جائے تو پاؤں پر نگاہ رکھے، اور جب سجدہ کرے تو ناک پر، اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے۔ جب جمائی آئے تو منہ خوب بند کرلے، اگر اور کسی طرح نہ رکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت سے روکے۔ جب گلے میں خراش ہونے لگے تو جہاں تک ہوسکے کھانسی کو روکے اور ضبط کرے۔

سوال: کیا سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا چاہیے؟

جواب: آمین آہستہ آواز سے کہنا چاہیے، اس کے بعد قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے۔

سوال: اگر کوئی شخص امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد آئے تو اسے ثناء پڑھنی چاہیے؟

جواب: امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد کوئی شخص آکر شریک ہوا تو اسے ثنا یعنی «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ» نہیں پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: کوئی شخص رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور اس کو رکعت مل گئی مگر ثنا چھوٹ گئی: تو اس کو دوسری رکعت میں ثنا نہیں پڑھنی چاہیے۔

سوال: اگر کوئی شخص باجماعت نماز میں رکوع کی تسبیح سجدے میں پڑھ لے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: رکوع کی تسبیح سجدے میں کہہ چکا تھا اور پھر سجدے ہی میں خیال آیا کہ یہ رکوع کی تسبیح ہے تو امام کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو۔ یہ بھول معاف ہے۔

قراءتِ مسنونہ کی مقدار:

سوال: مسنون قراءت کی مقدار کتنی ہے؟

جواب: سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت درپیش ہو تو اختیار ہے کہ سورت فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھے، اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورت حجرات سے سورت بروج تک کی سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے، فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت پڑھنی چاہیے، باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر پڑھنی چاہئیں، ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں، اس سے زیادہ فرق نہ ہو۔ عصر اور عشاء کی نماز میں وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ سے ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ تک اور مغرب کی نماز میں ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ﴾ سے ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ تک۔

سوال: رکوع سے اٹھنے اور سجدے میں جانے کا طریقہ بتایئے؟

جواب: جب رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو تو امام صرف «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ »، مقتدی صرف «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ» اور منفرد دونوں کہے، پھر تکبیر کہتا ہوا دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جائے، تکبیر کی انتہا اور سجدے کی ابتدا ساتھ ہی ہو، یعنی سجدے میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔

سجدے کا طریقہ:

سوال: سجدے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدے میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے، پھر ہاتھوں کو، پھر ناک کو، پھر پیشانی کو، چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہونا چاہیے اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رُخ ہونی چاہئیں، دونوں پیر کھڑے ہوں، انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف، پیٹ زانو سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں۔ پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا چھوٹا بچہ درمیان سے

نکل سکے۔

سوال: نماز میں کون سے الفاظ آہستہ پڑھنے چاہییں اور کون سے بلند آواز سے؟

جواب: فجر، مغرب اور عشاء کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ، ایک اور سورت، « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ » اور تمام تکبیریں امام بلند آواز سے کہے اور اکیلے نماز پڑھنے والے کو قراءت میں تو اختیار ہے (کہ آہستہ کہے یا بلند آواز میں) مگر « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ » اور تکبیریں آہستہ کہے۔ ظہر اور عصر کے وقت امام صرف « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ » اور تمام تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔

سوال: سلام کے بعد دعا کے آداب کیا ہیں؟

جواب: سلام پھیرنے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے۔ امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی دعا مانگے۔ دعا مانگ لینے کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لے۔ اس دعا میں مقتدی اور امام ایک دوسرے کے پابند نہیں۔ چاہے تو انفرادی دعا مانگے، چاہے تو ذکر کرے۔ چاہے سنتوں میں مشغول ہو جائے۔

نماز میں قراءت کا بیان

قراءت کے آداب:

سوال: نماز میں قراءت کے آداب بیان کیجیے؟

جواب: نماز میں قراءت کے دوران مندرجہ آداب کا خیال رکھنا چاہیے:

۱- قرآن شریف کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے۔ ہمزہ اور عین میں ''ح'' اور ''ہ'' میں، ''ذ، ظ، ز، ض'' اور ''س، ص، ث'' میں جو فرق ہے وہ صحیح تلفظ اور ادائیگی سے ظاہر کرے۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے۔

۲- جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی تھی وہی سورت دوسری رکعت میں پھر پڑھ لی تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں۔

۳- قرآن مجید میں سورتیں جس ترتیب سے لکھی ہوئی ہیں نماز میں اسی طرح پڑھنا چاہیے۔ یعنی جب پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھے تو دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھے، اس سے پہلے والی سورت نہ پڑھے، جیسے کسی نے پہلی رکعت میں ﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ پڑھی تو اب ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ یا ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ یا ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ﴾ یا ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾ پڑھے اور ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَـٰبِ ٱلْفِيلِ﴾ اور ﴿لِإِيلَـٰفِ قُرَيْشٍ﴾ وغیرہ جو اس سے پہلے کی سورتیں ہیں نہ پڑھے کیونکہ اس طرح پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر بھولے سے اس طرح پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔

٤- جب کوئی سورت شروع کرے تو بلا ضرورت اس کو چھوڑ کر دوسری سورت شروع

کرنا مکروہ ہے۔

سوال: کیا مقتدی کو بھی قراءت کرنی چاہیے؟

جواب: مقتدی پر قراءت نہیں۔ امام کی قراءت تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے تو یہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

سوال: اگر کوئی اکیلا نماز پڑھے تو بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے؟

جواب: اکیلے نماز پڑھنے والے کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے، چاہے بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے۔ بلند آواز کی فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے، دوسرا نہ سن سکے۔ [دوسرا قول یہ ہے کہ آہستہ آواز کی کم سے کم حد یہ ہے کہ الفاظ اور حروف صحیح ادا ہوں، آواز سنے یا نہ سنے۔]

سوال: کن رکعتوں میں آہستہ قراءت کی جائے گی؟

جواب: امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے پر ظہر وعصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب و عشاء کی آخری رکعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہیے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔

سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا:

سوال: کیا سورۂ فاتحہ کے بعد سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے؟

جواب: نماز میں سورت فاتحہ کے بعد "بسم اللّٰہ" کہہ کر کوئی سورت شروع کرے تو اور اگر دو رکوع والی سورت پڑھے تو سورت کے شروع میں "بسم اللّٰہ" پڑھے اور دوسری رکعت میں جب اسی سورت کا دوسرا رکوع شروع کرے تو "بسم اللّٰہ" نہ پڑھے۔

سوال: سورۂ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے نہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے۔ اگر کوئی پہلی رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے، سورت نہ ملائے یا الحمد بھی نہ پڑھے تو آخری رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا مستحب ہے، پھر اگر قصداً ایسا کیا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر بھول کر کیا ہو تو سجدہ سہو کر لے۔

سوال: جس کو نماز کا سبق نہ آتا ہو وہ کس طرح نماز پڑھے؟

جواب: جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو وہ پوری نماز میں سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ پڑھتا رہے تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز مسلسل سیکھتا رہے، اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو بہت گناہ گار ہوگا۔

عملی مشق

☆... مختصر جواب دیں:

(۱) نماز کس پر فرض ہے اور اس کے انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) بچوں پر کب نماز فرض ہوتی ہے؟

(۳) وتر پڑھنے کا بہتر وقت کون سا ہے؟

(٤) کن اوقات میں نماز پڑھنا درست نہیں؟

(۵) جب اذان کی آواز سنیں تو کیا کرنا چاہیے؟

(٦) نومولود بچے کے کان میں کیا کہنا چاہیے؟

☆... خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) نماز............سے روک دیتی ہے۔

(۲) بلا عذر نماز چھوڑنے والا..........ہے۔

(۳) فجر کی نماز..............وقت میں ادا کرنا مستحب ہے۔

(٤) ....نمازوں کے لیے ایک مرتبہ اذان کہنا..............ہے۔

(۵) جو شخص گھر میں نماز پڑھے اس کے لیے اذان و اقامت..............

ہے۔

☆... درست اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) نماز پڑھنے سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ☐

(۲) بچوں کو پندرہ برس کی عمر میں نماز کا حکم دینا چاہیے۔ ☐

(۳) مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ ☐

(٤) فجر کے وقت میں دو سنت اور دو فرض کے علاوہ کوئی نفل درست نہیں۔

☐

(۵) اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔ ☐

(٦) اگر بیک وقت کئی اذانیں ہو رہی ہوں تو اپنے محلہ کی مسجد کی اذان کا

جواب دے۔ ☐

جماعت کا بیان

جماعت کی فضیلت اور تاکید:

سوال: با جماعت نماز پڑھنے کی فضیلت اور تاکید بیان کیجیے؟

جواب: جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اتنی کثرت سے آئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو چھوٹی سی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ان کے دیکھنے سے یقینی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی جماعت نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ حالتِ مرض میں جب آپ ﷺ کو خود چلنے کی طاقت نہ تھی، دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ جماعت چھوڑنے والے پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔ بلاشبہ شریعتِ محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ ذیل میں جماعت کی اہمیت کے متعلق آیت اور احادیث درج کی جاتی ہیں۔

آیت: ﴿ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾

ترجمہ: ”نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر“ (یعنی جماعت سے) اس آیت میں جماعت سے نماز پڑھنے کا صریح حکم ہے، مگر چونکہ رکوع کا معنی بعض مفسرین نے خضوع یعنی عاجزی کا بھی لکھا ہے، لہٰذا اس سے جماعت کی فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

احادیث مبارکہ:

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ہے۔“ (بخاری:٦١٩، مسلم:١٥٠٩)

۲- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے، اور دو آدمیوں کے ساتھ اور بھی بہتر، اور جتنی زیادہ جماعت ہو اتنی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔'' (أبو داؤد، نسائی)

۳- انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے پرانے مکانات سے (چونکہ وہ مسجد نبوی سے دور تھے) منتقل ہو کر نبی کریم ﷺ کے قریب آ کر رہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب نہیں سمجھتے؟'' (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

[لیکن اگر کسی کے محلے میں مسجد ہو تو اس کو چھوڑ کر دور نہ جائے، کیونکہ محلے کی مسجد کا حق زیادہ ہے، بلکہ اگر وہاں جماعت بھی نہ ہوتی ہو تو تب بھی وہاں جا کر اذان و اقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھے۔]

٤- نبی کریم ﷺ سے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں با جماعت نماز پڑھنے کے لیے مسجد جاتے ہیں اس بات کی خوشخبری دو کہ قیامت میں ان کے لیے پوری روشنی ہوگی۔'' (ترمذی)

۵- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے، اس کو آدھی رات کی عبادت کا ثواب ملے گا، اور جو عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔''

٦- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی سے کہوں کہ لکڑیاں جمع

کرے، پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے، اور میں ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو مسجد میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔''

۷۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان غالب ہو جائے گا۔ پس اے ابو درداء! جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو! اور دیکھو بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو اپنے گلّے سے الگ ہو گئی ہو۔'' (یعنی اسی طرح شیطان بھی اس شخص کو بہکاتا ہے جو اپنی جماعت سے الگ ہو جائے)

آثارِ صحابہ:

چند حدیثیں نمونے کے طور پر ذکر ہوئیں، اب نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے اقوال سنیے کہ انہیں جماعت کا کس قدر اہتمام تھا اور جماعت چھوڑنے کو وہ کیسا سمجھتے تھے؟ اور کیوں نہ سمجھتے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کا ان سے زیادہ کس کو خیال ہو سکتا ہے؟

۱۔ حضرت اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز کی پابندی اور اس کی فضیلت اور تاکید کا ذکر چل نکلا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تائیداً نبی کریم ﷺ کے مرضِ وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے نکلے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ کو طبیعت میں کچھ بہتری محسوس ہوئی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے نکلے۔ اب تک وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے۔ یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں۔ وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز شروع کر چکے تھے۔ انہوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں، مگر نبی کریم

ﷺ نے منع فرمایا اور انہی سے نماز پڑھوائی۔

۲- ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی خیثمہ کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا تو ان کے گھر جا کر ان کی والدہ سے پوچھا: آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا؟ انہوں کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے، اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آ گئی، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ پوری رات عبادت کروں۔'' (موطأ امام مالك)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے، اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر رات کو جاگ کر عبادت کرنے سے نمازِ فجر رہ جانے کا خطرہ ہو تو نہ جاگنا افضل ہے۔

۳- حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ منافق (جس کا نفاق کھلا ہوا ہو) یا بیمار کے علاوہ کوئی جماعت نہیں چھوڑتا تھا۔ بیمار بھی دو آدمیوں کا سہارا لے کر جماعت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ہدایت کے راستے بتائے ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا ہے۔ یعنی جہاں جماعت ہوتی ہو۔ دوسری روایت میں فرمایا: جسے خواہش ہو کہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے مسلمان ہونے کی حالت میں حاضر ہو، اسے چاہیے کہ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت پڑھنے کی پابندی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (ﷺ) کے لیے ہدایت کے طریقے جاری فرمائے ہیں اور یہ نماز بھی ان ہی طریقوں میں سے ایک ہے۔

اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسا کہ منافق پڑھ لیتا ہے تو بیشک تم سے

تمہارے نبی کی سنت چھوٹ جائے گی۔ اور اگر تم اپنے پیغمبر کی سنت چھوڑ دو گے تو بلاشبہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کے لیے مسجد میں آتا ہے تو اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے۔ ہم لوگوں کی تو حالت یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں کے سہارے جماعت کے لیے لائے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیے جاتے تھے۔

۴۔ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم شریف)

دیکھیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جماعت چھوڑنے والے کو کیا کہا؟ کیا کسی مسلمان کو اب بھی بغیر عذر جماعت چھوڑنے کی جرأت ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ایمان دار کو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی گوارا ہو سکتی ہے؟

۵۔ نبی کریم ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو کوئی اذان سن کر جماعت میں نہ جائے اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ اس کے بعد تشریح میں امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ حکم تاکیدی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ بغیر عذر جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ [اور بلا عذر نماز پڑھنے سے اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر کامل نہیں ہو گی۔]

[یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تھوڑے عرصے کے لیے دوزخ میں جائے گا، لیکن دوزخ ایسی چیز ہے کہ تھوڑی سی دیر بھی کون اسے برداشت کر سکتا ہے؟؟؟ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔]

اقوال علماء:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کچھ اقوال بھی بیان ہو چکے ہیں جو درحقیقت نبی کریم ﷺ

کے اقوال ہیں۔اب ذرا علمائے امت اور مجتہدین ملت کو دیکھیے کہ ان کا جماعت کے بارے میں کیا خیال ہے اوران احادیث کا مطلب انہوں کیا سمجھا ہے؟

۱- امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض شاگردوں کا مذہب یہ ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جماعت شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۲- امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ شاگردوں کا مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حنفیہ میں سے ایک بڑے درجے کے فقیہ اور محدث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳- اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔بعض حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے، مگر واجب کے حکم میں ہے اوراس جیسی ہے۔

٤- جماعت چھوڑنے والا گناہ گار ہے اوراس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، بشرطیکہ اس نے بلا عذر صرف سستی سے جماعت چھوڑی ہو۔

۵- اگر کوئی شخص دینی علوم کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہیں سمجھا جائے گا اوراس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

جماعت کی حکمتیں اور فوائد:

اس بارے میں حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ لکھا ہے، مگر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر نہایت عمدہ اور جامع ہے۔وہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے دربار میں اکٹھے حاضری دینے اور دنیاوی رسومات ختم کر کے عبادت کو عام کرنے کا جماعت سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔نماز جیسی بہترین اور جامع عبادت جب اکٹھے ادا ہوگی تو ہماری عادت اور ضرورت بن جائے گی۔پھر مسلمان کے لیے اس کو چھوڑنا نا

ممکن ہو جائے گا۔

۱۔ مسلمانوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، عالم بھی اور ان پڑھ بھی، لہٰذا یہ بڑے فائدے کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو دوسرا اسے سکھا دے۔ پس یہ نماز کی تعلیم اور پابندی کا ایک بہترین ذریعہ ہوگا۔ جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی پتہ چل جائے گا اور ان کو نصیحت کرنے کا موقع ملے گا۔

۲۔ چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا نزول رحمت اور قبولیت میں عجیب خاصیت رکھتا ہے۔

۳۔ اس امت سے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس کی عزت اور شان اونچی اور دوسروں کی پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام پر غالب نہ رہے۔ یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ کہ تمام مسلمان عام اور خاص، مسافر اور مقیم، چھوٹے اور بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لیے جمع ہوا کریں اور اسلام کی شان و شوکت ظاہر کریں۔ ان سب فائدوں کی وجہ سے ہی شریعت نے جماعت کی بھرپور ترغیب دی اور اسے چھوڑنے پر سخت وعید سنائی گئی۔

٤۔ جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کی اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو سکیں گے جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا بھرپور اظہار ہوگا، جو شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید اور فضیلت جا بجا قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی ﷺ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ افسوس! ہمارے زمانے میں جماعت چھوڑنا ایک عام عادت بن گئی ہے، جاہلوں کا کیا ذکر، ہم بعض لکھے پڑھے لوگوں کو اس میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس! یہ لوگ احادیث پڑھتے ہیں اور ان کے معنی سمجھتے ہیں

مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پتھر جیسے سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے سب سے پہلے نماز کا معاملہ پیش ہوگا۔ اور اس کے ادا نہ کرنے والوں یا اس میں کوتاہی کرنے والوں سے پوچھ گچھ شروع ہوگی، یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

جماعت کا طریقہ:

سوال: کتنے افراد ہوں تو جماعت کرنی چاہیے؟

جواب: جماعت کم از کم دو آدمیوں کے اس طرح مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں کہ ان میں ایک شخص امام اور دوسرا مقتدی ہو۔ امام کے پیچھے ایک آدمی کے نماز میں شریک ہوجانے سے جماعت ہوجاتی ہے، چاہے وہ آدمی مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا نابالغ سمجھدار بچہ، البتہ جمعہ اور عید کی نماز میں امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمی ہونے چاہییں، اس کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

نفل کی جماعت:

سوال: کیا فرض نماز کے علاوہ نفل نماز بھی باجماعت ادا کرسکتے ہیں؟

جواب: اگر نفل نماز بھی دو آدمی اسی طرح مل کر پڑھیں تو جماعت ہوجائے گی، چاہے امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا امام فرض اور مقتدی نفل پڑھتا ہو، البتہ نفل کی جماعت کا عادی ہونا یا تین مقتدیوں سے زیادہ ہونا مکروہ ہے۔

خواتین کی جماعت:

سوال: کیا خواتین بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں؟

جواب: عورتیں اپنی نماز الگ الگ پڑھیں، جماعت سے نہ پڑھیں اور نہ ہی جماعت کے لیے مسجد میں جائیں۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو عورت کو چاہیے کہ مرد کے برابر کھڑی نہ ہو، بالکل پیچھے رہے، ورنہ عورت اور مرد

دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

جماعت واجب ہونے کی شرطیں:

سوال: با جماعت نماز پڑھنا کس پر واجب ہے؟

جواب: جماعت ان صفات والے لوگوں پر لازم ہے:

۱- مرد ہو، لہٰذا عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔

۲- بالغ ہو، لہٰذا نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔

۳- آزاد ہو، لہٰذ غلام پر جماعت واجب نہیں۔

٤- عاقل ہو، لہٰذ بے ہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔

۵- کوئی شرعی عذر نہ ہو، عذر کی حالت میں جماعت واجب نہیں، مگر ادا کر لے تو بہتر ہے۔

جماعت چھوڑنے کے اعذار:

سوال: کن مجبوریوں کی بنا پر جماعت چھوڑ سکتے ہیں؟

جواب: جماعت چھوڑنے کے چند عذر ہیں:

۱- مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو۔

۲- بہت زور سے بارش برس رہی ہو، ایسی حالت میں اگر چہ مسجد نہ جانا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد جا کر جماعت سے نماز پڑھے۔

۳- ایسی سخت سردی ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں بیمار ہو جانے یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

٤- مسجد جانے میں رقم یا سامان وغیرہ کے چوری ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۵- رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔

۶- کسی مریض کی خدمت کرتا ہو کہ اور جماعت کے لیے چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا پریشانی کا اندیشہ ہو۔

۷- کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں توجہ نہ لگنے کا اندیشہ ہو۔

۸- قضائے حاجت کا شدید تقاضا ہو۔

۹- سفر کا ارادہ ہو اور ڈر ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی یا قافلہ نکل جائے گا۔ ریل یا بس وغیرہ کا ٹکٹ پہلے لے چکا ہو اور واپس کرنا مشکل ہو اور با جماعت نماز پڑھنے کی صورت میں ریل یا بس وغیرہ کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو یہ مسئلہ بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، البتہ اگر ٹکٹ پہلے سے نہیں لیا ہے یا واپس کرنا آسان ہے تو چونکہ ریل یا بس وغیرہ ایک دن میں کئی جاتی ہیں، اگر ایک وقت کی ریل یا بس وغیرہ نہ ملے تو دوسرے وقت جا سکتا ہے، البتہ اگر اس میں بھی شدید حرج ہو تو الگ نماز پڑھنے میں مضایقہ نہیں۔

۱۰- کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا [خدانخواستہ] پیر کٹا ہوا ہو، لیکن جو نابینا بغیر کسی مشکل کے مسجد تک پہنچ سکے اس کو جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔

مختلف جماعتوں میں جماعت کا حکم:

سوال: کس نماز میں جماعت ضروری ہے؟ کس میں واجب یا سنت اور کس میں مکروہ؟

جواب: جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے، یعنی یہ نمازیں جماعت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں میں جماعت واجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور تراویح میں سنت مؤکدہ ہے، اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت سے ختم ہو چکا ہو۔ اسی طرح نمازِ کسوف

(سورج گرہن کی نماز) اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے۔ رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں وتر کی جماعت مکروہِ تنزیہی ہے یعنی جب کہ پابندی سے وتر کی جماعت کی جائے اور اگر پابندی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھار دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔ نمازِ خسوف (چاند گرہن) اور تمام نوافل اذان واقامت کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے لوگوں کو جمع کر کے اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے تو جماعت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر اذان واقامت کے بغیر اور بلائے بغیر دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضایقہ نہیں، لیکن ہمیشہ ایسا نہ کریں۔

دوسری جماعت کا حکم:

سوال: اگر مسجد میں جماعت ہو جائے تو کیا دوسری جماعت کر سکتے ہیں؟

جواب: درجِ ذیل شرائط پائے جانے کی صورت میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت مکروہِ تحریمی ہے:

۱۔ محلے کی مسجد ہو اور عام راستے پر نہ ہو، محلے کی مسجد سے مراد یہ ہے کہ وہاں کا امام اور نمازی متعین ہوں۔

۲۔ پہلی جماعت بلند آواز سے اذان واقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳۔ پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہوں اور ان کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہو۔

٤۔ دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔ مثلاً: محراب میں پڑھی جائے۔ یہ شرط صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیئت بدل دینے کے باوجود کراہت رہتی ہے۔ لہٰذا اگر دوسری جماعت مسجد میں ادا نہ کی جائے بلکہ مسجد کی

حدود سے باہر گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، مثلاً: مسجد عام راستے پر ہو محلے کی نہ ہو، تو اس میں دوسری بلکہ تیسری و چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے، نہ ہی ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے۔ یا بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے، یعنی جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا، دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور جماعت بلا کراہت جائز ہوگی۔

تنبیہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول دلیل کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور اس وقت دینی کاموں میں خصوصاً جماعت کے بارے میں جو سستی اور کاہلی ہو رہی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہیئت تبدیل ہو جانے کے باوجود دوسری جماعت کی کراہیت کا فتویٰ دیا جائے، ورنہ لوگ دوسری جماعت مل جانے کی امید پر جان بوجھ کر پہلی جماعت چھوڑ دیا کریں گے۔

مسبوق کے مسائل:

سوال: مسبوق شخص کو بقیہ نماز کیسے مکمل کرنی چاہیے؟

جواب: مسبوق یعنی جو شخص ایک دو رکعتیں چھوٹ جانے کے بعد جماعت میں شامل ہو گیا ہو، اس کو چاہیے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جتنی نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے۔ امام کی نماز ختم ہونے کے بعد کھڑا ہو جائے اور چھوٹ جانے والی رکعتوں کو ادا کرے۔

مسئلہ: مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قراءت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور اگر ان رکعتوں میں کوئی سہو ہو جائے تو اس کے لیے سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنا چاہیے کہ پہلے قراءت والی رکعتیں ادا کرے، پھر وہ رکعتیں ادا کرے جن میں قراءت واجب نہیں اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے ان کے حساب سے قعدہ کرے، یعنی ان رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو تو اس میں آخری قعدہ کرے۔ وعلی ھذا القیاس .

مثال: ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا، اس کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے، اس لیے کہ یہ رکعت اس رکعت کے حساب سے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے، دوسری ہے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے، اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے، پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے، کیونکہ یہ رکعت قراءت کی نہ تھی اور اس میں قعدہ کرے کہ یہ قعدۂ اخیرہ ہے۔

جماعت میں شامل ہونے کے مسائل:

سوال: اگر کسی شخص سے مسجد کی جماعت چھوٹ جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے افراد کو جمع کر کے جماعت کرے۔

سوال: اگر کوئی شخص اکیلے نماز پڑھ لے پھر دیکھے کہ اسی نماز کی جماعت کھڑی ہو رہی ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو، اس کے بعد وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہی ہو، تو اس کو چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو جائے، بشرطیکہ ظہر، عشاء کا وقت ہو۔ فجر، عصر اور مغرب کے وقت شریکِ جماعت نہ ہو، اس لیے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل مکروہ ہے، اور مغرب کی دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص فرض، سنت یا نفل نماز شروع کر چکا ہو اور جماعت شروع ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر کوئی شخص اکیلے فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں اسی فرض کی جماعت ہونے لگے تو اگر وہ فرض دو یا تین رکعت والا ہے جیسے فجر یا مغرب کی نماز تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے اور اگر وہ فرض چار رکعت والا ہو جیسے ظہر، عصر و عشاء تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز ختم کر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو دوسری رکعت بھی پڑھے اور دو رکعت پر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی ہو اور اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو نماز پوری کر لے۔ جن صورتوں میں نماز پوری کر لی جائے ان میں سے مغرب، فجر اور عصر میں تو دوبارہ جماعت میں شریک نہ ہو اور ظہر، عشاء میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں نماز توڑنی ہو، کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر دے۔

سوال: اگر سنتیں نہیں پڑھی تھیں کہ جماعت کھڑی ہونے لگی تو کیا کرے؟

جواب: اگر فرض نماز ہورہی ہو اور سنت شروع کرنے سے کسی رکعت کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر سنت شروع نہ کی جائے، البتہ اگر یقین یا غالب گمان ہو کہ کوئی رکعت نہیں چھوٹے گی تو پڑھ لے، مثلاً: ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور اندیشہ ہو کہ سنت پڑھنے سے فرض کی کوئی رکعت چھوٹ جائے گی تو پھر مؤکدہ سنتیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، چھوڑ دے۔ ظہر اور جمعہ میں فرض کے بعد بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنت مؤکدہ پہلے پڑھ کر ان کے بعد پہلی سنتوں کو پڑھ لے۔

مسئلہ: فرض نماز کی جماعت شروع ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں چاہے فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی، وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو، اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو وہاں کوئی دوسری نماز پڑھنا ''مکروہِ تحریمی'' ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی کونے میں پڑھ لے۔ [یا مسجد کی دیوار یا ستون کی آڑ میں پڑھے، صف کے پیچھے بلا حائل پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔]

سوال: اگر نماز میں دیر سے شریک ہوا تو کب تک یہ سمجھیں گے کہ رکعت مل گئی ہے؟

جواب: جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی۔ اگر رکوع نہ ملے تو پھر وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

مسئلہ: بعض ناواقف لوگ جب مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں ''تکبیر تحریمہ'' کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی شرط ہے اور تکبیر کے لیے قیام شرط ہے، جب قیام نہ کیا تو تکبیر صحیح نہیں ہوئی اور جب وہ صحیح نہیں ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

جماعتِ فجر کے وقت سنت پڑھنا:

سوال: اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں شروع کر چکا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا وہ

سنتیں چھوڑ کر فرض میں شریک ہو سکتا ہے؟

جواب: فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکد ہیں، لہٰذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکا ہو تب بھی ادا کر لی جائیں، بشرطیکہ ایک رکعت مل جانے کی امید ہو اور اگر ایک رکعت کے ملنے کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے اور پھر اگر چاہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

[ظاہر مذہب یہی ہے کہ کم از کم ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں اس وقت تک پڑھ لے، ورنہ چھوڑ دے اور ایک قول یہ ہے کہ صرف قعدۂ اخیرہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنتیں پڑھ لے۔ فتح القدیر، شامیہ وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔]

مسئلہ: اگر یہ اندیشہ ہو کہ فجر کی سنتیں نماز کی سنتوں اور مستحبات وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے ادا کی جائیں گی تو جماعت نہیں ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اکتفا کرے، سنتیں وغیرہ چھوڑ دے۔ [مثلاً: رکوع، سجدے کی تسبیح ایک مرتبہ پڑھے۔ درود شریف اور دعا مختصر کرلے۔]

عملی مشق

☆... مختصر جواب دیں:

(۱) جماعت کی حکمتیں اور فوائد بیان کریں۔

(۲) جماعت کے واجب ہونے کی شرائط کیا ہیں؟

(۳) جماعت چھوڑنے کے اعذار کون سے ہیں؟

(٤) جس مسجد میں جماعت ہو جائے اس میں دوبارہ جماعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) کیا نفل نماز بھی با جماعت ادا کر سکتے ہیں؟

(۶) مسبوق شخص کو بقیہ نماز کیسے مکمل کرنی چاہیے؟

☆... خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) باجماعت نماز پڑھنا .... ہے اور جمعہ وعیدین میں جماعت .... ہے۔

(۲) عورتیں اپنی نماز.............. پڑھیں۔

(۳) تراویح میں جماعت .... ہے اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت............ ہے۔

(۴) جس رکعت کا.............امام کے ساتھ مل جائے وہ رکعت مل گئی۔

(۵) فجر کی سنتیں .... ہیں، لہٰذا فرض شروع ہو چکا ہو تو ....

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ ☐

(۲) جو شخص دینی علوم میں مشغول ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو وہ معذور ہے۔ ☐

(۳) امام کے سوا ایک آدمی کے نماز میں شریک ہونے سے جماعت ہو جاتی ہے۔ ☐

(۴) مسجد جانے سے رقم یا مال چوری ہونے کا خوف ہو تو جماعت چھوڑ سکتا ہے۔ ☐

(۵) مسبوق کو اگر چھوٹی ہوئی رکعتوں میں سہو ہو جائے تو سجدہ سہو ضروری نہیں۔ ☐

(٦) اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نفل نماز توڑ دے۔ ☐

(٧) اگر کوئی شخص تنہا فرض پڑھ چکا ہو پھر وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہی ہو تو وہ جماعت میں شریک ہو جائے۔ ☐

(٨) کوئی امام کو رکوع میں پائے تو کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے۔ ☐

☆... جماعت کی فضیلت و تاکید سے متعلق تین احادیث اور تین آثار صحابہ زبانی یاد کریں۔

نماز کے مفسدات اور مکروہات

(نماز توڑنے اور مکروہ کرنے والی چیزوں کا بیان)

سوال: کن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

جواب: کئی چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ زیادہ مشہور یہ دو ہیں:

۱۔ نماز میں بولنا یا بلاضرورت آواز نکالنا:

مسئلہ: قصداً یا بھول کر بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ: نماز میں ''آہ'' یا ''اُف'' یا ''اوہ'' یا ''ہائے'' کہے یا زور سے روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ اگر جنت، دوزخ کی یاد آ جانے سے دل بھر آئے اور زور سے آواز یا ''آہ'' یا ''اُف'' وغیرہ نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

مسئلہ: بلاضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جب ایک آدھ حرف بھی پیدا ہو جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ ضرورت اور مجبوری کے وقت کھنکھارنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

۲۔ دورانِ نماز کوئی چیز کھا پی لینا:

سوال: اگر نماز میں کھا پی لے یا دانتوں میں کوئی اٹکی ہوئی چیز نگل لے تو کیا اس کی نماز ٹوٹ جائے گی؟

جواب: نماز میں کوئی چیز کھا لی یا کچھ پی لیا تو نماز ٹوٹ گئی، یہاں تک کہ اگر ایک تل یا چھالیہ کا ٹکڑا اٹھا کر کھا لے تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی، البتہ اگر کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اس کو نگل لیا تو اگر وہ چنے سے کم ہو تو نماز ہو گئی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: منہ میں پان دبا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوتی۔

مسئلہ: کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگا، لیکن منہ میں اس کا مزہ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

سُترہ کا حکم:

سوال: کیا کسی کے سامنے سے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: نہیں! لیکن گذرنے والا بہت زیادہ گنہگار ہوتا ہے۔

سوال: نمازی کو سُترہ کب اور کس طرح نصب کرنا چاہیے؟

جواب: امام یا اکیلے نمازی کے لیے جب کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھتا ہو جہاں سے لوگ گذرے ہوں، مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کرلے جو ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔ اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھتا ہو جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گذر نہ ہوتا ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: امام کا سُترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔

مسئلہ: سترہ قائم ہوجانے کے بعد سُترہ کے آگے سے گزر جانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر سُترہ اور نمازی کے درمیان سے کوئی شخص گذرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

نماز میں مکروہ اور ممنوع چیزیں:

سوال: مکروہ کسے کہتے ہیں؟ اور کون سی چیزیں نماز میں مکروہ ہیں؟

جواب: مکروہ وہ [ناپسندیدہ] چیز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہوجاتا ہے اور گناہ ہوتا ہے۔ مثلاً:

۱- لباس سے متعلق مکروہات:

۱- اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا

۲- نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا، سنبھالنا اور مٹی سے بچانا

۳- تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا

٤- میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔ اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

۵- ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۲- نماز سے متعلق مکروہات:

نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کولہے پر ہاتھ رکھنا اور دائیں بائیں منہ موڑ کر دیکھنا مکروہ ہے، البتہ اگر کن انکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو مکروہ نہیں، لیکن بغیر شدید ضرورت کے ایسا کرنا بھی اچھا نہیں۔

مسئلہ: فرض نماز میں بلاضرورت دیوار وغیرہ کسی چیز کے سہارے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مردوں کے لیے بلاضرورت نماز میں کہنیوں کو زمین پر بچھا دینا مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ: آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز درست نہیں اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہو تو نماز درست ہے، لیکن بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۳- پیشاب کے تقاضے کے وقت نماز پڑھنا:

پیشاب یا پاخانہ کے سخت تقاضے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

٤- بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا:

جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے، پھر نماز پڑھے، کھانا کھائے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر وقت تنگ ہونے لگے تو پہلے نماز پڑھ لے۔

۵- تصویر یا مجسمہ:

اگر تصویر سر کے اوپر ہو یعنی چھت میں تصویر بنی ہوئی ہو یا سامنے ہو یا دائیں یا بائیں طرف ہو تو نماز مکروہ ہے۔ [اسی طرح اگر پیچھے ہو تب بھی مکروہ ہے لیکن دوسری صورتوں سے کم کراہت ہے۔] اور اگر پاؤں کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں، اسی طرح اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین پر رکھی ہوئی ہو اور کھڑے ہو کر دکھائی نہ دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا یا مٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسی تصویر سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، چاہے جس طرف ہو۔

مسئلہ: درخت یا دریا وغیرہ کسی بے جان کی تصویر یا نقشہ بنا ہو تو وہ مکروہ نہیں۔

[**مسئلہ:** اگر قبلے کی طرف شیشہ لگا ہو جس میں نمازی کو اپنا عکس نظر آتا ہو تو نماز مکروہ نہیں۔]

٦- اقتدا سے متعلق:

مسئلہ: مقتدی کا اپنے امام سے پہلے نماز کا کوئی بھی عمل شروع کرنا ''مکروہِ تحریمی'' ہے۔

مسئلہ: جب امام قیام میں قراءت کر رہا ہو تو مقتدی کے لیے کوئی دعا وغیرہ پڑھنا، قرآن مجید پڑھنا، چاہے وہ سورۂ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو، مکروہِ تحریمی ہے۔

جن صورتوں میں نماز توڑنا درست ہے:

سوال: وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں نماز توڑنا جائز ہے؟

جواب: اس طرح کی صورتوں میں نماز توڑ سکتا ہے:

۱- نماز کے دوران ریل چل پڑے اور اس پر اپنا سامان رکھا ہوا ہے یا بال بچے سوار ہیں تو نماز توڑ دینا درست ہے۔ [چاہے یہ امید ہو کہ نماز وقت کے اندر مل جائے گی یا اس کی امید نہ ہو، وقت نہ رہے تو قضا پڑھے۔]

۲- نمازی کے سامنے سانپ آجائے تو اس سے بچنے کے لیے نماز توڑ دینا جائز ہے۔

۳- نماز میں کسی نے نمازی کی جوتی [یا کوئی اور چیز] اٹھائی اور یہ خطرہ ہے کہ اگر نماز نہیں توڑے گا تو وہ شخص وہ چیز لے کر بھاگ جائے گا تو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

٤- اگر نماز میں پیشاب، پاخانہ کا شدید تقاضا ہو جائے تو نماز توڑ سکتا ہے۔

٥- کسی اندھے شخص کے سیڑھی سے گر جانے کا ڈر ہے تو اس کو بچانے کے لیے نماز توڑنا فرض ہے۔ اگر نماز نہیں توڑی اور وہ گر کر مر گیا تو یہ شخص گناہ گار ہوگا۔

٦- کسی بچہ وغیرہ کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگا تو اس کے لیے بھی نماز توڑنا فرض ہے۔

۷- ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی ضرورت سے پکاریں تو فرض نماز توڑنا واجب ہے۔ اگر کسی ضرورت کے لیے نہیں پکارا، یوں ہی پکارا ہے تو فرض نماز توڑنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر نفل یا سنت پڑھتے ہوئے باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی پکاریں، لیکن یہ ان کو معلوم نہیں کہ فلاں نماز پڑھ رہا ہے تو ایسے وقت بھی نماز کو توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے، چاہے کسی ضرورت سے پکاریں یا بغیر ضرورت کے، دونوں کا ایک حکم ہے۔ اگر نماز توڑ کر نہیں بولے گا تو گناہ ہوگا۔ اگر وہ جانتے ہوں کہ نماز پڑھ رہا ہے پھر

بھی پکاریں تو نماز نہ توڑے، لیکن اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دے۔

ٹوپی گرنے کا مسئلہ:

سوال: ٹوپی اور عمامے سے سر ڈھانپنے کی شرعی حیثیت بیان کیجیے، نیز اگر نماز میں ٹوپی گر جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آج کل ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ اسلام میں ٹوپی یا عمامہ کی حیثیت ایک طرح اہل تقویٰ کا شعار [مخصوص علامت] ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا عام معمول سر ڈھانپنے کا تھا۔ حدیث میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے کھلے سر نماز پڑھی ہو۔ اس طرح اس کی دوگنی حیثیت ہو جاتی ہے۔ نماز کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ٹوپی، عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔ فقہاء کرام نے عام حالت میں کھلے سر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور اگر ننگے سر نماز پڑھنے سے تواضع اور عاجزی کا اظہار مقصود ہو (جو آج کل عموماً نہیں ہوتا) تو ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے، لہٰذا ننگے سر نماز پڑھنے کی بجائے ٹوپی یا عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔ (جدید فقہی مسائل: ۷۲)

مسئلہ: اگر سجدے میں ٹوپی گر جائے تو اسے اٹھا کر سر پر رکھ لینا بہتر ہے بشرطیکہ عملِ کثیر کی ضرورت نہ پڑے۔ [یعنی دونوں ہاتھ استعمال نہ کرنے پڑیں]

وتر، سنتیں اور نوافل کا بیان

وتر کی نماز:

سوال: اگر وتر کی نماز چھوڑنے کا کیا حکم ہے؟ اور وتر کی کتنی رکعتیں ہیں اور اس کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ فرض کے قریب قریب ہے۔ **چھوڑ دینے** سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور دوسری رکعت **میں** ''التحیات'' پڑھے، درود شریف نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ لینے کے بعد فوراً **اٹھ کھڑا ہو اور** ''الحمد للہ'' اور سورت پڑھ کر کان کی لو تک ہاتھ اٹھا کر "اللّٰہ أکبر" کہے اور **پھر ہاتھ باندھ** لے، پھر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر ''التحیات''، **درود شریف** اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

دعاءِ قنوت:

«اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُؤْمِنُ بِكَ، وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ، اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ، وَنَخْشٰى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ.»

مسئلہ: اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع **میں جانے** کے بعد یاد آیا تو اب دعائے قنوت نہ پڑھے بلکہ نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ **اگر رکوع**

چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ لے تب بھی نماز ہوگئی، لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور سجدۂ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔

جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ یہ پڑھ لیا کرے:

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾

یا تین دفعہ یہ کہہ لے «اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ»، یا تین دفعہ «یَا رَبِّ» کہہ لے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

سنتوں کا بیان:

سوال: جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے وہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟

مسئلہ: جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے وہ ''سنتِ مؤکدہ'' کہلاتی ہیں اور رات دن میں ایسی سنتیں بارہ ہیں: دو فجر کی، چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد۔ رمضان میں تراویح کی نماز بھی سنت ہے، اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔

نوافل کے احکام:

تعریف:

اتنی نمازیں تو شریعت کی طرف سے مقرر ہیں۔ اگر اس سے زیادہ پڑھنے کو کسی کا جی چاہے تو جتنا چاہے زیادہ پڑھے اور جس وقت جی چاہے پڑھے۔ صرف اتنا خیال رکھے کہ جن پانچ اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان میں نہ پڑھے۔ فرض اور سنت کے سوا جو کچھ پڑھے گا اس کو ''نفل'' کہتے ہیں۔ جتنی زیادہ نفلیں پڑھے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

رکعات:

دن کو ''نفل'' پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے اور چاہے تو چار چار رکعت کی

نیت باندھے۔ دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہ ہے اور رات کو ایک ساتھ چھ چھ، یا آٹھ آٹھ رکعت کی نیت باندھ لے تو بھی درست ہے اور اس سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو بھی مکروہ ہے۔

نفل کی قضاء:

جب کسی نے ''نفل'' نماز کی نیت باندھ لی تو اس کا پورا کرنا واجب ہو گیا۔ اگر توڑ دے گا تو گناہ گار ہو گا، اور جو نماز توڑی ہے اس کی قضا پڑھنا پڑے گی۔

بیٹھ کر نفل پڑھنا:

مسئلہ: نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بھی درست ہے لیکن بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے، اس لیے کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے، البتہ بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو پورا ثواب ملے گا۔ فرض نماز اور سنت جب تک مجبوری نہ ہو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر نفل نماز بیٹھ کر شروع کی، پھر کچھ پڑھنے کے بعد کھڑا ہو گیا تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی، پھر پہلی ہی رکعت یا دوسری رکعت میں بیٹھ گیا تو یہ درست ہے۔

مسئلہ: نفل نماز کھڑے کھڑے پڑھی، لیکن کمزوری کی وجہ سے تھک گیا تو کسی لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگا لینا اور اس کے سہارے سے کھڑا ہونا بھی درست ہے۔

چند مخصوص نوافل:

سوال: مخصوص نوافل کون سے ہیں؟ اور ان کے پڑھنے کا طریقہ اور وقت کون سا ہے؟

جواب: بعض نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے ان کا پڑھنا دوسری نفلوں سے

زیادہ بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں: تحیۃ الوضو، اشراق، چاشت، اوّابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ۔

تحیۃ الوضو:

جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھ لیا کرے۔ اسے ''تحیۃ الوضو'' کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن مکروہ وقت میں نہ پڑھے۔

اشراق کی نماز:

''اشراق'' کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز سے نہ اٹھے، اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف، کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد میں لگا رہے۔ دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا کا کوئی کام کرے۔ جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے [اونچائی کی حد یہ ہے کہ سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ یہ کیفیت سورج طلوع ہونے کے تقریباً دس منٹ بعد شروع ہو جاتی ہے] تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر فجر کی نماز کے بعد دنیا کے کسی کام دھندے میں لگ گیا، پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد ''اشراق'' کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت کی نماز:

جب سورج خوب اونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تو دو رکعت، چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے۔ اس کو ''چاشت'' کی نماز کہتے ہیں۔ اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اوّابین کے نوافل:

مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے۔ اس کو ''اوّابین'' کہتے ہیں۔

تہجد کی نماز:

آدھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ اس نفل کو "تہجد" کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور نوافل میں سب سے زیادہ اس کا ثواب ہے۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اگر زیادہ نہ پڑھ سکے تو دو ہی رکعتیں پڑھ لے۔ اگر رات کو اٹھ کر پڑھنے کی ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے، مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔

صلوٰۃ التسبیح:

"صلوٰۃ التسبیح" کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا: "اس کے پڑھنے سے تمہارے اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو۔ اگر ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو۔ اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو۔ ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو۔"

اس نماز کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور جب «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ »، « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » اور سورت وغیرہ پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے پندرہ دفعہ یہ پڑھے: « سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ » پھر رکوع میں جائے تو « سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ » کہنے کے بعد دس دفعہ یہی پڑھے، پھر رکوع سے اٹھے تو « رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ » کے ساتھ دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدے میں جائے تو « سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی » کے بعد دس مرتبہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھ

کر دوسرا سجدہ کرے، اس میں بھی دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے۔ جب دوسری رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھے تو پہلے وہی تسبیح دس دفعہ پڑھ لے پھر التحیات پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ: ان چار رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے، کوئی سورت مقرر نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی رکن میں تسبیحات بھول کر کم پڑھی گئیں یا بالکل ہی چھوٹ گئیں تو اگلے رکن میں ان بھولی ہوئی تسبیحات کو بھی پڑھ لے، مثلاً: رکوع میں دس مرتبہ تسبیح پڑھنا بھول گیا اور سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ میں یہ بھولی ہوئی دس بھی پڑھے اور سجدہ کی دس بھی پڑھے۔ گویا ایسی صورت میں سجدہ میں بیس تسبیح پڑھے۔ بس یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک رکعت میں پچھتر (75) مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ۔ سو اگر چاروں رکعتوں میں تین سو کا عدد پورا ہو گیا تو ان شاء اللہ "صلوٰۃ التسبیح" کا ثواب ملے گا اور اگر چاروں رکعتوں میں بھی تین سو کا عدد پورا نہ ہو سکا تو پھر یہ عام نماز نفل ہو جائے گی، "صلوٰۃ التسبیح" نہ رہے گی۔

مسئلہ: اگر "صلوٰۃ التسبیح" میں کسی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو گیا تو سہو کے دونوں سجدوں میں اور ان کے بعد والے قعدہ میں تسبیحات نہیں پڑھی جائیں گی۔

مسئلہ: تسبیحات بھول کر چھوٹ جانے یا کم ہو جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

تحیۃ المسجد:

یہ نماز اس شخص کے لیے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔ اس نماز کا مقصد مسجد کی تعظیم کا اظہار ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے، اس لیے کہ مکان کی تعظیم مکان والے کے

احترام میں ہوتی ہے، پس غیر اللہ کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو۔

مسئلہ: دو رکعت کی کوئی تخصیص نہیں، اگر چار رکعت پڑھی جائے تب بھی حرج نہیں۔ اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی، یعنی اس کے پڑھنے سے ''تحیۃ المسجد'' کا ثواب بھی مل جائے گا اگر چہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے، نہ بیٹھے۔''

استخارہ کی نماز:

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرے۔ اس کو ''استخارہ'' کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ سے خیر طلب نہ کرنا اور ''استخارہ'' نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔''

کہیں رشتہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بغیر استخارہ کے نہ کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کیے پر پریشان نہ ہوگا۔

مسئلہ: استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ ، وَأَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ . اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ: فَاقْدِرْهُ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ. وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ

وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ: فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِیْ بِهٖ. »

اور جب « هـذا الأمـر » پر پہنچے تو اس کو پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کرے جس کے لیے استخارہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد پاک وصاف بستر پر قبلہ کی طرف منہ کرکے باوضو سو جائے۔ جب سو کر اٹھے تو جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے، اسی کو کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کی بے اطمینانی ختم نہ ہو تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے، اسی طرح سات دن تک کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی یا برائی کے بارے میں اطمینان ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر حج کے لیے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں [فرض کام کے کرنے میں استخارہ نہیں ہوتا] بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلاں دن یا فلاں حاجیوں کے ساتھ جاؤں یا نہ جاؤں۔

توبہ کی نماز:

اگر کوئی بات خلافِ شرع ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے اور اپنے کیے پر پچھتائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرے کہ پھر وہ کام کبھی نہیں کروں گا۔ اس سے بفضلِ خداوہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

شہید ہونے سے پہلے نماز:

جب کوئی مسلمان [ظلماً] قتل کیا جا رہا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز واستغفار دنیا میں اس کا

آخری عمل رہے۔

حدیث: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کوکسی مہم میں کہیں بھیجا تھا۔ راستے میں کفار نے انہیں گرفتار کرلیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی کو وہیں شہید کردیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جاکر کفار کے ہاتھوں فروخت کیا۔ مکہ والوں نے انہیں شہید کیا۔ جب وہ شہید ہونے لگے تو ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہوگئی۔

تراویح کی نماز:

سوال: نمازِ تراویح کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: حدیث میں ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے دنوں میں روزے فرض فرمائے ہیں ا اس کی راتوں میں قیام (نماز تراویح) کوسنت قرار دیا ہے، پس جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب حاصل کرنے کی نیت اور یقین سے دن کو روزے رکھے اور رات کو تراویح پڑھے تو یہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ (یعنی اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجائیں گے ...... پس اس مہینہ میں خوب نیک کام کرنے چاہییں کہ ایک فرض ادا کرنے سے ستر فرائض اور نفل عمل کرنے سے فرض کام کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔)

مسئلہ: نمازِ تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے، البتہ اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اس وقت اختیار ہے چاہے تنہا نوافل پڑھے، چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے، چاہے خاموش بیٹھا رہے۔

سوال: اگر کسی سے عشاء کی نماز چھوٹ جائے تو وہ تراویح میں کیسے شریک ہو؟

جواب: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہوچکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھ لے، پھر تراویح میں شریک ہو۔ اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہوجائیں تو ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے اور وتر جماعت سے پڑھے۔

تراویح میں ختم قرآن:

سوال: تراویح میں مکمل قرآن شریف پڑھنے کی فضیلت اور حکم بیان کیجیے؟

جواب: رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، لوگوں کی کاہلی یا سستی سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہیں آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان پر بہت بھاری ہوگا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے۔ ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَٰبِ ٱلْفِيلِ﴾ سے اخیر تک کی دس سورتیں پڑھی جائیں، ہر رکعت میں ایک سورت، پھر جب دس رکعتیں ہوجائیں تو انہی سورتوں کو دوبارہ پڑھے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

مسئلہ: رمضان کے پورے مہینے میں تراویح پڑھنا سنت ہے اگر چہ مہینہ مکمل ہونے سے پہلے قرآن مجید ختم ہوجائے، مثلاً: پندرہ روز میں پورا قرآن مجید ختم ہو تو باقی دنوں میں بھی تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

مسئلہ: وتر تراویح کے بعد پڑھنا بہتر ہے، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

اہم بات:

جتنی نمازوں کا بیان ہوا ان کے علاوہ بھی جس قدر نوافل کی کثرت کی جائے، باعث ثواب وترقی درجات ہے، خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی

ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی کریم ﷺ نے دی ہے، جیسے رمضان المبارک کی آخری دس راتیں [ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں] اور شعبان کی پندرہویں رات۔ ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہے، ہم نے اختصار کی بنا پر ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔

عملی مشق

☆... مختصر جواب دیں۔

(۱) نماز میں سُترہ کس موقع پر اور کس طرح نصب کرنا چاہیے؟

(۲) کون سی صورتوں میں نماز توڑنا درست ہے؟

(۳) وتر کی نماز کا کیا حکم ہے اور اس کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

(٤) جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے وہ کتنی اور کون سی ہیں؟

(۵) استخارہ کی نماز کا طریقہ کیا ہے؟

☆... خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) مکروہ وہ چیز ہے جس سے..................ہوتا ہے۔

(۲) نماز میں کپڑوں کو سنبھالنا، سمیٹنا اور مٹی سے بچانا..............ہے۔

(۳) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا..................ہے۔

(٤) اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو............ پڑھ لے۔

(۵) جب کسی نے نفل کی نیت باندھ لی تو اس کا پورا کرنا..................ہے۔

(٦) استخارہ..................کو کہتے ہیں۔

(۷) رمضان میں قرآن مجید کا ایک مرتبہ تراویح میں پڑھنا............ ہے۔

(۸) مغرب کی سنتوں کے بعد.................رکعتیں پڑھنے کو"اوّابین" کہتے ہیں۔

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) نماز میں قصداً یا بھول کر"آہ"،"اف" یا"ہائے" بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ☐

(۲) اگر دانتوں میں کوئی چیز تھی اسے نگل لیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ ☐

(۳) ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ☐

(٤) مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کام شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ☐

(٥) اگر سجدے میں ٹوپی گر جائے اور اٹھا کر سر پر رکھ لے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ ☐

(٦) اگر وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا تو نماز نہیں ہوگی۔ ☐

(۷) اگر مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ تراویح ہو چکی ہوں تو عشاء کی نماز بعد میں پڑھے۔ ☐

(۸) رمضان کے پورے مہینے میں تراویح پڑھنا سنت ہے، اگرچہ قرآن مجید پہلے ختم ہو جائے۔ ☐

قضانمازوں کا بیان

سوال: کسی کی نماز چھوٹ جائے تو کیا کرے؟

جواب: جس کی کوئی نماز چھوٹ گئی ہو تو جب یاد آئے فوراً اس کی قضا پڑھے، بغیر کسی عذر کے قضا پڑھنے میں دیر کرنا گناہ ہے۔ جس کی کوئی نماز قضا ہوگئی اور اس نے فوراً اس کی قضا نہیں پڑھی، دوسرے وقت پر یا دوسرے دن پر ڈال دی کہ فلاں دن پڑھ لوں گا اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت آگئی تو دوہرا گناہ ہوا۔ ایک تو نماز کے قضا ہو جانے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا۔

سوال: اگر ایک سے زیادہ نمازیں چھوٹ جائیں تو کیا کرے؟

جواب: اگر کسی کی کئی نمازیں قضا ہوگئیں تو جہاں تک ہو سکے جلدی سے سب کی قضا پڑھ لے، ہو سکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت سب کی قضا پڑھ لے۔ یہ ضروری نہیں کہ ظہر کی قضا ظہر کے وقت پڑھے اور عصر کی قضا عصر کے وقت اور اگر بہت سی نمازیں کئی مہینے یا کئی برس کی قضا ہوں تو ان کی قضا میں بھی جہاں تک ہو سکے جلدی کرے۔ ایک ایک وقت دو دو چار چار نمازیں قضا پڑھ لیا کرے۔ اگر کوئی عذر ہو تو ایک وقت میں ایک ہی نماز کی قضا کرے۔

سوال: قضا نمازوں میں کن چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟

جواب: چند مسائل سمجھ لیں:

مسئلہ: قضا پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں، جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھ لے، البتہ اتنا خیال رکھے کہ مکروہ وقت یعنی طلوع، غروب، زوال کا وقت نہ ہو۔

مسئلہ: قضا صرف فرض نمازوں اور وتر کی پڑھی جاتی ہے، سنتوں کی قضا

نہیں، البتہ اگر فجر کی نماز قضا ہو جائے تو اگر دو پہر سے پہلے پہلے قضا پڑھے تو سنت اور فرض دونوں کی قضا پڑھے اور اگر دو پہر کے بعد قضا پڑھے تو صرف دو رکعت فرض کی قضا پڑھے۔

مسئلہ: اگر فجر کا وقت تنگ ہو جانے کی وجہ سے صرف دو رکعت فرض پڑھ لیے، سنت چھوڑ دی تو بہتر یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد سنت کی قضا پڑھ لے لیکن دو پہر سے پہلے پہلے ہی پڑھے۔

سجدۂ سہو کا بیان

سجدۂ سہو واجب ہونے کا ضابطہ:

سوال: سجدۂ سہو کن چیزوں سے واجب ہوتا ہے؟

جواب: نماز میں جتنی چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یا زیادہ اگر بھولنے سے رہ جائیں، مثلاً: کسی فرض و واجب کو اپنی اصلی جگہ سے آگے پیچھے کر دیا، یا کوئی کمی بیشی کر دی، یا کسی فرض یا واجب کو دو مرتبہ کر دیا تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اس کے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ: اگر بھولے سے نماز کا کوئی "فرض" چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی، دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ: اگر نماز میں کئی باتیں ایسی ہو گئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو ایک ہی سجدہ سب کی طرف سے ہو جائے گا، ایک نماز میں دو دفعہ سجدۂ سہو نہیں کیا جاتا۔

سجدۂ سہو کا طریقہ:

سوال: سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری رکعت میں التحیات پڑھ کر دائیں جانب سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر بیٹھ کر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کرے۔

سجدۂ سہو کے چند مسائل:

سوال: نماز میں بھول ہو جانے کی چند وہ صورتیں بتا دیجیے جو زیادہ تر پیش آتی ہیں، اور ان سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے؟

جواب: چار صورتیں زیادہ پیش آتی ہیں:

۱- التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا:

تین یا چار رکعت والی فرض نماز، وتر اور ظہر کی پہلی چار سنتوں میں اگر التحیات کے بعد درود شریف: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ)) تک یا اس سے زیادہ پڑھنے کے بعد یاد آیا اور اٹھ کھڑا ہوا تو سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: نفل نماز، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر التحیاتْ کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنا جائز [بلکہ اولیٰ] ہے، اس لیے نفل، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی نماز میں درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر دو دفعہ التحیات پڑھ لے تو نفل، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی نماز میں بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

۲- التحیات کی جگہ فاتحہ پڑھ لینا:

التحیات پڑھنے بیٹھا مگر بھولے سے التحیات کی جگہ سورۂ فاتحہ یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

۳- قعدہ بھول جانا:

تین یا چار رکعت والی نماز میں درمیان میں بیٹھنا بھول گیا اور دو رکعت پڑھ کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے پھر کھڑا ہو اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں۔ اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا ہو تو نہ بیٹھے، بلکہ کھڑا ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لے، صرف آخر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔ اگر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آیا اور بیٹھ کر التحیات پڑھی تو گناہ گار ہوگا اور سجدۂ سہو کرے۔

٤- نماز میں شک ہونا:

اگر چوتھی رکعت پر بیٹھا اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جب یاد آئے تو بیٹھ جائے، التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر فوراً سلام پھیر کے سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعتیں پوری کرلے، چار فرض ہو گئیں اور دو نفل، اور چھٹی رکعت پر سجدۂ سہو بھی کرے۔ اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کرلیا تو برا کیا، چار فرض ہوئے اور ایک رکعت بیکار گئی۔

مسئلہ: اگر نماز میں شک ہو گیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار؟ تو اگر یہ شک اتفاقاً ہو گیا ہے یعنی ایسا شبہ پڑنے کی عادت نہیں ہے تو پھر از سرِ نو نماز پڑھے۔ اگر شک کی عادت ہے اور اکثر ایسا شبہ پڑ جاتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ غالب گمان کس طرف ہے؟ اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔ اور اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو مزید کوئی رکعت نہ پڑھے اور سجدۂ سہو بھی نہ کرے۔

اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے، نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے اور نہ چار کی طرف تو تین ہی رکعتیں سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے، لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التحیات پڑھے، تب کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

سجدۂ سہو کیے بغیر سلام پھیر دیا:

سوال: اگر نماز میں ایسی بھول ہو گئی جس سے سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدۂ سہو کرنا بھول گیا تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: نماز میں کچھ بھول ہو گئی تھی جس سے سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدۂ سہو کرنا

بھول گیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا، لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھا ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا، نہ کسی سے کچھ بولا، نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدۂ سہو کرلے، بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگا ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، اب سجدۂ سہو کرلے تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: چار رکعت یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کرلے اور سجدۂ سہو کرلے، البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو نماز دوبارہ پڑھے۔

جن صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا:

سوال: وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بھول کر چھوٹنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا؟

جواب: پہلے اس کا اصول سمجھ لیں پھر مثالیں آسانی سے ذہن نشین ہو جائیں گی:

ضابطہ: جو چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب، ان کو بھول کر چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

مثال ۱: نماز کے شروع میں « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ » پڑھنا بھول گیا، یا رکوع میں « سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ » نہیں پڑھا، یا سجدہ میں « سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى » نہیں کہا، یا رکوع سے اٹھ کر « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ » کہنا یاد نہیں رہا، یا نیت باندھتے وقت کانوں تک ہاتھ نہیں اٹھائے، یا آخری رکعت میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی، یونہی سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مثال ۲: رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہی، یعنی « سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى » کی بجائے « سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ » کہتا رہا، یا برعکس تو سنت چھوٹ گئی اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔

مثال ۳: فرض نماز میں آخری دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں سورت پڑھ لی تو

سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مثال ٤: فرض کی آخری دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں فاتحہ پڑھنا بھول گیا، لیکن خاموش کھڑا رہ کر رکوع میں چلا گیا تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں، بشرطیکہ تین بار «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى» کہنے کی مقدار کھڑا رہا ہو، ورنہ نماز دوبارہ پڑھے۔

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کی تعداد:

سوال: سجدۂ تلاوت کی تعداد کتنی ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: قرآن شریف میں چودہ سجدۂ تلاوت ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں صفحات کے کنارے پر ''سجدہ'' لکھا ہوا ہوتا ہے، اس جگہ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس سجدہ کو ''سجدہ تلاوت'' کہتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ:

سوال: سجدۂ تلاوت کا طریقہ بتائیے؟

جواب: سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر سجدہ کرے۔ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔ سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہہ کر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے ہوئے سر اٹھالے۔ بس سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ کھڑا ہو کر پہلے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر سجدہ میں جائے پھر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے۔ اور اگر بیٹھ کر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر سجدہ میں جائے، پھر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر بیٹھ جائے اور کھڑا نہ ہو تب بھی درست ہے۔

آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے کا حکم:

سوال: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، چاہے سننے والا قرآن شریف سننے کے ارادے سے بیٹھا ہوا ہو یا کسی اور کام میں مشغول ہو اور بغیر ارادے کے سجدہ کی آیت سن لی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سجدہ کی

آیت کو آہستہ پڑھے تا کہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ تلاوت کے بہت سارے سجدے باقی ہوں تو اب ادا کر لے، عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہییں، ادا نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: اگر بیماری کی حالت میں آیتِ سجدہ سنے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارے سے کیا جاتا ہے، تلاوت کا سجدہ بھی اسی طرح اشارے سے کرے۔

سفر میں نماز

شرعی مسافت اور اس کے احکام:

سوال: شرعی سفر کی مسافت کتنی ہے؟

جواب: اگر کوئی شرعی سفر (اڑتالیس میل=۷۷،۲۴ کلومیٹر ۷۸ کلومیٹر سمجھ لیں) سے کم مسافت کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا اور شرعاً ایسے شخص کو مسافر نہیں کہتے۔ اس کو نماز وغیرہ سارے احکام اسی طرح ادا کرنے چاہییں جیسے کہ اپنے گھر میں کرتا تھا، مثلاً: چار رکعت والی نماز کو چار رکعت پڑھے اور چمڑے کا موزہ پہنے ہوئے ہو تو ایک رات دن مسح کرے، پھر اس کے بعد نئے سرے سے پاؤں دھوئے بغیر مسح کرنا درست نہیں۔

سوال: آدمی شرعاً کب مسافر بنتا ہے؟

جواب: جو شخص سفرِ شرعی کا ارادہ کر کے نکلے وہ شریعت کی رُو سے مسافر ہے۔ جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل گیا تو شرعاً مسافر بن گیا۔ جب تک آبادی کے اندر اندر چلتا رہے گا تب تک مسافر نہیں بنے گا۔ ایئرپورٹ اور ریلوے اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی سے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: کسی کا شرعی مسافت تک جانے کا ارادہ ہے لیکن درمیان میں چالیس کلو میٹر پر اپنا گھر آئے گا تب بھی مسافر نہیں ہوا۔

سوال: دورانِ سفر کتنے دن ٹھہرنے سے سفر ختم سمجھا جائے گا؟

جواب: مسافتِ شرعی طے کر کے کہیں پہنچا تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تب بھی مسافر نہیں رہے گا، لہٰذا نمازیں پوری پوری پڑھے۔ اور اگر نہ اپنا گھر ہے نہ پندرہ دن

ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر رہے گا، چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھتا رہے۔

مسئلہ: راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے، مثلاً: دس دن ایک جگہ، پانچ دن دوسری جگہ، بارہ دن کسی اور جگہ، لیکن پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تب بھی مسافر رہے گا۔

مسئلہ: دو چار دن راستہ میں کہیں ٹھہرنا پڑا لیکن کسی وجہ سے آگے جا نہیں سکا، روز یہ نیت ہوتی ہے کہ کل یا پرسوں چلا جاؤں گا لیکن نہیں جا سکا، اسی طرح پندرہ دن یا بیس دن یا ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رہنا پڑا، لیکن پورے پندرہ دن رہنے کی کبھی نیت نہیں ہوئی، تب بھی مسافر رہے گا، چاہے جتنے دن اسی طرح گذر جائیں۔

دورانِ سفر نماز کا حکم:

سوال: مسافر دورانِ سفر کن نمازوں میں قصر کرے گا؟ اور سنتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: جو کوئی شرعاً مسافر ہو وہ ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نماز دو دو رکعتیں پڑھے۔ سنتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے علاوہ دوسری سنتیں چھوڑ دینا درست ہے، اس سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اگر کوئی جلدی نہ ہو اور نہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا ڈر ہو تو سفر میں پوری پوری سنتیں پڑھے اور ان میں کمی نہ کرے۔

مسئلہ: فجر، مغرب اور وتر کی نماز میں کمی نہیں، جیسے ہمیشہ پڑھتا ہے ویسے ہی پڑھے۔

مسئلہ: ظہر، عصر اور عشاء کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے، پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے، جیسے ظہر کے کوئی چھ فرض پڑھے تو گناہ گار ہوگا۔

وطن اصلی:

سوال: کوئی اپنا شہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں منتقل ہو جائے تو کس شہر میں پوری نماز پڑھے گا اور کس میں آدھی؟

جواب: کسی نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا، کسی دوسری جگہ گھر بنالیا، وہیں رہنے سہنے لگا اور پہلے شہر اور پہلے گھر سے تعلق نہیں رہا تو اب وہ شہر اس کا وطن نہیں رہا، لہٰذا اگر سفر کرتے وقت راستہ میں وہ پہلا شہر پڑے اور دو چار دن وہاں رہنا ہو تو مسافر رہے گا۔ نمازیں سفر کی طرح پڑھے۔

مسئلہ: شادی کے بعد اگر عورت مستقل اپنے سسرال میں رہنے لگی تو اس کا اصلی وطن سسرال کا گھر ہے، لہٰذا اگر سسرال اور میکے میں ۷۸ کلومیٹر کا فاصلہ ہے تو جب یہ میکے جائے گی اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں کرے گی تو مسافر شمار ہوگی، نماز قصر کرے اور اگر سسرال میں ہمیشہ رہنے کا پختہ ارادہ نہیں تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہ اب بھی وطن اصلی رہے گا۔

سفر کی نماز کی قضا:

سوال: اگر سفر میں نمازیں قضا ہو گئیں تو واپس آکر قصر پڑھے گا یا پوری؟

جواب: اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہو گئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر اور عشاء کی دو ہی رکعتیں قضا پڑھے اور سفر سے پہلے، مثلاً: ظہر کی نماز قضا ہو گئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں قضا پڑھے۔

مقیم و مسافر کی امامت اور اقتدا:

سوال: کیا مسافر کا امامت کرانا درست ہے؟ اگر مسافر امامت کرائے تو مقیم مقتدی اپنی نماز کیسے مکمل کریں گے؟

جواب: مقیم کی نماز مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے، چاہے ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اٹھ کر اپنی نماز پوری کرلے اور اس میں قراءت نہ کرے، بلکہ خاموش کھڑا رہے، اس لیے کہ وہ لاحق ہے اور قعدہ اولیٰ اس مقتدی پر بھی امام کی اتباع کی وجہ سے فرض ہوگا۔ مسافر امام کے لیے مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے قبل بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے۔

مسئلہ: جب مسافر مقیم کی اقتدا کرے گا تو امام کی اتباع کی وجہ سے پوری چار رکعت پڑھے گا۔

اہم مسائل

ہوائی جہاز، بحری جہاز، ریل اور کشتی میں نماز:

سوال: کیا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: پرواز کے دوران ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن کھڑے ہو کر قبلہ رُخ نماز پڑھنا چاہیے، البتہ اگر سر چکرانے کا خطرہ ہو یا کوئی اور عذر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔

سوال: بحری جہاز کا کیا حکم ہے؟

جواب: بحری جہاز سمندر میں چل رہا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر قبلہ رُخ نماز پڑھے۔ اگر عذر ہو تو بیٹھ سکتا ہے۔ (أحسن الفتاوى : ٤/ ٨٩)

سوال: اگر کوئی شخص کشتی یا ریل میں سفر کر رہا ہو تو وہ نماز کیسے ادا کرے گا؟

جواب: دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آگیا تو اسی چلتی کشتی پر نماز پڑھ

لے، اگر کھڑے ہوکر پڑھنے سے چکر آئیں تو بیٹھ کر پڑھے۔ ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنا درست ہے اور اگر کھڑے ہوکر پڑھنے سے چکر آئیں یا گرنے کا ڈر ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔ نماز پڑھتے ہوئے ریل نے رُخ بدل لیا اور قبلہ دوسری طرف ہوگیا تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف رُخ کر لے۔

جمعہ کی نماز

جمعہ کے فضائل:

سوال: جمعہ کے دن کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی اسی دن ہوگی۔'' (صحیح مسلم شریف)

جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں:

سوال: جمعہ کی نماز نہ پڑھنے پر کون سی وعیدیں آئی ہیں؟

جواب: ١۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ نمازِ جمعہ نہ چھوڑیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔'' (صحیح مسلم شریف)

٢۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تین جمعہ سستی سے یعنی بغیر عذر کے چھوڑ دیتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔'' (ترمذی شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

جمعہ کے آداب:

سوال: جمعہ کا دن کیسے گذارنا چاہیے؟

جواب: جمعہ کا دن ان آداب کے ساتھ گذارنا چاہیے:

١۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات سے کرے، جمعرات کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر کے رکھے اور اگر خوشبو

گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو جمعرات کو ہی اس کا انتظام کرے تاکہ جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول نہ ہونا پڑے۔

۲۔ پھر جمعہ کے دن غسل کرے، سر کے بالوں اور بدن کو خوب صاف کرے، ناخن تراشے اور اس دن مسواک کرنے کی بھی بہت فضیلت ہے۔

۳۔ جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے۔

٤۔ جامع مسجد میں جلدی جائے، جو شخص جتنا پہلے جائے گا اس کو اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن فرشتے اس مسجد کے دروازے پر جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے کھڑے ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جو آتا ہے اس کا، پھر اس کے بعد دوسرے کا، اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں اور سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹ قربان کرنے والے کو، اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے مرغ ذبح کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ کر دیا جائے۔ پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔'' (صحیحین)

۵۔ جمعہ کے دن نماز سے پہلے یا بعد میں سورۂ کہف پڑھنے سے بہت ثواب ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن جو شخص سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر ایک نور ظاہر ہو گا اور قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔''

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں اس لیے کہ کبیرہ گناہ توبہ کے

بغیر معاف نہیں ہوتے۔ واللّٰہ أعلم وھو أرحم الراحمین

۶۔ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی باقی دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے، اسی لیے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھو۔

۷۔ جمعہ کے دن خطبے کا وقت اور عصر سے مغرب تک کا وقت بہت قیمتی اور دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے۔ اس وقت خصوصی طور سے ذکر و دعا میں مشغول رہے۔ خطبے کے وقت دل سے دعا کرے۔ ہاتھ اٹھا کر زبان سے نہیں۔

جمعہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ:

سوال: جمعہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خطبہ کی اذان سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ مؤکدہ سنتیں ہیں، پھر خطبہ کے بعد جمعہ کی دو رکعت فرض امام کے ساتھ پڑھے، پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں، پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔

جمعہ کی نماز:

سوال: جمعہ کہاں درست ہے؟

جواب: جمعہ کی نماز کے لیے یہ شرط ہے کہ شہر یا قصبہ میں پڑھی جائے۔ گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو، مثلاً: تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے۔

خطبے کے آداب:

سوال: خطبے کے آداب واحکام بیان کیجیے؟

جواب: خطبے کی نہایت اہمیت ہے۔ خطبے کے دوران ان باتوں کا دھیان رکھے:

۱- جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جائے اس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا اس میں بات چیت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

۲- جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کے لیے اس کا سننا واجب ہے، چاہے امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور، کوئی ایسا فعل جو سننے میں مخل ہو، مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا، سلام یا سلام کا جواب دینا، تسبیح پڑھنا، کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسے نماز کی حالت میں ممنوع ہے ویسے ہی اس وقت بھی ممنوع ہے، البتہ خطیب کے لیے جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔

۳- اگر سنت یا نفل پڑھتے ہوئے خطبہ شروع ہو جائے تو راجح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

٤- دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے دوران امام یا مقتدیوں کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ ہاتھ اٹھائے بغیر اگر دل میں دعا مانگی جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ زبان سے کچھ نہ کہے نہ آہستہ اور نہ زور سے، نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ منقول نہیں۔

۵- نبی کریم ﷺ کا اسمِ مبارک اگر خطبے میں آجائے تو مقتدیوں کا اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

عید کی نماز

عیدین کی راتوں کی فضیلت:

سوال: عیدین کی راتوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: حدیث میں ہے جو شخص عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) کی رات جاگا (عبادت کی) اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے، یعنی جس دن لوگ قیامت کی سختیوں سے پریشان ہونگے اس دن وہ قیامت کے دن کی ہولنا کیوں سے محفوظ رہے گا۔

سوال: دونوں عیدوں کی اسلامی تاریخ اور آداب واحکام بیان کیجیے؟

جواب: شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں اور ان دونوں دنوں میں بطورِ شکر دو دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ نمازِ جمعہ کے وجوب اور صحت کے لیے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکی ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے، کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، جبکہ عیدین کی نماز میں شرط نہیں، سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے، مگر عیدین کے خطبے کا سننا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہے یعنی اس وقت بات چیت کرنا یا نماز پڑھنا سب ناجائز ہے۔

عید کی سنتیں:

سوال: عید کے مسنون اعمال بیان کیجیے؟

جواب: عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں:

۱۔ غسل کرنا

۲- مسواک کرنا

۳- اپنی استطاعت کے مطابق عمدہ کپڑے پہننا

٤- خوشبو لگانا

۵- صبح سویرے اٹھنا

٦- عیدگاہ میں بہت سویرے جانا

۷- عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز، مثلاً: چھوہارے وغیرہ کھانا

۸- عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے صدقۂ فطر دے دینا

۹- عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا یعنی بلاعذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا

۱۰- جس راستے سے جائے واپس اس راستے سے نہ آنا

۱۱- پیدل جانا

۱۲- راستے میں «اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ» آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عید کی نماز کا طریقہ:

سوال: عید الفطر کی نماز کا طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: عید الفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں یہ نیت کرے کہ: ’’میں چھ تکبیروں کے ساتھ عید کی دو رکعت واجب نماز پڑھتا ہوں۔‘‘

نیت کے مذکورہ الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں، دل میں ارادہ کر لینا بھی کافی ہے۔ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ» آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ «اَللّٰهُ أَكْبَرُ» کہے، ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے، تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکا دے، دو تکبیروں کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے جس میں تین مرتبہ «سُبْحَانَ اللّٰهِ»

کہا جاسکے۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور «أَعُوذُ بِاللّٰهِ» اور «بِسْمِ اللّٰهِ» پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے کھڑا ہو، دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے، لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں فرق:

سوال: عیدالاضحیٰ کی نماز کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: ''عیدالاضحیٰ'' کی نماز کا طریقہ بھی یہی ہے اور اس میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عیدالفطر میں ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ عیدالاضحیٰ کی نیت میں عیدالفطر کے بجائے عیدالاضحیٰ کا لفظ شامل کرے۔ عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے، عیدالاضحیٰ میں ایسا نہیں۔ عیدالفطر میں راستے میں آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے۔ عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی جلدی۔ عیدالاضحیٰ میں صدقۂ فطر نہیں بلکہ صاحب حیثیت افراد پر بعد میں قربانی کرنا واجب ہے۔ اذان واقامت عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں میں نہیں۔

مسئلہ: جہاں عید کی نماز پڑھی جائے (یعنی عیدگاہ میدان وغیرہ) وہاں اس دن اور کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، البتہ نماز کے بعد گھر میں آکر نفل پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے یہ بھی مکروہ ہے۔

سوال: اگر عیدین کی نماز میں ایک رکعت رہ جائے یا تکبیرات میں بھول چوک ہو جائے تو انہیں ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر عید کی نماز میں کسی کی ایک رکعت رہ جائے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ

یہ ہے کہ پہلے قراءت کرلے، اس کے بعد تکبیر کہے۔ اصول کے تحت اگر چہ تکبیریں پہلے کہنی چاہیے تھیں لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے در پے ہو جاتی ہیں اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔

مسئلہ: اگر امام تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو یاد آئے تو اس کو چاہیے کہ حالتِ رکوع میں تکبیریں کہہ لے، دوبارہ قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ: جمعہ اور عیدین کی نماز میں اگر کوئی چیز بھول جائے تو نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے امام سجدۂ سہو نہ کرے۔

تکبیرِ تشریق:

سوال: ''تکبیرِ تشریق'' پڑھنے کا کیا حکم ہے اور کن دنوں میں پڑھنی چاہیے؟

جواب: ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ ''تکبیرِ تشریق'' یعنی «اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ» پڑھنا واجب ہے۔ یہ تکبیر مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، مقیم ہو یا مسافر، شہری ہو یا دیہاتی۔

مسئلہ: یہ تکبیر، عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہیے۔ یہ کل تیئیس (۲۳) نمازیں ہیں جن کے بعد تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے۔

عملی مشق

☆... خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) قضا صرف..............کی پڑھی جاتی ہے۔

(۲) اگر بھولے سے نماز کا فرض چھوٹ جائے تو سجدہ سہو سے نماز ....گی۔

(۳) قرآن کریم میں سجدہ تلاوت کی تعداد..............ہے۔

(٤) اگر کوئی شخص..............مسافت کے ارادے سے نکلے تو وہ مسافر شرعی شمار ہوگا۔

(۵) جمعہ وعیدین کا خطبہ سننا تمام حاضرین کے لیے..............ہے۔

☆... مختصر جواب دیں۔

(۱) اگر کئی نمازیں قضا ہوگئی ہوں تو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) اگر نماز میں شک ہوگیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو کیا کرے؟

(۳) شرعی مسافر کے لیے فرض نمازوں اور سنتوں کا کیا حکم ہے؟

(٤) جمعہ کے درست ہونے کی شرائط کیا ہیں؟

(۵) عید کی نماز کا طریقہ کیا ہے؟

☆... مسئلہ مکمل کریں۔

(۱) اگر نماز میں کئی چیزیں ایسی ہوگئیں جن سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہو تو ....

(۲) اگر سجدہ سہو واجب تھا اور سجدہ کرنا بھول گیا تو..............

(۳) ریل میں نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ..................

(٤) عیدین کی صحت و وجوب کی شرائط وہی ہیں جو جمعہ کی ہیں مگر فرق

....

(۵) عید الاضحیٰ کی نماز کا طریقہ اور مسنون اعمال وہی ہیں جو عید الفطر میں ہیں مگر...........

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

سجدہ سہو واجب ہوتا ہے:

واجب کے چھوٹنے سے ☐ سنت کے چھوٹنے سے ☐ فرض کو دو مرتبہ پڑھنے سے ☐

فرض یا واجب کو اپنی جگہ سے آگے پیچھے کرنے سے ☐ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت ملانے سے ☐

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ نہ اٹھانے سے ☐ تشہد میں سورت فاتحہ پڑھنے سے ☐

☆... درست اور غلط کی نشاندہی کریں۔

(۱) بغیر عذر کے قضا پڑھنے میں دیر کرنا گناہ ہے۔

(۲) قضا نماز کا وقت مقرر ہے۔

(۳) اگر تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(٤) سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ تلاوت لازم ہوتا

(۵) سفر کے دوران کسی جگہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو **مسافر ہی** رہے گا۔

(٦) اگر سفر میں نمازیں قضا ہو گئیں تو گھر پہنچ کر قصر ہی پڑھے گا۔

(۷) اگر سنت یا نفل پڑھنے کے دوران خطبہ شروع ہو جائے تو **نماز توڑ** دے۔

(۸) دو خطبوں سے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۹) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔

(۱۰) ۹ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ "تکبیر تشریق" پڑھنا واجب ہے۔

میت کے احکام

جب موت کا وقت قریب ہو جائے:

سوال: جب کسی مسلمان کا آخری وقت آن پہنچے تو اس کے قریب کھڑے افراد کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جب کسی کی موت کا وقت قریب ہو تو اسے چت لٹا کر پاؤں قبلہ کی طرف کر کے سر اونچا کر دیں تا کہ رُخ قبلہ کی طرف ہو جائے [اور یہ طریقہ بھی سنت کے مطابق ہے کہ دائیں کروٹ پر لٹا کر رُخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے۔] اس کے پاس بیٹھ کر میٹھی میٹھی آواز سے کلمہ پڑھیں، تا کہ تمہاری زبان سے سن کر وہ خود بھی پڑھنے لگے، اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیں، کیونکہ وہ بڑے مشکل وقت میں ہے، نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔

مسئلہ: جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو خاموش ہو جائیں، یہ کوشش نہ کریں کہ کلمہ برابر جاری رہے اور پڑھتے پڑھتے روح نکلے کیونکہ مقصد تو صرف اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ روح نکلنے تک کلمہ برابر جاری رہے، البتہ اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر دنیا کی کوئی بات چیت کرے تو دوبارہ اس کے پاس کلمہ پڑھیں، جب وہ پڑھ لے تو پھر چپ ہو جائیں۔

مسئلہ: جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو اس کی موت آ گئی، اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کر دیں۔

مسئلہ: سورۂ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔ میت کے سرہانے یا اور کسی جگہ اس کے قریب بیٹھ کر خود پڑھیں یا کسی سے پڑھوائیں۔

مسئلہ: اس وقت کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔ ایسے کام یا ایسی باتیں کریں جن سے دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے اس لیے کہ مردہ کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ ایسے وقت میں بال بچوں کو سامنے لانا یا ایسی باتیں کرنا جن سے اس کا دل دنیوی مال و دولت یا اولاد کی طرف متوجہ ہو جائے، مناسب نہیں۔

مسئلہ: مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اس کی طرف توجہ نہ دو، نہ اس کا چرچا کرو، بلکہ یہ سمجھو کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی، اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل ٹھکانے نہ ہونے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہو۔

روح نکل جانے کے بعد:

سوال: میت کے جسم سے روح نکل جانے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جب روح نکل جائے تو میت کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دو اور کسی کپڑے سے اس کا منہ اس طرح سے باندھو کہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جاؤ اور گرہ لگا دو تا کہ منہ کھلا نہ رہ جائے اور آنکھیں بند کر دو اور دونوں پیروں کے انگوٹھے ملا کر باندھ لو تا کہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں، پھر کوئی چادر اُڑھا دو اور نہلانے اور کفنانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرو۔

میت کے پاس تلاوت:

سوال: کیا میت کے پاس بیٹھ کر تلاوت کرنا درست ہے؟

جواب: مر جانے کے بعد جب تک اس کو غسل نہ دیا جائے اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا درست نہیں۔

[البتہ اگر میت کو کپڑے سے ڈھانک دیا جائے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں۔ نہلانے کے بعد بہر صورت جائز ہے، کوئی کراہت نہیں۔]

غسلِ میت کا بیان

غسل کا طریقہ:

سوال: میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: میت کو نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردے کو استنجا کرادو، لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ اپنا ہاتھ مت لگاؤ اور نہ اس پر نگاہ ڈالو، بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لو اور میت کے جسم پر جو کپڑا ناف سے لے کر زانوں تک پڑا ہے اس کے اندر اندر دھولو۔

پھر اس کو وضو کرادو، لیکن کلی نہ کراؤ، نہ ناک میں پانی ڈالو، نہ گٹے تک ہاتھ دھوؤ، بلکہ پہلے چہرہ دھولو، پھر ہاتھ کہنی سمیت، پھر سر کا مسح، پھر دونوں پیر اور اگر تین دفعہ روئی تر کر کے دانتوں، مسوڑھوں اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے تو بھی جائز ہے اور اگر کوئی جنابت کی حالت میں یا عورت حیض و نفاس میں مرجائے تو اس طرح روئی تر کر کے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ ناک، منہ اور کانوں میں روئی بھر دو تا کہ وضو کراتے اور نہلاتے وقت پانی نہ جانے پائے۔ وضو کرانے کے بعد میت کے سر کو صابن وغیرہ سے خوب دھولو اور صاف کر کے مردے کو بائیں کروٹ پر لٹادو۔ پھر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا نیم گرم پانی (ایسا پانی بہتر ہے) تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالو یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے۔

پھر دائیں کروٹ پر لٹاؤ اور اسی طرح سر سے پیر تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالو کہ دائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد مردے کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دبا دو، اگر کچھ نکلے تو اس کو پونچھ کر دھو ڈالو، وضو اور غسل پر اس کے

نکلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی (یہ بھی بہتر ہے ضروری نہیں) سر سے پاؤں تک تین دفعہ ڈالو، پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ کر کفنا دو۔

مردے کو کون غسل دے؟

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ مردے کو اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہلائے اور اگر وہ نہ نہلا سکے تو کوئی دیندار نیک شخص نہلائے۔

کفنانے کا بیان

مسنون کفن:

سوال: مرد وخواتین کے لیے مسنون کفن کی مقدرا کیا ہے اور اس کے کفنانے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔

جواب: [مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے: ایک کرتہ، دوسرا ازار، تیسرا چادر، اسے لفافہ بھی کہتے ہیں۔] مَردوں کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھائی جائے، اس کے بعد ازار اور پھر اس کے اوپر کرتا۔ پھر مردے کو اس پر لٹا کر پہلے کرتا پہنایا جائے، پھر ازار لپیٹ دیا جائے، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، پھر کپڑے کے ٹکڑے سے پاؤں اور سر کی طرف سے کفن کو باندھ دیا جائے اور کمر کے پاس سے بھی باندھ دیا جائے تا کہ راستہ میں کہیں کھل نہ جائے۔ اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے: ایک کرتہ دوسرا ازار، تیسرا اوڑھنی، چوتھا چادر، پانچواں سینہ بند۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو اور کرتا گلے سے لے کر پاؤں تک ہو، لیکن نہ اس میں کلی ہو نہ آستین، جبکہ اوڑھنی تین ہاتھ لمبی ہو اور سینہ بند چھاتیوں سے لے کر رانوں تک چوڑا اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔

قبر میں رکھنے کا طریقہ:

سوال: مردے کو قبر میں رکھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: قبر میں مردے کو قبلہ رُخ دائیں کروٹ پر لٹا دیں اور کفن کی گرہ کھول دیں۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ:

سوال: مردے کے لیے ایصالِ ثواب کا مسنون طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: سلفِ صالحین کے مطابق ایصالِ ثواب کریں۔ وہ اس طرح کہ کسی رسم کی قید اور کسی دن کی تخصیص نہ کریں۔ اپنی ہمت کے مطابق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں۔ جس قدر توفیق ہو خود قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر اس کو ثواب پہنچادیں اور دفن سے پہلے قبرستان میں فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اللہ کے ذکر میں مشغول رہ کر اس کا ثواب بخشتے رہیں۔

نمازِ جنازہ

سوال: کن لوگوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور پڑھانا درست نہیں؟

جواب: نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے، لہٰذا کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں۔ مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے، سوائے ان لوگوں کے جو حکمرانِ شرعی سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں، بشرطیکہ یہ لوگ حکمرانِ شرعی سے لڑائی کی حالت میں قتل کیے گئے ہوں اور اگر لڑائی کے بعد یا اپنی طبعی موت سے مرجائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ اسی طرح جس شخص نے (العیاذ باللہ) اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ ان لوگوں کی نماز اس لیے نہیں پڑھی جاتی کہ لوگوں کو عبرت ہو اور جس شخص نے خودکشی کی ہو، صحیح قول کے مطابق اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے۔

سوال: جس بچے کے ماں یا باپ میں کوئی ایک مسلمان ہو تو کیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیے؟

جواب: جس نابالغ بچے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ:

سوال: نمازِ جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ بیان کیجیے، نیز بالغ مرد و عورت اور نابالغ بچے اور بچی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ سمجھا دیجیے؟

جواب: نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے:

امام میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو جائے اور سب لوگ نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور ایک مرتبہ «اَللّٰہُ اَکْبَرُ» کہہ کر دونوں ہاتھ باندھ لیں، پھر «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ» آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد پھر ایک مرتبہ «اَللّٰہُ اَکْبَرُ» کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اس کے بعد درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر ایک مرتبہ «اَللّٰہُ اَکْبَرُ» کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اس تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کریں۔

جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا:

سوال: نمازِ جنازہ پڑھتے ہوئے جوتا پہننا کیسا ہے؟

جواب: آج کل بعض لوگ جنازے کی نماز جوتا پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، ان کے لیے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں۔ اگر پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے [کے اندر اور اوپر کا حصہ جو پاؤں سے لگا ہوا ہے اس] کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، ان کی نماز نہیں ہوتی۔

بالغ مرد اور عورت کی دعا:

اگر میت بالغ ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، تو یہ دعا پڑھیں:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا ،

وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ . »

نابالغ لڑکے کی دعا:

اوراگر میت نابالغ لڑکا ہوتو یہ دعا پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا ، واجْعَلْهُ لَنَا اَجْراً وَّذُخْراً ، وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا . »

نابالغ لڑکی کی دعا:

اوراگر نابالغ لڑکی ہوتو بھی یہی دعا ہے،صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں « اجْعَلْهُ » کی جگہ « اِجْعَلْهَا » اور « شَافِعًا وَّ مُشَفَّعاً » کی جگہ « شَافِعَةً وَ مُشَفَّعَةً » پڑھیں۔

جب یہ دعا پڑھ لی تو پھر ایک مرتبہ « اَللّٰهُ أَكْبَرُ » کہیں،اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ نہیں۔[اس کے بعد دعا بھی ثابت نہیں۔]

سوال:اگر کسی شخص کو نمازِ جنازہ کی دعا یاد نہ ہوتو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:اگر کسی شخص کو نمازِ جنازہ کی مسنون دعا یاد نہ ہوتو اس کے لیے صرف « اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ » کہہ دینا کافی ہے۔اگر یہ بھی نہ ہوسکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کیا جائے تب بھی نماز ہو جائے گی،اس لیے کہ دعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں۔

نمازِ جنازہ میں صف بندی:

سوال:نمازِ جنازہ میں صف بندی کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کردی جائیں،یہاں

تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنادیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں، دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔

مسجد میں نمازِ جنازہ:

سوال: نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: عام حالت میں مسجد کے اندر نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یا تحریمی، دونوں قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو مکروہِ تنزیہی بھی نہیں، بلا کراہت جائز ہے۔

نمازِ جنازہ میں تاخیر:

سوال: نمازِ جنازہ میں اس غرض سے تاخیر کرنا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جمع ہو جائیں، کیسا ہے؟

جواب: میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔ [آج کل اس میں بہت کوتاہی ہو رہی ہے جبکہ شریعت کا تاکیدی حکم ہے کہ اس میں تاخیر نہ کی جائے۔]

سوال: جو شخص دیر سے نمازِ جنازہ میں شریک ہو وہ جنازے کی نماز کیسے مکمل کرے گا؟

جواب: اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جتنی تکبیریں ہو چکی ہوں گی ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا۔ اس کو چاہیے کہ آتے ہی فوراً دوسری نمازوں کی طرح تکبیرِ تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے، بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے۔ جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے۔ یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیرِ تحریمہ ہو گی۔ پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کی قضا کر لے اور اس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں [صرف تکبیریں

کہہ کر سلام پھیر دے] اور اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور نماز کے ختم ہونے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کو لوٹا لے۔

جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ:

سوال: جنازہ اٹھانے کا طریقہ بیان کیجیے؟

جواب: جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا دایاں پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔ اس کے بعد پچھلا دایاں پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔ اس کے بعد اگلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔ پھر پچھلا بایاں پایا بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔

مسئلہ: اگر میت دودھ پیتا بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو ہاتھوں میں اٹھا کر لے جائیں یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے، اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں۔

دفن سے متعلق مسائل:

سوال: قبر پر مٹی ڈالنے اور اونچا کرنے کی مقدار کتنی ہے؟

جواب: جب میت کو قبر میں رکھ دیں تو جتنی مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہ ساری اس پر ڈال دیں۔ اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے، بشرطیکہ وہ زائد مٹی اتنی زیادہ ہو کہ اس کی وجہ سے قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہو جائے، اور اگر تھوڑی سی ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ: سرہانے کی طرف سے قبر پر مٹی ڈالنے کی ابتدا کرنا مستحب ہے۔ ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر پر ڈال دے اور پہلی مرتبہ پڑھے: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ

»دوسری مرتبہ «وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ» اور تیسری بار «وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ.»
پڑھے۔

سوال: میت کو دفنانے کے بعد کون سے اعمال مسنون و مستحب ہے؟

جواب: مٹی ڈال دینے کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے۔ دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچانا مستحب ہے۔

قبر سے متعلق مسائل:

سوال: قبر کے متعلق شرعی ہدایات کیا ہیں؟

جواب: کسی میت کو چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مکان کے اندر دفن نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

مسئلہ: قبر کو چپٹی چوکور بنانا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کی کوہان کی طرح اٹھی ہوئی بنائی جائے۔ اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہیے۔

قبر کو پختہ کرنا، گنبد وغیرہ بنانا:

مسئلہ: قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ قبر پر پلستر کرنا یا اس پر گارے سے لیپنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: دفن کرنے کے بعد خوبصورتی کی نیت سے قبر پر کوئی عمارت، گنبد یا قبے وغیرہ کی طرح کوئی چیز بنانا حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے۔

قبر پر کچھ لکھنا:

سوال: قبر پر نام اور تاریخ وغیرہ کی تختی لگانا کیسا ہے؟

جواب: میت کی قبر پر یادداشت کے طور پر کوئی چیز لکھنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی ضرورت

ہو، ورنہ جائز نہیں۔

تعزیت کا مسنون طریقہ:

سوال: تعزیت کسے کہتے ہیں؟ اور تعزیت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: میت کے رشتہ داروں کو تسکین و تسلی دینا، صبر کے فضائل اور اس کا ثواب سنا کر ان کو صبر پر رغبت دلانا اور ان کے لیے اور میت کے لیے دعا کرنا جائز ہے، اسی کو ''تعزیت'' کہتے ہیں۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا میت کے رشتہ دار سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں۔ جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کے لیے دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

شہید کے احکام

سوال: شہید کے کیا احکام ہیں؟

جواب: شہید کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے نہ دھویا جائے، بلکہ اس کو اسی طرح دفن کردیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو، ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتارا جائے، البتہ اگر اس کے کپڑے عدد مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون کو پورا کرنے کے لیے کپڑے زیادہ کردیئے جائیں۔ اسی طرح اگر اس کے کپڑے مسنون کفن سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اتار لیے جائیں اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جو کفن نہ بن سکتے ہوں جیسے چمڑے کی جیکٹ کوٹ وغیرہ تو ان کو بھی اتار لینا چاہیے، البتہ اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر جیکٹ وغیرہ کو نہیں اتارنا چاہیے۔ ٹوپی، جوتے، ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیے جائیں، اور باقی سب احکام نمازِ جنازہ وغیرہ جو دوسرے مردوں کے لیے ہیں وہ سب اس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔

عملی مشق

☆... مختصر جواب دیں۔

(۱) جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب ہو تو قریب موجود افراد کو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ بیان کریں۔

(۳) مردے کے لیے ایصال ثواب کا مسنون طریقہ بیان کریں۔

(٤) کن لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے اور کن کی درست نہیں؟

(٥) نماز جنازہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

(٦) تعزیت کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

(٧) شہید کے احکام بیان کریں۔

☆... خالی جگہ پُر کریں۔

(١) میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا ....ہے۔

(٢) بہتر یہ ہے کہ مردے کو..............نہلائے۔

(٣) مرد کو .... کپڑوں میں کفنانا سنت ہے اور عورت کو ....کپڑوں میں۔

(٤) جوتے پہن کر جنازہ پڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ جوتے ....ہوں۔

(٥) مستحب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں حاضرین کی...............صفیں کردی جائیں۔

(٦) عام حالت میں مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا...........ہے۔

(٧) قبر کو ایک بالشت سے زیادہ بلند کرنا...........ہے۔

(٨) اگر کسی شخص کو نماز جنازہ کی مسنون دعا یاد نہ ہو تو ....کہہ دینا کافی ہے۔

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(١) موت کا وقت قریب ہو تو کلمہ پڑھنے کا حکم دینا چاہیے۔ ☐

(۲) میت کے قریب بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوتی ہے۔ ☐

(۳) قبر میں مردے کو قبلہ رخ بائیں طرف لٹادیں۔ ☐

(٤) نماز جنازہ میں تاخیر کرنا تاکہ لوگ زیادہ جمع ہو جائیں، درست ہے۔ ☐

(۵) قبر پر زینت کی غرض سے عمارت، قبہ وغیرہ بنانا حرام ہے۔ ☐

(٦) دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا اور ایصال ثواب کرنا مستحب ہے۔ ☐

(۷) قبر پر یادداشت کے طور پر کوئی چیز لکھنا جائز ہے۔ ☐

(۸) اگر میت دودھ پیتا بچہ ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو ہاتھوں پر اٹھا کر لے جائیں۔ ☐

☆... مسئلہ مکمل کریں۔

(۱) جب میت کے جسم سے روح نکل جائے تو......................

(۲) مَردوں کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ......................

(۳) اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں ایسے وقت میں پہنچا کہ کچھ تکبیریں پہلے ہو چکی تھیں تو......................

(٤) جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ......................

(۵) جس نابالغ بچے کا باپ یا ماں مسلمان ہو......................

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعیدیں:

سوال: زکوٰۃ نہ نکالنے والے صاحبِ حیثیت مالداروں کے لیے کیا سزائیں ہیں؟

جواب: جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ گار ہے، قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے ان تختیوں سے اس کی دونوں کروٹیں، پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر گرم کر لی جائیں گی۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنایا جائے گا اور وہ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑے نوچے گا اور کہے گا: ''میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کی پناہ! اتنا عذاب برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟ تھوڑے سے لالچ کے بدلے یہ مصیبت بھگتنا بڑی بیوقوفی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں خرچ نہ کرنا کتنی نامناسب بات ہے۔

زکوۃ کا نصاب:

سوال: زکوۃ کس پر فرض ہے؟ دوسرے لفظوں میں زکوۃ کا نصاب بیان کیجیے؟

جواب: جس کے پاس ساڑھے باون تولہ (۶۱۲،۳۵گرام یعنی تقریباً ۶۱۲ گرام) چاندی یا ساڑھے سات تولہ (۸۷،۴۷۹گرام یعنی تقریباً ۸۷ گرام) سونا ہو (یا ۶۱۲ گرام چاندی کی قیمت کے برابر نقد رقم ہو) اور ایک سال تک باقی رہے تو وہ صاحب نصاب ہے اور سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

اہم مسئلہ:

سوال: کسی کے پاس صرف دو (۲) تولے سونا ہو یا صرف دس (۱۰) تولے چاندی ہو، اس پر زکوۃ فرض ہوگی؟

جواب: اصول یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ان سب اموال کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی ورنہ نہیں، البتہ اگر کسی کے پاس صرف سونا چاندی ہو، نقدی اور مالِ تجارت میں سے کچھ بھی نہ ہو تو اس صورت میں سونے اور چاندی کے اپنے اپنے نصاب کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا اگر صرف دو تولے سونا ہے سال پورا ہونے والے دن روپیہ وغیرہ کچھ بھی نہیں، تو اس پر زکوۃ فرض نہیں۔ اگر کچھ بھی روپے ہیں تو سونے کی قیمت میں یہ روپے ملا کر دیکھیں گے: اگر چاندی کے نصاب کی قیمت کو پہنچ گیا تو زکوۃ فرض ہو جائے گی۔

دورانِ سال مال کم ہو جائے:

سوال: اگر کوئی شخص سال کے شروع اور آخر میں تو صاحبِ نصاب تھا، لیکن درمیان میں چند مہینے مال کم ہو گیا تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: کسی کے پاس نصاب جتنا مال چار چھ مہینے تک رہا، پھر وہ کم ہوگیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر مل گیا تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ غرض یہ کہ جب سال کے اوّل و آخر میں مالدار ہو جائے اور سال کے درمیان میں کچھ دن اس مقدار سے کم رہ جائے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ درمیان میں تھوڑے دن کم ہو جانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی، البتہ اگر سارا مال ختم ہو جائے اور اس کے بعد پھر مال ملے تو جب پھر ملے گا اس وقت سے سال کا حساب کیا جائے گا۔

مقروض پر زکوٰۃ:

سوال: کن صورتوں میں مقروض پر زکوٰۃ واجب نہیں؟

جواب: کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ (۶۱۲٫۳۵ گرام) چاندی کی قیمت ہے اور اتنی ہی رقم کا وہ مقروض ہے تو بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ اتنا قرض ہے کہ قرضہ ادا کر کے نصاب کے برابر مال نہیں رہتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

سونے اور چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ فرض ہے:

سوال: کیا سونے، چاندی کی بنی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: سونے چاندی کے زیور، برتن وغیرہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے، چاہے پہننے کے ہوں یا بند رکھے ہوں اور کبھی استعمال نہ ہوتے ہوں۔ غرض یہ کہ چاندی اور سونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اگر اتنی مقدار سے کم ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

دورانِ سال اضافہ کا حکم:

سوال: اگر کسی کے پاس کچھ رقم مخصوص مقدار میں رہی اور سال پورا ہونے سے پہلے

اس میں مزید اضافہ ہوگیا تو کیا بعد والی رقم کا علیحدہ سے حساب کیا جائے گا؟

جواب: نہیں! پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے اگر مزید روپے مل گئے تو ان کا حساب الگ نہیں کریں گے بلکہ اسی اصل رقم کے ساتھ اس کو ملا دیں گے، جب اصل رقم کا سال پورا ہوگا تو ساری رقم کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہی سمجھیں گے کہ پوری رقم پر سال گزر گیا۔

گھریلو سامان اور استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: کیا مکان، گھریلو استعمال کی اشیاء اور دیگر آرائش و آسائش کے سامان پر بھی زکوٰۃ ہے؟

جواب: گھر کا ساز و سامان جیسے: کھانے پینے کے برتن، رہنے سہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، سچے موتیوں کا ہار وغیرہ ان سب چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنا ہو اور روزمرہ کے استعمال میں آتا ہو یا نہ آتا ہو، کسی طرح بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ اگر یہ تجارت کا سامان ہو تو پھر اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔

خلاصہ: سونا چاندی اور نقدی.....ان تین کے سوا اور جتنا کچھ ہو، اگر وہ تجارت کے لیے ہے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر وہ تجارت کے لیے نہیں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

کرایہ پر دیے ہوئے مکان وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: کیا کرائے پر دیے ہوئے مکان یا دیگر اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: کسی کے پاس پانچ دو چار گھر ہیں، ان کو کرایہ پر چلاتا ہے تو ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنی قیمت کے ہوں۔ ایسے ہی کوئی گاڑیاں وغیرہ کرایہ پر چلاتا رہتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں، غرض یہ کہ کرایہ پر چلانے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

پیشگی زکوۃ ادا کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص سال گزرنے سے قبل ہی زکوۃ دے دے تو کیا اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: اگر کوئی آدمی سال گزرنے سے پہلے ہی زکوۃ دے دے اور سال کے پورے ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکوۃ ادا ہو جاتی ہے؛ اور اگر مالدار نہیں ہے بلکہ کہیں سے مال ملنے کی امید تھی، اس امید پر مال ملنے سے پہلے ہی زکوۃ دے دی تو یہ زکوۃ ادا نہیں ہوگی، جب مال مل جائے اور اس پر سال گزر جائے تو پھر زکوۃ دینا چاہیے۔

مسئلہ: مالدار آدمی اگر کئی سال کی زکوۃ پیشگی دے دے تو یہ بھی جائز ہے، پھر اگر کسی سال مال بڑھ گیا تو جتنا مال بڑھ گیا اس کی زکوۃ پھر سے دینا پڑے گی۔

زکوۃ کی ادائیگی سے پہلے مال ضائع ہوگیا:

سوال: سامان تجارت کی زکوۃ ادا کرنے کے لیے قیمت خرید لگائی جائے گی یا قیمت فروخت؟

جواب: زکوۃ کے لیے سامانِ تجارت کا حساب لگاتے ہوئے وہ قیمت لگائی جائے جس پر یہ چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور اسی کے مطابق زکوۃ ادا کی جائے۔

(أحسن الفتاوى: ٤/٢٠٩)

سوال: اگر کسی مال پر سال گزر گیا، لیکن ابھی زکوۃ ادا نہیں کی تھی کہ چوری ہوگئی یا کوئی حادثہ پیش آگیا تو کیا اس پر بھی زکوۃ دینا لازم ہے؟

جواب: کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا لیکن ابھی زکوۃ ادا نہیں کی تھی کہ سارا مال چوری ہوگیا یا اور کسی طرح سے ضائع ہوگیا تو زکوۃ معاف ہوگئی۔

زکوۃ ادا کرنے کا بیان

مقدارِ زکوۃ:

سوال: زکوۃ کی مقدار کتنی ہے؟

جواب: قابل زکوۃ مال کا چالیسواں حصہ [یعنی ڈھائی فیصد: 2.50%] زکوۃ میں دینا واجب ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی میں تاخیر:

سوال: جب سال گزر جائے تو زکوۃ کب تک ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: جب زکوۃ کا سال پورا ہو جائے تو فوراً زکوۃ ادا کردے، نیک کام میں دیر کرنا اچھا نہیں۔ ممکن ہے کہ اچانک موت آجائے اور یہ فرض گردن پر رہ جائے۔ اگر سال گزرنے پر زکوۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ دوسرا سال بھی گزر گیا تو گناہ گار ہوا، اب بھی توبہ کرکے دونوں سالوں کی زکوۃ دے دے، غرض عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ضرور دے دے، ذمے میں باقی نہ رکھے۔

زکوۃ کی نیت:

سوال: کیا زکوۃ کی رقم مستحق کو دیتے وقت نیت کرنا ضروری ہے؟

جواب: جس وقت زکوۃ کا روپیہ کسی غریب کو دے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کرلے کہ میں زکوۃ میں دیتا ہوں۔ اگر یہ نیت نہیں کی، یوں ہی دے دیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ دینا چاہیے اور جتنا دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ: اگر فقیر کو دیتے وقت یہ نیت نہیں کی تو جب تک وہ رقم فقیر کے پاس ہے اس وقت تک یہ نیت کرلینا درست ہے، البتہ جب فقیر نے خرچ کر ڈالا تو اس کے بعد نیت

کرنے کا اعتبار نہیں، دوبارہ زکوٰۃ دے۔

مسئلہ: کسی نے زکوٰۃ کی نیت سے کچھ رقم نکال کر الگ رکھ لی کہ جب کوئی مستحق ملے گا اسے دے دوں گا، پھر جب فقیر کو دیا اس وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا بھول گیا تو بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، البتہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے نکال کر الگ نہ رکھا تو ادا نہ ہوئی۔

قرض یا انعام کے نام سے زکوٰۃ:

سوال: کیا کسی مستحق کو زکوٰۃ دیتے وقت کہنا ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے؟

جواب: نہیں! ضروری نہیں، بلکہ نہ مناسب ہے تاکہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور بے اکرامی نہ ہو۔ کوئی ''قرض'' مانگنے آیا اور یہ معلوم ہے کہ وہ اتنا تنگ دست اور مفلس ہے کہ کبھی ادا نہ کر سکے گا یا ایسا نادہندہ ہے کہ قرض لے کر کبھی ادا نہیں کرتا، اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اگرچہ لینے والا اپنے دل میں یہی سمجھے کہ مجھے قرض دیا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو ''انعام'' [یا تحفہ، ہدیہ] کے نام سے کچھ دیا، مگر دل میں یہی نیت ہے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی:

سوال: اگر مقروض شخص قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو قرض میں زکوٰۃ کی نیت کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: قرض زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، البتہ اس کو روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دیے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب یہی روپے اپنے قرض میں اس سے لینا درست ہے۔

ایک یا زیادہ:

سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم ایک ہی شخص کو دینا ضروری ہے یا ایک سے زیادہ افراد کو بھی دے سکتے ہیں؟

جواب: کسی نے زکوٰۃ کی رقم نکالی تو اسے اختیار ہے، چاہے ایک ہی مستحق کو سب دیدے یا تھوڑی تھوڑی کر کے کئی غریبوں کو دے دے، اور چاہے اسی دن سب دے دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مہینے میں دے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ ایک غریب کو کم سے کم اتنا دیدے کہ اس دن یا اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو جائے، کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔

زمینی پیداوار کی زکوٰۃ

سوال: زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا طریقہ کیا ہے اور کن کن فصلوں پر زکوٰۃ فرض ہے؟

جواب: زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ: اگر کھیت کو پانی نہ دینا پڑے، بارش کے پانی سے پیداوار ہو، یا ندی اور دریا کے کنارے پر ترائی میں کوئی چیز بوئی اور پانی دیے بغیر پیدا ہوگئی، تو ایسی پیداوار کا دسواں حصہ (دس فیصد) خیرات کرنا واجب ہے، یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر اور اگر کھیت کو ٹیوب ویل کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے پانی دیا ہے تو پیداوار کا بیسواں حصہ (پانچ فیصد) خیرات کرے یعنی بیس من میں ایک من اور بیس سیر میں ایک سیر۔

اور یہی حکم باغ کا ہے۔ ایسی زمین میں کتنی ہی کم پیداوار ہوئی ہو، بہر حال اس کا عشر دینا واجب ہے، کم اور زیادہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال: کس پیداوار پر زکوۃ فرض ہے؟

جواب: اناج، ساگ، ترکاری، میوہ، پھل، پھول وغیرہ جو کچھ پیدا ہو، اور جتنا پیدا ہو، سب پر اسی تناسب سے زکوۃ فرض ہے جو اوپر ذکر ہوا۔

مستحقینِ زکوٰۃ

مالدار اور غریب:

سوال: مستحقِ زکوٰۃ کون ہے؟ کیا ہر وہ شخص جس پر زکوٰۃ واجب نہیں، وہ بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے؟

جواب: جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا (۶۱۲ گرام چاندی یا ۸۷ گرام سونا) یا اتنی ہی قیمت کا سامان تجارت ہو، اس کو شریعت میں "مالدار" کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں۔ اسی طرح جس کے پاس اتنی ہی قیمت کا کوئی مال ہو جو سامان تجارت تو نہیں، لیکن ضرورت سے زائد ہے وہ بھی مالدار ہے، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں، اگرچہ خود اس قسم کے مالدار پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

[کسی کے پاس مذکورہ بالا چیزوں میں سے ہر چیز کا الگ الگ نصاب تو نہیں یعنی ہر چیز ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو تو نہیں پہنچتی لیکن ان چیزوں (سونا، چاندی، نقد رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ نصاب کو پہنچتا ہے، تو ایسا شخص بھی شریعت کی رُو سے مالدار ہے، جسے زکوٰۃ، صدقہ فطر اور عشر وغیرہ دینا جائز نہیں]

مسئلہ: جس کے پاس نصاب کے بقدر مال نہیں، نصاب سے کم ہے یا کچھ بھی نہیں، یعنی ایک دن کے گزارہ کے لیے بھی نہیں، اس کو "غریب" کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور ان لوگوں کا لینا بھی درست ہے۔

مقروض کو زکوۃ دینا:

سوال: کسی کے پاس کچھ نہ کچھ رقم ہو لیکن وہ اس سے زیادہ کا مقروض ہو تو اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

جواب: کسی کے پاس کئی ہزار روپے نقد موجود ہیں، لیکن وہ ان کے بقدر یا ان سے بھی زائد کا قرض دار ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر قرضہ اس کے پاس موجود روپے سے کم ہو تو دیکھو قرضہ دے کر کتنے روپے بچتے ہیں؟ اگر اتنے بچیں جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اور اگر اس سے کم بچیں تو دینا درست ہے۔

مسافر کو زکوٰۃ دینا:

سوال: کوئی شخص صاحب حیثیت ہو لیکن سفر کے دوران رقم چھن جائے یا گم ہو جائے، اس کو زکوۃ کی رقم سے خرچہ دے سکتے ہیں؟

جواب: کوئی شخص اپنے گھر میں بڑا مالدار ہے، لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا، سارا مال چوری ہو گیا یا کسی وجہ سے گھر تک پہنچنے کا بھی خرچہ نہیں رہا، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ ایسے ہی اگر حاجی کے پاس راستے میں خرچہ ختم ہو گیا اور اس کے گھر میں مال موجود ہے، اس کو بھی زکوۃ دینا درست ہے۔

ضرورت کا سامان:

سوال: اگر کسی کے پاس قیمتی ضروری سامان ہو تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ دینا ضروری ہے؟

جواب: رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے اور گھریلو ضرورت کا سامان جو اکثر استعمال میں رہتا ہے، یہ سب ضروری سامان میں داخل ہیں۔ ایسے سامان سے کوئی مالدار نہیں ہوگا، چاہے جتنی قیمت کا ہو، اس لیے اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اسی طرح اہلِ علم کے پاس ان کی سمجھ اور ضرورت کی کتابیں بھی ضروری سامان میں داخل ہیں۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست نہیں، مسلمان ہی کو دے۔ افضل تو یہی ہے کہ یہ چیزیں مسلمان کو دے، البتہ صدقہ فطر، نذر اور کفارہ کافر کو بھی دے سکتے ہیں۔

سوال: کس مصرف پر زکوٰۃ نہیں لگ سکتی؟

جواب: زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد بنانا یا کسی مردے کے کفن دفن کا انتظام کرنا یا مردے کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرنا یا کسی اور نیک کام میں لگانا درست نہیں۔ جب تک کسی مستحق کو نہ دیا جائے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

مسئلہ: سیّدوں، علویوں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اسی طرح جو صدقہ واجب ہو وہ بھی انہیں دینا درست نہیں، جیسے: نذر، کفارہ، عشر، صدقۂ فطر وغیرہ۔ ان کے علاوہ دیگر نفلی صدقات دینا درست ہے۔

مسئلہ: ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اسی طرح اپنی اولاد اور پوتے، پڑپوتے، نواسے وغیرہ جو لوگ اس کی اولاد میں داخل ہیں، ان کو بھی دینا درست نہیں۔ ایسے ہی بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے:

سوال: کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

جواب: اوپر بتائے گئے رشتہ داروں کے سوا سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے، جیسے: بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، [illegible] ماموں، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، سوتیلا دادا، ساس، سسر وغیرہ سب کو دینا درست ہے۔

مسئلہ: گھر کے نوکر چاکر، خدمت گار، ماما، دائی وغیرہ کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، لیکن یہ ان کی تنخواہ میں شمار نہ کرے، بلکہ تنخواہ سے زائد بطورِ انعام واکرام کے دے دے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت رکھے، تب درست ہے۔

کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہیں:

سوال: اگر کسی کو زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اسے تو زکوٰۃ دینا درست نہیں تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

جواب: کسی شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دے دیا، پھر معلوم ہوا کہ وہ تو اس کا باپ تھا یا اس کا لڑکا تھا یا کوئی اور رشتہ دار تھا جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو گئی، دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں، لیکن لینے والے کو اگر معلوم ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوں تو واپس کر دے۔ اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ جس کو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ ادا کرے۔

مسئلہ: اگر کسی پر شبہ ہو کہ معلوم نہیں مالدار ہے یا محتاج؟ تو جب تک یہ تحقیق نہ ہو جائے اس کو زکوٰۃ نہ دے۔ اگر بغیر تحقیق کیے دے دی تو دل میں سوچے، اگر دل یہ گواہی دے کہ وہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اگر دل یہ کہے کہ وہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ دے، لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ غریب ہی ہے تو دوبارہ نہ دے، زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دگنا اجر ہے:

سوال: زکوٰۃ کی رقم مستحق رشتہ داروں کو دینا کیسا ہے؟

جواب: زکوٰۃ دینے میں اور زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقہ خیرات میں سب سے

زیادہ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہیے اور پہلے ان ہی لوگوں کو دینا، لیکن ان کو یہ نہ کہا جائے کہ یہ زکوٰۃ یا صدقہ اور خیرات کی چیز ہے تاکہ وہ برا نہ مانیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''قرابت والوں کو خیرات دینے سے دُہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک تو خیرات کا، دوسرا اپنے عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک واحسان کرنے کا، پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اور لوگوں کو دو۔''

دو اہم مسئلے

مدِ زکوٰۃ سے کلینک چلانا:

سوال: کیا زکوۃ کی رقم کلینک یا ہسپتال میں لگ سکتی ہے؟

جواب: دواخانہ میں مدِ زکوٰۃ اور قربانی کی کھالوں کا مصرف صرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دی جائیں۔ اس مد سے ڈاکٹروں اور کارکنوں کی تنخواہیں، مکان کا کرایہ، تعمیرات اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (أحسن الفتاوی: ٤/٢٩١)

سیلاب زدگان کو زکوٰۃ دینا:

سوال: سیلاب زلزلہ وغیرہ آجائے تو متاثرین کی مدد زکوۃ کی رقم سے کی جاسکتی ہے؟

جواب: قدرتی آفات، سیلاب وغیرہ میں آفت زدہ لوگوں کی امداد مدِ زکوٰۃ سے کرنا صحیح ہے، بشرطیکہ یہ ظن غالب ہو کہ وہ لوگ مستحق زکوۃ ہیں یعنی ان کے پاس نصابِ زکوٰۃ کے برابر کوئی چیز نہیں، نیز ان کو زکوٰۃ کی رقوم یا اشیاء کا مالک بنا دیا جائے، اگر ان کی ملکیت میں نہیں دیا، بلکہ ویسے ہی ان پر خرچ کیا گیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کھانا بٹھا کر کھلایا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی، کھانے کو ان کی ملکیت میں دینا ضروری ہے، پھر اگر وہ چاہیں تو اکٹھا بیٹھ کر کھائیں، چاہیں تو ساتھ لے جائیں۔ (أحسن الفتاوی: ٤/٣٠٤)

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر کا نصاب:

سوال: صدقۂ فطر کس پر واجب ہوتا ہے اور اس کا نصاب کیا ہے؟

جواب: جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو، یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اس کے پاس نصاب کے بقدر ضرورت سے زائد سامان ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے، چاہے وہ تجارت کا مال ہو یا تجارت کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔

مسئلہ: کسی کے پاس ضرورت سے زائد سامان ہے، لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ نفی کر کے دیکھا جائے، اگر اتنی قیمت کا سامان باقی رہے جتنے میں زکوٰۃ یا صدقہ واجب ہو جاتا ہے تو صدقۂ فطر واجب ہے، اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کے وجوب کا وقت:

سوال: صدقۂ فطر کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: عید کے دن طلوعِ فجر کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ جس وقت لوگ نماز کے لیے عیدگاہ جاتے ہیں، اس سے پہلے ہی صدقہ دے دے۔

[**سوال:** صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟]

جواب: مرد پر اپنی اور نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر کی ادائیگی ضروری ہے، بشرطیکہ نابالغ اولاد کے پاس اپنا مال نہ ہو، جبکہ عورت پر صدقۂ فطر صرف اپنی طرف سے

واجب ہے، کسی اور کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں، نہ اولاد کی طرف سے، نہ ماں باپ کی طرف سے، نہ شوہر کی طرف سے، نہ کسی اور کی طرف سے۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

سوال: صدقۂ فطر کی مقدار کیا ہے؟

جواب: صدقۂ فطر میں اگر گندم دے تو پونے دو سیر سے آدھی چھٹانک زیادہ، بلکہ احتیاطاً پورے دو سیر یا اس سے بھی کچھ زیادہ دے دینا چاہیے، کیونکہ زیادہ ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر جو، کھجور یا کشمش دے تو اس کا دگنا دینا چاہیے۔

صدقۂ فطر میں قیمت دینا:

سوال: صدقۂ فطر میں قیمت دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر گیہوں اور جو وغیرہ نہیں دیے، بلکہ ان میں سے کسی کی قیمت دے دی تو یہ سب سے بہتر ہے۔

صدقۂ فطر کے مستحقین:

سوال: صدقۂ فطر کا مستحق کون ہے؟

جواب: صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں، مگر صدقۂ فطر کافر فقیر کو بھی دینا جائز ہے، لیکن اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

عملی مشق

☆... مختصر جواب دیں:

(۱) زکوۃ کس پر فرض ہے اور صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

(۲) اگر سال پورا ہونے سے پہلے زکوۃ ادا کی جائے تو ادا ہو جائے گی؟

(۳) دوران سال مال میں جو اضافہ ہو، اس کی زکوۃ کا کیا حکم ہے؟
(٤) زکوۃ کی رقم سے کلینک چلانا کیسا ہے؟
(۵) زرعی پیداوار کی زکوۃ کا کیا طریقہ ہے اور یہ کن چیزوں پر لازم ہوتی ہے؟
(٦) صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟

☆... خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) جس شخص کے پاس...............سونا یا...............چاندی ہو، اس پر زکوۃ فرض ہے۔
(۲) زکوۃ کے لیے سامان تجارت کا حساب لگاتے ہوئے...................قیمت کا اعتبار ہوگا۔
(۳) مال کا...............حصہ زکوۃ میں دینا فرض ہے۔
(٤) زکوۃ کی نیت سے کسی کو انعام دیا تو............ادا ہوگئی۔
(۵) زکوۃ کی نیت سے کسی کا قرض............کر دیا تو زکوۃ ادا ہوگئی۔
(٦) اگر کھیت کو ٹیوب ویل کے ذریعے سیراب کیا تو پیداوار کا...............حصہ واجب ہوگا۔
(۷) قدرتی آفات میں آفت زدہ لوگوں کی.......زکوۃ کی رقم سے کی جاسکتی ہے۔
(۸) ....کے وقت صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔
(۹) صدقہ فطر میں قیمت دینا............ہے۔
(۱۰) صدقہ فطر کے مستحق..............لوگ ہیں۔

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) اگر سال کے درمیان میں مال نصاب سے کم ہو گیا اور آخر میں پھر پورا ہو گیا تو زکوۃ واجب ہوگی۔ ☐

(۲) اگر کسی کے ذمے اتنا قرض ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد نصاب کے بقدر مال نہیں رہتا تو اس پر زکوۃ فرض نہیں۔ ☐

(۳) کرائے پر دیے ہوئے مکان یا دیگر اشیاء پر زکوۃ فرض ہے۔ ☐

(٤) رہائش کے مکان اور گھریلو سامان پر زکوۃ فرض نہیں۔ ☐

(۵) اگر سال گزرنے کے بعد زکوۃ ادا نہیں کی تھی کہ سارا مال ضائع ہو گیا تو زکوۃ فرض ہوگی۔ ☐

(٦) زکوۃ کی رقم ایک ہی مستحق کو دینا ضروری ہے۔ ☐

(۷) اناج، پھل، سبزی چاہے کم ہو یا زیادہ، ان پر زکوۃ لازم ہے۔ ☐

(۸) زکوۃ کی رقم سے مسجد بنانا، کسی کا قرض ادا کرنا یا کسی نیک کام میں لگانا درست ہے۔ ☐

(۹) ماں، باپ، اولاد، شوہر یا بیوی کو زکوۃ دینا درست ہے۔ ☐

(۱۰) کسی کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہیں تو زکوۃ ادا ہو گئی۔ ☐

کتاب الصوم

روزے کا بیان

روزہ اسلام کا بہت اہم رکن ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں روزے کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے۔ جو کوئی رمضان کے روزے نہیں رکھے گا وہ سخت گناہ گار ہوگا اور اس کے دین کو بہت نقصان پہنچے گا۔

روزے کے فضائل:

سوال: روزے کی فضیلت بیان کیجیے؟

جواب:

۱- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے لیے ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

۲- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔''

روزے کی تعریف:

سوال: روزے کی تعریف کیا ہے؟

صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے، پینے اور ہمبستری سے اجتناب کرنے کو ''روزہ'' کہتے ہیں۔

روزہ کس پر فرض ہے؟

سوال: مسلمانوں پر فرض روزے کون سے ہیں؟

جواب: رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو، فرض ہیں، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی روزے کی نذر کرلے تو نذر کرلینے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور ان کے علاوہ تمام روزے نفل ہیں، رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں، البتہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن تک روزہ رکھنا حرام ہے۔

سوال: بچوں کو روزے کتنی عمر میں رکھوائیں؟

جواب: جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے قابل ہو جائیں تو ان کو روزہ کی ترغیب دیں۔ اور جب دس برس کی عمر ہو جائے تو باقاعدگی سے روزہ رکھوائیں۔ اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھوائیں۔

روزے کا وقت:

سوال: سحری کا آخری وقت کون سا ہے؟

جواب: روزہ کا وقت صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اس لیے جب تک صبح نہ ہو، کھانا پینا وغیرہ سب جائز ہے۔

بعض لوگ جلدی سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب نیت کرلینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے، یہ خیال غلط ہے، جب تک صبح صادق نہ ہو کھاپی سکتے ہیں، چاہے نیت کر چکے ہوں یا نہ کی ہو۔

[اور بعض لوگ سحری کا احتیاطی وقت ختم ہو جانے کے بعد بھی کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ سحری کا وقت ختم ہوتے ہی (اذان ہو جانا وقت ختم ہونے کی علامت ہے) کھانا پینا بند کر دینا چاہیے۔]

رمضان المبارک کے روزے کا بیان

روزے کی نیت کے مسائل:

سوال: روزے کی نیت کب تک کر لینے سے فرض ادا ہو جاتا ہے؟

جواب: رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اور اگر [خدانخواستہ] رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا بلکہ صبح ہوگئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہیں رکھوں گا، پھر دن چڑھے خیال آگیا کہ فرض چھوڑ دینا نہایت بری بات ہے، اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا، لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت کرنے سے روزہ نہ ہوگا۔

سوال: کیا نیت کرنے کے لیے زبان سے مخصوص الفاظ کا ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں، بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر نہ کچھ کھایا، نہ پیا، نہ ہم بستر ہوا تو اس کا روزہ ہو گیا اور اگر کوئی زبان سے کہہ دے کہ یا اللہ! میں کل آپ کے لیے روزہ رکھوں گا، یا عربی میں یہ کہہ دے: ‹‹ بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ ›› تو بھی حرج نہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص صبح سے شام تک بھوکا رہا یا بھوک نہیں لگی تو کیا وہ روزہ دار کہلائے گا؟

جواب: اگر کسی نے دن بھر نہ کھایا نہ پیا، صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہا، لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔

سوال: رمضان کے روزے کی نیت کیسے کرنی چاہیے؟

جواب: رمضان المبارک کے روزے میں بس اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یارات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے، بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے، تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

سوال: اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو کب تک نیت کر لینے سے روزہ درست ہوسکتا ہے؟

جواب: اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔ [قاعدہ اس کا یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے؟ ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے اس کا آدھا وقت لے لیا جائے، اس کے اندر اندر اگر نیت کر لی گئی تو روزہ ہو جائے گا اور اگر نصف وقت یا اس سے زیادہ گزر جائے تو روزہ نہیں ہوگا۔ اوپر دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے کی مقدار احتیاطاً لی گئی ہے۔]

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان

سحری کھانا سنت ہے:

سوال: بھوک نہ ہونے کی وجہ سے سحری نہ کھانا کیسا ہے؟

جواب: سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہیں لگی ہو تو کم سے کم دو تین کھجوریں ہی کھالے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالے یا تھوڑا سا پانی پی لے۔

سحری میں تاخیر:

سوال: سحری پہلے وقت میں کھانا بہتر ہے یا آخری وقت میں؟

جواب: سحری میں جہاں تک ہوسکے دیر سے کھانا بہتر ہے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہہ پڑ جائے۔

سوال: اگر سحری میں آنکھ نہ کھلے تو بغیر سحری کے روزہ رکھنا درست ہے؟

جواب: اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی، تو بغیر سحری کھائے صبح کا روزہ رکھا جائے، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی اور بڑا گناہ ہے۔

غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا:

سوال: روزہ کب افطار کرنا چاہیے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو فوراً روزہ افطار کرے، دیر کرنے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے۔

[نقشوں میں دیے گئے سحر وافطار کے اوقات میں تین منٹ کی احتیاط ضروری ہے یعنی سحری نقشے میں دیے گئے وقت سے تین منٹ پہلے بند کریں اور افطار تین منٹ تاخیر سے کریں۔]

میٹھی چیز سے افطار کرنا:

سوال: کس چیز سے روزہ افطار کرنا چاہیے؟

جواب: کھجور سے روزہ کھولنا بہتر ہے، وہ نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔

قضا روزے کا بیان

سوال: اگر کسی نے بلاوجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلاوجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دینا بڑا گناہ ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضا رکھ لوں گا، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے

بدلے میں اگر سال بھر روزے رکھتا رہے تب بھی اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا رمضان المبارک میں ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔

سوال: جس شخص نے روزہ نہ رکھا تو اس کا لوگوں کے سامنے کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو لوگوں کے سامنے کچھ نہ کھائے پیے اور نہ یہ ظاہر کرے کہ آج میرا روزہ نہیں، اس لیے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ اگر کسی سے کہہ دے گا تو دہرا گناہ ہوگا۔ ایک تو روزہ نہ رکھنے کا، دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔ جو شخص کسی عذر سے روزہ نہ رکھے اس کو بھی چاہیے کہ کسی کے سامنے نہ کھائے۔

قضا میں تاخیر:

سوال: اگر کسی عذر کی بنا پر روزے چھوٹ گئے ہوں تو ان کی قضا کب کرے؟

جواب: جو روزے کسی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں، رمضان کے بعد جہاں تک ہو سکے جلدی ان کی قضا رکھ لے۔ دیر نہ کرے۔ بلا وجہ قضا میں دیر کرنا گناہ ہے۔

سال میں پانچ دن روزہ رکھنا جائز نہیں:

سوال: کن کن دنوں میں نفلی روزے نہیں رکھنے چاہییں؟

جواب: رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفلی روزہ رکھے، جتنے زیادہ رکھے گا اتنا زیادہ ثواب پائے گا، سوائے عید الفطر کے دن اور عید الاضحیٰ یعنی ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ کے۔ سال بھر میں صرف ان پانچ دنوں میں روزے رکھنا حرام ہے۔ اس کے علاوہ سب روزے درست ہیں۔

نفل روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے:

سوال: اگر کسی نے نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: نفلی روزہ نیت کر کے شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے رات کو نفلی روزے کی نیت کی اور پھر اس کو طلوع فجر کے بعد توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔

سوال: اگر کسی نے رات روزہ رکھنے کا ارادہ کیا اور صبح ارادہ بدل گیا تو کیا اس کی قضا واجب ہوگی؟

جواب: کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گا، لیکن پھر صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔

دس محرم اور نو ذوالحجہ کا روزہ:

سوال: شریعت محمدیہ میں دس محرم کے روزے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص یہ روزہ رکھے اس کے گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ [یعنی صغیرہ گناہ] معاف ہو جاتے ہیں، اس دن کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔

سوال: اور ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اسی طرح ذوالحجہ کی نویں تاریخ کے روزے کا بھی بڑا ثواب ہے۔ اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر یکم ذوالحجہ سے نویں تک مسلسل روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

بعض دیگر ایام کے روزے:

سوال: اسلامی مہینے کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں کو تین دن روزہ رکھنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: اگر ہر مہینے کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو

گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے۔حضور ﷺ یہ تین روزے رکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی ہر پیر اور جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔اگر کوئی ہمت کر کے رکھ لے تو ان کا بھی بہت ثواب ہے۔

سوال: عیدالفطر کے بعد شوال کے چھ دن نفلی روزوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: عیدالفطر کے بعد شوال کے چھ نفل روزے رکھنے کا بھی دوسرے نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔ یہ روزے عید کے دوسرے دن سے شروع کیے جاسکتے ہیں۔اور مسلسل رکھیں یا وقفے وقفے سے، ہر طرح اجازت ہے۔

مکروہات و مفسدات کا بیان

(روزہ کو مکروہ یا فاسد کرنے والی چیزیں)

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

سوال: کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: روزہ کی حالت میں کھانے، پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

سوال: کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا، تفصیل سے بیان کیجیے؟

جواب: ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

☆... اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھالے یا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆... عطر، گلاب، پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو، درست ہے۔

☆... تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆... اگر پان کھا کر خوب کلی، غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا، لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو کوئی حرج نہیں، روزہ ہو جائے گا۔

☆... خود بخود قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے تھوڑی سی قے ہو یا زیادہ، البتہ اگر اپنے اختیار سے منہ بھر کے قے کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اس سے کم ہو تو خود کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆... تھوڑی سی قے آئی پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر قصداً لوٹائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

☆...دن کو سو گیا اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

☆...رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا، دن کو نہایا تب بھی روزہ ہوگیا، بلکہ اگر دن بھر نہ نہائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اس کا گناہ ہوگا۔

☆...دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا چھالیہ کا ٹکڑا یا کوئی اور چیز تھی، اس کو زبان سے یا خلال سے نکال لیا لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا، وہ خود بخود حلق میں چلا گیا: تو وہ چیز اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں ٹوٹا اور چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا، پھر اس کے بعد نگل گیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا، چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے:

سوال: وہ کون سی چیزیں ہیں جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے؟

جواب: اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

سوال: روزہ کے توڑنے سے کفارہ کب لازم آتا ہے؟

جواب: روزے کے توڑنے سے کفارہ اس وقت لازم آتا ہے جبکہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے اور رمضان کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، چاہے جس طرح توڑے، اگرچہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو، البتہ اگر اس رمضان کے روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد کسی عورت کو اسی دن حیض آ گیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

سوال: کسی کو بھول کر کھاتے پیتے دیکھے تو کیا کرے؟

جواب: کسی شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا: تو اگر وہ اتنا صحت مند ہے کہ روزہ

رکھنے سے اسے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے۔ اور اگر کوئی اتنا کمزور ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلائے، کھانے دے۔

جن وجوہات کی بنا پر روزہ توڑنا جائز ہے:

سوال: کس عذر کی بنا پر روزہ توڑنا جائز ہے؟

جواب: اچانک ایسا بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہیں توڑے گا تو مر جائے گا یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے، جیسے: اچانک پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بے تاب ہو گیا تو اس حالت میں دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے۔ ایسے ہی اگر ایسی پیاس یا بھوک لگی کہ مر جانے کا ڈر ہے تو بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔

جن وجوہات کی بنا پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے:

سوال: وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں؟

جواب: ان صورتوں میں روزہ چھوڑ سکتا ہے:

۱- بیماری: اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان دیتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر سے صحیح ہو گا یا جان نکل جائے گی تو روزہ نہ رکھے، جب ٹھیک ہو جائے تو اس کی قضا رکھ لے، لیکن صرف اپنے دل سے ایسا گمان کر کے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں بلکہ جب کوئی مسلمان دین دار طبیب کہہ دے کہ روزہ سے نقصان ہو گا تب چھوڑ دینا چاہیے۔

مسئلہ: اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شریعت کا پابند نہیں تو اس کی بات کا اعتبار نہیں، صرف اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

۲- سفر: اگر کوئی سفر میں ہو تو اس کے لیے بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، پھر بھی اس کی قضا رکھ لے۔

شبِ قدر کی فضیلت

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں شبِ قدر کی فضیلت بیان کیجیے؟

جواب: حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس رات میں عبادت کرنے کا اتنا زیادہ ثواب ہے کہ دوسرے دنوں میں ہزار مہینے تک عبادت کرنے سے بھی اتنا ثواب نہیں ملتا جتنا ثواب اس ایک رات میں عبادت کرنے سے مل جاتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول امامِ سیوطی رحمہ اللہ نے «لباب النقول» میں یہ نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہزار مہینے جہاد کیا تھا۔ اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب فرمایا اور انہیں اس بات پر افسوس ہوا کہ ہمیں یہ نعمت کیونکر میسر آسکتی ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ ﴾

یعنی شبِ قدر میں جہاد کرنا ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا تھا۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا آدمی تھا جس نے ایک ہزار مہینہ تک دن میں دشمنانِ دین سے جہاد کیا اور رات بھر عبادت میں بسر کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ ﴾

یعنی ''شب قدر'' میں عبادت و جہاد ان ہزار مہینوں سے جن میں اس شخص نے عبادت و جہاد کیا تھا، بہتر ہے۔

اس مبارک رات کی قدر کرنی چاہیے کہ تھوڑی سی محنت سے کتنا زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس رات میں خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر تمام رات عبادت میں نہ گزار سکیں تو جس قدر بھی ہو سکے عبادت کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ پست ہمتی سے بالکل ہی محروم رہ جائیں۔

اعتکاف کا بیان

سوال: اعتکاف کسے کہتے ہیں؟

جواب: رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کے غروب سے ذرا پہلے سے رمضان کی اُنتیس یا تیس تاریخ یعنی جس دن عید کا چاند نظر آجائے اس تاریخ کے غروب تک مرد کے لیے مسجد اور عورت کے لیے اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھنے کے لیے جگہ مقرر کر رکھی ہے، بیٹھنے کو''اعتکاف'' کہتے ہیں۔

اعتکاف کی فضیلت:

سوال: اعتکاف کی فضیلت بیان کیجیے؟

جواب: حدیث میں ہے:''جس نے دس دن (آخری عشرہ) رمضان میں اعتکاف کیا وہ (اعتکاف) دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔'' (یعنی اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا)۔

ایک اور حدیث میں ہے:''جس نے عبادت سمجھ کر اور ثواب حاصل کرنے کے لیے اعتکاف کیا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' (یعنی صغیرہ گناہ)

عملی مشق

☆... مختصر جواب دیں۔

(۱) شریعت میں روزے کی تعریف کیا ہے؟

(۲) مسلمانوں پر فرض روزے کون سے ہیں؟

(۳) روزے کی نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

(٤) اگر بلا وجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

(٥) وہ کون سی چیزیں ہیں جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے؟

(٦) کن وجوہات کی بناء پر روزہ توڑنا جائز ہے؟

(٧) شب قدر کی کیا فضیلت ہے؟

(٨) اعتکاف کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا فضیلت ہے؟

☆... خالی جگہ پُر کریں۔

(١) روزہ اسلام کا............ہے۔

(٢) روزے کی نیت............سے کرنا ضروری ہے۔

(٣) سحری کھانا..........ہے اور سحری..........وقت میں کھانا بہتر ہے۔

(٤) نقشوں میں سحر وافطار کے اوقات میں............کی احتیاط ضروری ہے۔

(٥) اگر کوئی شخص مسافر ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا............ہے۔

(٦) روزہ............سے افطار کرنا بہتر ہے۔

☆... صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(١) اگر کوئی شخص صبح سے شام تک بھوکا رہا لیکن روزے کا ارادہ نہیں تھا تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ ☐

(٢) سحری کے وقت آنکھ نہ کھلی تو بغیر سحری کے روزہ نہیں ہوا۔ ☐

(٣) جب سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرنے میں دیر کرے۔ ☐

(٤) اگر کسی وجہ سے روزہ نہ رکھا ہو تو سب کے سامنے نہ کھائے۔ ☐

(٥) عید الفطر کے دن اور ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں،

تیرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا حرام ہے۔ ☐

(٦) اگر نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دیا تو اس کی قضا واجب نہیں۔ ☐

(۷) محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ☐

(۸) خود بخود قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ☐

(۹) اگر کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ☐

(۱۰) اگر بھول کر کچھ کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ☐

کتاب الحج

حج کی فضیلت:

سوال: حج اور حاجی کے فضائل بیان کیجیے؟

جواب: حج کی فضیلت ان احادیث سے سمجھی جاسکتی ہے:

۱- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حج کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر مغفرت طلب کریں تو ان کو بخش دے۔'' (رواہ ابن ماجة)

۲- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حاجی قیامت کے روز اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے چار سو آدمیوں کے لیے سفارش کرے گا اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا۔'' (بشرطیکہ حج قبول ہوجائے)

اس حدیث میں گناہوں کی معافی کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض اس سے چھوٹ گئے اور ان کی قضا اس کے ذمہ باقی ہے یا اس کے ذمہ جو لوگوں سے قرض وغیرہ ہیں، وہ بھی معاف ہوگئے، کیونکہ ان فرائض کی قضا اور قرض کی ادائیگی بہر حال اس پر لازم ہے، بلکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اس کے علاوہ جو گناہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے۔

۳- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حج سے واپس آنے والے سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرکے مصافحہ کرو اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے ان سے دعا کی درخواست کرو تاکہ وہ مغفرت کی دعا کرے، کیونکہ ان کے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔'' (وہ اللہ تعالیٰ کے

دربار میں مقبول ہیں، اس لیے ان کی دعا قبول ہونے کی خاص امید ہے۔ مغفرت کے علاوہ بھی دین و دنیا کی جو چاہے دعا کروائے، مگر شرط یہ ہے کہ ان کے گھر پہنچنے سے پہلے ہو)

٤۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو، اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔''

عمرہ کی فضیلت:

اسی طرح عمرہ کرنے پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حج اور عمرہ دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔''

حج نہ کرنے پر وعیدیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کھانے، پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے، اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ پروا نہیں اور یہ بھی فرمایا: ''حج چھوڑنا اسلام کا طریقہ نہیں۔'' (الترمذی:۸۱۲)

مسائلِ حج

فرضیتِ حج:

سوال: حج کب فرض ہوتا ہے؟

جواب: جس شخص کے پاس مکہ مکرمہ تک آنے جانے کا متوسط خرچہ ضرورت سے زائد موجود ہو، اس کے ذمہ حج فرض ہے۔ [یعنی گھر کے جن افراد کا خرچہ اس کے ذمہ ہے اس کا بھی مناسب انتظام کرنا ضروری ہے۔]

مسئلہ: عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ اگر کئی حج کیے تو ایک فرض ہوا اور باقی سب نفل ہیں اور ان کا بھی بہت زیادہ ثواب ہے۔

مسئلہ: بالغ ہونے سے پہلے اگر کوئی حج کرتا ہے تو اس سے فرض ادا نہیں ہوگا، لیکن یہ مطلب نہیں کہ ثواب بھی نہیں ملے گا بلکہ نفل حج کا ثواب ملے گا۔ اگر مال دار ہے تو اس پر بالغ ہونے کے بعد پھر حج کرنا فرض ہے اور جو حج بچپن میں کیا ہے وہ نفل ہے۔

مسئلہ: نابینا پر حج فرض نہیں، چاہے جتنا مال دار ہو۔

حج میں بلا عذر تاخیر گناہ ہے:

سوال: حج فرض ہونے کے بعد کتنے عرصے تک ادا کرنا ضروری ہے؟

جواب: جب کسی پر حج فرض ہوگیا تو فوراً اسی سال حج کرنا واجب ہے، بلا عذر دیر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے پھر کسی سال حج کرلیں گے، درست نہیں۔ پھر دو چار برس کے بعد بھی اگر حج کرلیا تو ادا ہوگیا، لیکن گنہگار ہوا۔

عورت کے ساتھ محرم ضروری ہے:

سوال: کیا عورت حج کا سفر اکیلے کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کے لیے سفرِ حج میں اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ ہونا بھی ضروری ہے، بغیر اس کے حج کے لیے جانا درست نہیں، البتہ اگر مکہ سے اتنے فاصلے پر رہتی ہو کہ اس کے گھر سے مکہ تک مسافت سفر (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) نہ ہو تو شوہر اور محرم کے بغیر بھی جانا درست ہے۔

مسئلہ: جو محرم اس کو حج کرانے کے لیے ساتھ جائے اس کا سارا خرچ اسی عورت پر ہے۔ اگر محرم اپنا خرچ خود کرے تو اختیار ہے، زیادہ ثواب ملے گا۔ حج کے مسائل بہت زیادہ ہیں۔ مستند علمائے کرام کی لکھی ہوئی کتابوں سے استفادہ کیا جائے۔

خاتمہ بالخیر:

حج کے مسائل بہت سے ہیں۔ حج کا طریقہ اور مسائل سیکھنے کے لیے مستند علمائے کرام کی زیرِ نگرانی کروائے جانے والے "حج تربیت کورس" میں شرکت کریں۔ اور مستند علماء ومفتیان کرام سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں۔

عملی مشق

☆... مختصر جواب دیں۔

(۱) حج کب فرض ہوتا ہے؟

(۲) حج فرض ہونے کے بعد کتنے عرصے تک ادا کرنا ضروری ہے؟

(۳) کیا عورت حج کا سفر اکیلے کر سکتی ہے؟

(٤) حج کی فضیلت پر مشتمل تین احادیث بیان کریں۔

(۵) حج نہ کرنے پر کیا وعید بیان کی گئی ہے؟

☆... خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) جس کے پاس مکہ تک آنے جانے کا .... ہو، اس پر حج ....ہے۔

(۲) حج عمر بھر میں ....مرتبہ فرض ہے۔

(۳) بالغ ہونے سے پہلے اگر حج کیا تو اس کا فرض ادا.........گا۔

(٤) نابینا پر حج..............ہے۔

(۵) جو محرم عورت کو حج کرانے کے لیے ساتھ جائے، اس کا خرچ........ پر

مردوں کا دینی معلم

جلد ۲

تصنیف

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

ناشر

الحجاز

رابطہ: *0314-2139797*

مردوں کا دینی معلم

جلد ۲

مصنف.......................................مفتی ابولبابہ شاہ منصور

طبع اوّل.......................................ربیع الثانی 1439ھ - 2018ء

ناشر.......................................الحجاز

ملنے کے پتے

پاکستان کے تمام مشہور کتب خانوں سے دستیاب ہے

رابطہ: 0314-2139797

فہرست

کتاب النکاح (نکاح کے مسائل)

کتاب الرضاع

کتاب الطلاق

کتاب الایمان

کتاب الجہاد

کتاب اللقطہ

کتاب الشرکۃ

کتاب الوقف

کتاب البیوع

کتاب المضاربۃ

کتاب الاجارۃ (کرایہ کے احکام)

کتاب الذبائح (ذبح کے مسائل)

کتاب الاضحیۃ (قربانی کے احکام)

کتاب العقیقہ (عقیقہ کرنا)

کتاب الحجاب (پردے کے احکام)

کتاب الآداب (کھانے اور پینے کے آداب)

کتاب الحقوق (حقوق کا بیان)

کتاب الوصیۃ والمیراث (وصیت اور میراث کے احکام)

کتاب النکاح

(نکاح کے مسائل)

نکاح کی فضیلت:

سوال: نکاح کے فضائل اور حکمت بیان کیجیے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: ''دنیا ایک استعمال کی چیز ہے اور دنیا کی چیزوں میں سب سے اچھی چیز نیک عورت ہے۔''

یعنی دنیا میں اگر نیک عورت میسر آجائے تو بہت بڑی غنیمت اور حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت ہے کہ خاوند کی راحت اور اس کی دین و دنیا میں کامیابی کا سبب ہے، ایسی عورت سے دنیا میں بھی راحت میسر ہوتی ہے اور آخرت کے کاموں میں بھی مدد ملتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ''نکاح کرو، اس لیے کہ میں (قیامت کے دن) تمہاری وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔''

یعنی رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ آپ کی امت کثرت سے ہو اور دوسری امتوں سے زیادہ ہو، تاکہ ان کے اعمال زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کو بھی زیادہ سے زیادہ ثواب اور قربِ الٰہی نصیب ہو، اس لیے کہ آپ کی امت میں جو کوئی جو کچھ بھی عمل کرتا ہے وہ آپ ہی کی تعلیم کی بنا پر کرتا ہے، پس عمل کرنے والے جتنے زیادہ ہوں گے، آپ کو اتنا زیادہ ثواب ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: ''جس شخص کی استطاعت ہو (یعنی عورت کے حقوق ادا کر سکے) تو اسے چاہیے کہ نکاح کرے اور جس کے پاس اتنی استطاعت نہ ہو کہ عورت کے حقوق ادا کر سکے تو اس کو چاہیے کہ روزہ رکھے۔ بے شک روزہ اس کی شہوت کو توڑ دے گا۔''

نکاح کا حکم:

سوال: نکاح کب واجب ہو جاتا ہے اور اس کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: اگر مرد کو عورت کی خواہش بہت زیادہ نہ ہو بلکہ معتدل اور درمیانی درجہ کی ہو اور عورت کے ضروری اخراجات برداشت کر سکتا ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح ''سنتِ مؤکدہ'' ہے۔ اور جس کو بہت زیادہ خواہش ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح واجب اور ضروری ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں خطرہ ہے کہ زِنا میں مبتلا ہو جائے گا۔ اگر شہوت کے سخت تقاضے کے باوجود اتنی استطاعت نہیں کہ عورت کے ضروری حقوق ادا کر سکے تو یہ شخص کثرت سے روزے رکھے۔ پھر جب اتنی گنجائش ہو جائے کہ عورت کے حقوق ادا کر سکے تب نکاح کرے۔

حدیث شریف میں ہے: ''اس شخص کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے ذمہ یہ بات مقرر فرمائی ہے) جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنے کے لیے نکاح کرنا چاہے۔''

یعنی جو زِنا سے محفوظ رہنے کے لیے شادی کرے اور نیت اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کی ہو تو نکاح کے اخراجات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے۔

خاتون کا انتخاب:

سوال: کیسی عورت کا انتخاب کیا جائے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: ''عورت سے یا تو اس کے دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے یا اس کے مال کی وجہ سے اور یا اس کے حسن کی وجہ سے، لہٰذا تم دین والی کو حاصل کرو، تیرے ہاتھ خاک میں ملیں۔'' [یہ آخری جملہ ایک عربی محاورہ ہے، جو مختلف مواقع پر استعمال ہوتا ہے، یہاں پر اس سے دیندار عورت کے ساتھ نکاح کی ترغیب مراد ہے]

ایک اور حدیث میں ہے: ''اپنے نطفوں کے لیے عمدہ جگہ پسند کرو، اس لیے کہ عورتیں

اپنے بھائیوں اور بہنوں کی مانند بچے جنتی ہیں۔''

یعنی شریف خاندان کی عورت سے نکاح کرو، اس لیے کہ اولاد میں ننھیال کی مشابہت ہوتی ہے، اگر چہ باپ کا اثر بھی ہوتا ہے، مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اگر ماں ایسے لوگوں میں سے ہوگی جو بد اخلاق ہیں، دیندار اور شریف نہیں تو اولاد بھی ان ہی لوگوں کی طرح ہوگی۔ اور اگر عورت اچھے خاندان کی ہے تو اولاد اچھی اور دیندار ہوگی۔

بیوی کے حقوق:

سوال: بیوی کے حقوق بیان کیجیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾(النساء: ۱۹)

''عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔''

مرد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ ان کی غلطیوں، کوتاہیوں اور خلاف مزاج باتوں پر عفو و درگزر سے کام لے اور ان کی طرف سے ان کی کم عقلی و کم علمی کی وجہ سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے۔

● ... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ عَنْهَا آخَرَ." (مسلم: ۳۷۲۱)

یعنی کسی مومن مرد (شوہر) کو کسی مومن عورت (بیوی) سے کینہ، بغض اور ناپسندیدگی نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسری عادت اسے پسند ہو۔

● ... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''سب سے کامل ایمان والا شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے اچھے ہوں۔''

نکاح کے انعقاد کا طریقہ:

سوال: نکاح کیسے منعقد ہوتا ہے؟

جواب: ایجاب وقبول کے دولفظوں سے نکاح ہو جاتا ہے، جیسے: کسی نے گواہوں کے سامنے کہا: ''میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا۔'' اس نے کہا: ''میں نے قبول کیا۔'' بس نکاح ہو گیا، البتہ اگر اس کی کئی لڑکیاں ہوں تو صرف اتنا کہنے سے نکاح نہیں ہو گا، بلکہ نام لے۔ مثلاً: یوں کہے کہ میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا۔ وہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔

مسئلہ: کسی مرد نے کہا: ''اپنی فلاں لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔'' اس نے کہا: ''میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا'' تو نکاح ہو گیا۔ چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے، نکاح ہو گیا۔

مسئلہ: خود عورت وہاں موجود ہو اور اس کا ولی اس کی طرف اشارہ کر کے یوں کہہ دے میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا، مرد کہے: ''میں نے قبول کیا'' تب بھی نکاح ہو گیا، نام لینے کی ضرورت نہیں اور اگر لڑکی موجود نہ ہو تو اس کا بھی نام لے اور اس کے باپ کا نام بھی اتنی بلند آواز سے لے کہ گواہ سن لیں اور اگر باپ کو بھی لوگ نہ جانتے ہوں اور صرف باپ کے نام لینے سے معلوم نہ ہو کہ کس کا نکاح ہو رہا ہے تو دادا کا نام بھی لینا ضروری ہے۔ اتنا تعارف ہونا چاہیے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ فلاں کا نکاح ہو رہا ہے۔

چند اہم مسائل: منگنی کے وقت ایجاب وقبول:

سوال: کیا منگنی کے وقت اولیاء کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

جواب: منگنی کے وقت لڑکے اور لڑکی کے اولیاء کی بات چیت نکاح کا صرف وعدہ ہے، نکاح نہیں، البتہ اگر مجلس نکاح کے لیے منعقد کی گئی ہو اور گواہوں کے سامنے نکاح کی نیت سے ایجاب وقبول ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ [مثلاً ایک عورت نے کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کیا جس کی ایک لڑکی پہلے سے تھی، یہ مرد فوت ہو گیا۔ اب کوئی شخص اس بیوہ عورت اور اس کے پہلے شوہر کی لڑکی دونوں سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کوئی مرد اس بیوہ خاتون سے نکاح کرے اور اپنے لڑکے یا بھتیجے کا نکاح اس کی لڑکی سے کروادے۔]

منگنی کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے انکار کرنا:

سوال: منگنی کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے انکار کرنا کیسا ہے؟

جواب: منگنی کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے رشتہ سے انکار کرنا گناہ ہے، اس لیے کہ منگنی ایک وعدہ ہے اور بلا عذرِ شرعی وعدہ خلافی کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی شرعی عذر پیش آجائے، مثلاً: لڑکی انکار کردے یا لڑکے کی کوئی ایسی عادت معلوم ہو جائے جس کی وجہ سے عام طور پر لوگ نکاح کو پسند نہ کرتے ہوں تو ایسی صورت میں انکار کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

تین مرتبہ ایجاب وقبول ضروری نہیں:

سوال: کیا نکاح میں تین مرتبہ ایجاب وقبول ضروری ہے؟

جواب: ایک مرتبہ ایجاب وقبول کر لینا کافی ہے، دو یا تین مرتبہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

نکاح میں گواہوں کی شرط:

سوال: نکاح میں گواہ کی کیا حیثیت ہے؟ کیا نکاح کے گواہ ضروری ہیں؟

جواب: نکاح درست ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ کم سے کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو

عورتوں کے سامنے کیا جائے اور یہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح کے دونوں لفظ سنیں، تب نکاح ہو گا۔ اگر تنہائی میں ایک نے کہا: ''میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا'' دوسرے نے کہا: ''میں نے قبول کیا'' تو نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر صرف ایک آدمی کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔

مسئلہ: کوئی مرد نہیں تھا، صرف عورتیں تھیں، تب بھی نکاح درست نہیں، چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں۔ کم سے کم ایک مرد کا ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ کسی بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے، جیسے نمازِ جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا کسی اور مجمع میں تاکہ نکاح کی خوب تشہیر ہو جائے۔ چھپ چھپا کر نکاح نہ کریں، لیکن اگر کوئی ایسی صورت ہوگئی کہ زیادہ لوگ نہ جان سکے تو کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضرور موجود ہوں، جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

ہیں اور جس کا باپ بھی الگ ہو اور ماں بھی الگ ہو وہ بہن نہیں، اس سے نکاح درست ہے۔

۲- مصاہرت (سسرالی رشتہ داری):

ساس کے ساتھ بھی نکاح درست نہیں۔ چاہے لڑکی کی رخصتی ہو چکی ہو اور دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہ چکے ہوں یا ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو، بہر حال نکاح حرام ہے۔

مسئلہ: بیٹے یا پوتے وغیرہ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: کسی مرد نے کسی عورت سے [خدانخواستہ] زِنا کیا تو اب اس عورت کی ماں اور اس کی اولاد کا اس مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔

۳- رضاعت (دودھ پلانا):

جتنے رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرام ہیں، یعنی دودھ پینے والی بچی کا دودھ پلانے والی کے شوہر سے نکاح درست نہیں، کیونکہ وہ اس کا باپ ہوا۔ اسی طرح دودھ شریک بہن بھائی کا نکاح بھی آپس میں درست نہیں۔ جس بچے کو عورت نے دودھ پلایا ہے اس سے اور اس کی اولاد سے اس عورت کا نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کی اولاد ہوئی۔ رضاعی خالہ، بھانجی، پھوپھی، بھتیجی سب سے نکاح حرام ہے۔

٤- محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا:

جب تک ایک بہن نکاح میں رہے تب تک دوسری بہن سے نکاح درست نہیں، البتہ اگر ایک مرگئی یا اس کو چھوڑ دیا اور عدت پوری ہوگئی تو اب دوسری بہن سے نکاح درست ہے، لیکن عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح درست نہیں۔

اسی طرح کسی مرد کا نکاح ایک عورت سے ہوا تو اب جب تک وہ عورت اس کے نکاح میں رہے گی اس کی پھوپھی، خالہ، بھانجی اور بھتیجی کا نکاح اس مرد سے نہیں ہوسکتا۔

وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے

نکاح حرام ہونے کے اسباب:

سوال: کن وجوہ کی بناپر شرعاً نکاح درست نہیں؟

جواب: اگر درجِ ذیل آٹھ وجوہات میں سے کوئی وجہ پائی جائے تو شرعاً نکاح نہیں ہو سکتا ہے:

۱- قرابت (نسبی رشتہ داری)
۲- مصاہرت (سسرالی رشتہ داری)
۳- رضاعت (دودھ پلانا)
٤- آپس میں محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا
۵- عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا
٦- عورت کا عدت میں ہونا
۷- بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا
۸- کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا

ان آٹھ وجوہات کی تفصیل یہ ہے:

۱- قرابت (نسبی رشتہ داری):

اپنی اولاد یعنی بیٹی، پوتی، پڑپوتی اور نواسی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں اور ماں، دادی، پردادی، نانی، پرنانی وغیرہ کے ساتھ بھی درست نہیں۔

بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی، بھانجی کے ساتھ بھی نکاح درست نہیں۔ شریعت میں بہن وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہو یا دونوں کا باپ ایک ہو یا دونوں کی ماں ایک ہو۔ یہ سب بہنیں

۵- عورت کا کسی دوسرے کے نکاح میں ہونا:

جس عورت کا نکاح کسی سے ہو چکا ہو تو اس سے طلاق لیے بغیر اور عدت پوری کیے بغیر کسی دوسرے سے نکاح درست نہیں۔

٦- عورت کا عدت میں ہونا:

مسئلہ: کسی عورت کے شوہر نے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا تو جب تک طلاق یا وفات کی عدت پوری نہ ہو تب تک دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں۔

۷- بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا:

مسئلہ: جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں تو پانچویں عورت سے اس کا نکاح درست نہیں اور ان چار میں سے اگر اس نے ایک کو طلاق دے دی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو کسی اور عورت سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

۸- کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا:

مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب (یہودی وعیسائی) عورتوں سے جائز ہے، کسی اور غیر مسلم سے جائز نہیں۔

مسلمان عورت کا نکاح مسلمان کے سوا کسی اور مذہب والے مرد سے درست نہیں۔

منہ بولی رشتہ داری کا حکم:

منہ بولی بیٹی یا بہن بنالینے سے حقیقتاً وہ بیٹی یا بہن نہیں بنتی، اس لیے منہ بولی بیٹی یا بہن سے نکاح درست ہے۔

عملی مشق

☆... درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیجیے:

(۱) نکاح کی کوئی ایک فضیلت بیان کریں۔

(۲) نکاح کیسے منعقد ہوتا ہے؟

(۳) نکاح میں کتنے گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

(٤) تین وجوہ لکھیں جن کی بنا پر شرعاً نکاح درست نہیں ہوتا۔

(۵) منہ بولی بیٹی یا منہ بولی بہن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

☆... خالی جگہیں پر کریں۔

(۱) جس شخص کو بہت زیادہ جنسی خواہش ہو اور زنا کا خطرہ ہو، ایسے شخص کے لیے نکاح................ہے۔

(۲) تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی................کے لیے اچھے ہوں۔

(۳) منگنی کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے رشتہ سے انکار کرنا..............ہے۔

(٤) جتنے رشتے............کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، وہ رشتے دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرام ہیں۔

(۵) مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب (یہودی و عیسائی) عورتوں سے .... ہے۔

☆... درج ذیل مسائل میں صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں:

(۱) نکاح کے لیے تین مرتبہ ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے۔

(۲) صرف عورتوں کی موجودگی میں نکاح درست نہیں ہوتا، خواہ وہ کتنی ہی زیادہ

ہوں۔ ☐

(۳) ساس کے ساتھ نکاح درست نہیں۔ ☐

(٤) کسی عورت کو طلاق ہوگئی یا شوہر فوت ہوگیا تو عدت کے دوران اس سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔ ☐

(۵) جب تک ایک بہن نکاح میں رہے، دوسری سے نکاح درست نہیں۔ ☐

ولی کا بیان

تعارف اور حکم:

سوال: ولی کسے کہتے ہیں؟ کیا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: جس کو نابالغ لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرانے کا شرعی اختیار ہوتا ہے اس کو ''ولی'' کہتے ہیں۔ لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو سگا بھائی اس کا ولی ہے۔

سوال: کیا نکاح کے لیے ولی کا ہونا شرط ہے؟

جواب: بالغ عورت خود مختار ہے، چاہے نکاح کرے چاہے نہ کرے اور جس کے ساتھ چاہے کرے، کوئی شخص اس پر زبردستی نہیں کرسکتا۔ اگر وہ خود اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کر لے تو جو اس کے جوڑ کا ہے (اگرچہ یہ حیا اور مروّت کے خلاف ہے اور مسلمان عورت کو ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن) نکاح ہو جائے گا، چاہے ولی کو علم ہو یا نہ ہو، اور چاہے ولی راضی ہو یا نہ ہو، البتہ اگر لڑکی نے اپنے جوڑ سے نکاح نہیں کیا، اپنے سے کم ذات والے سے نکاح کرلیا اور ولی راضی نہیں ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح درست نہیں ہوگا۔

سوال: کیا ولی کے زبردستی نکاح کروانے سے نکاح ہو جاتا ہے؟

جواب: کسی ولی نے بالغ لڑکی کا نکاح اس سے پوچھے اور اجازت لیے بغیر کردیا تو وہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر اجازت دے تو نکاح ہو جائے گا اور اگر وہ راضی نہ ہو اور اجازت نہ دے تو نہیں ہوگا۔

مسئلہ: یہی حکم لڑکے کا ہے کہ اگر بالغ ہو تو اس پر زبردستی نہیں کرسکتے اور ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا۔ اگر پوچھے بغیر نکاح کرے گا تو اجازت پر موقوف

رہے گا۔ اگر اجازت دے دی تو ہو گیا، نہیں دی تو نہیں ہوا، البتہ اتنا فرق ہے کہ لڑکے کے خاموش رہنے سے اجازت نہیں ہوتی، زبان سے کہنا اور بولنا چاہیے۔

کفاءت (برابری) کا بیان

سوال: نکاح میں میاں بیوی کی برابری کی کیا اہمیت ہے اور کن چیزوں میں برابری شرط ہے؟

جواب: شریعت میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے کہ بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے، یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے نہ کیا جائے جو اس کے برابر کا نہ ہو۔ برابری کا اعتبار پانچ چیزوں میں ہوتا ہے:

۱- نسب ۲- مسلمان ہونا ۳- دینداری ٤- مال ٥- پیشہ

۱- نسب میں برابری:

نسب میں اعتبار باپ کا ہے، ماں کا اعتبار نہیں۔ اگر باپ سید ہے تو لڑکا بھی سید ہے اور اگر باپ شیخ ہے تو لڑکا بھی شیخ ہے، ماں چاہے جیسی ہو، اگر کسی سید نے کسی غیر سید خاندان کی عورت سے نکاح کرلیا تو اس کی اولاد سید شمار ہوگی اور درجہ میں سیدوں کے برابر ہوگی، البتہ یہ اور بات ہے کہ جس کے ماں باپ دونوں سید خاندان سے ہوں اس کی عزت زیادہ ہے، لیکن نکاح کے معاملے میں سب ایک ہی جوڑ کے کہلائیں گے۔

۲- مسلمان ہونے میں برابری:

مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار صرف مغل، پٹھان وغیرہ دیگر قوموں میں ہے۔ شیخوں، سیدوں، علویوں اور انصاریوں میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص خود مسلمان ہو گیا اور اس کا باپ کافر تھا، وہ شخص اس عورت کے برابر کا نہیں جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا۔ اور جو شخص خود مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے، لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں، وہ اس عورت کے برابر کا نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔

۳- دینداری میں برابری:

دینداری میں برابری کا یہ مطلب ہے کہ ایسا شخص جو دین کا پابند نہیں، مثلاً: لُچا، شُہدا، شرابی، بدکار آدمی دیندار عورت کے برابر نہیں سمجھا جائے گا۔

٤- مال میں برابری:

مال میں برابری کے یہ معنی ہیں کہ بالکل مفلس محتاج شخص مالدار عورت کے برابر کا نہیں ہے، اور اگر وہ بالکل مفلس نہیں، بلکہ جتنا مہر نکاح کے وقت دینے کا رواج ہے اتنا مہر اور نفقہ دے سکتا ہے تو وہ عورت کے برابر کا ہے، اگر چہ سارا مہر نہ دے سکے۔ اود یہ ضروری نہیں کہ جتنے مالدار لڑکی والے ہیں لڑکا بھی اتنا ہی مالدار ہو یا اس کے قریب قریب مالدار ہو۔

۵- پیشہ میں برابری:

پیشے میں برابری یہ ہے کہ جولاہے درزیوں کے جوڑ کے نہیں، اسی طرح نائی، دھوبی وغیرہ بھی درزی کے برابر نہیں۔

دو اہم مسئلے:

برادری میں نکاح کرنے کی پابندی:

سوال: برادری میں ہی نکاح کرنے کی پابندی عائد کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر غیر قوم میں شادی نہ کرنے کی وجہ صرف فخر و تکبر ہو تو یہ پابندی جائز نہیں۔

سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ:

سوال: کیا سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ درست ہے؟

جواب: بالغہ سیدہ کا نکاح اس کی اور اس کے ولی کی اجازت سے ہر قوم کے مسلمانوں میں ہوسکتا ہے، البتہ قریش کے علاوہ دوسرے لوگ چونکہ سیدہ کے کفو نہیں، اس لیے ولی کی اجازت کے بغیر سیدہ کا نکاح قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں درست نہیں۔

مہر کا بیان

مہر کی مقدار:

سوال: مہر کی شرعی مقدار کیا ہے؟

جواب: مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی (۳۰۶۲ گرام چاندی) یا اس کی قیمت ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، جتنا چاہے مقرر کرلے، لیکن مہر کا بہت زیادہ مقرر کرنا اچھا نہیں۔ اگر کسی نے دس درہم (یعنی تقریباً ۳۵ گرام چاندی) سے کم مہر مقرر کر کے نکاح کیا تب بھی پورے دس درہم دینے پڑیں گے۔ شریعت میں اس سے کم مہر نہیں ہوسکتا۔ اور جو شخص رخصتی سے پہلے ہی طلاق دیدے تو اسے مہر کا آدھا دینا پڑے گا۔

مہرِ فاطمی:

سوال: ''مہر فاطمی'' کی مقدار کیا ہے؟

جواب: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کی راجح روایت کے مطابق مقدار ۴۸۰ درہم=۱،۶۳۲۹۶ کلوگرام چاندی ہے۔ آسانی کے لیے ایک کلو ۶۳۲ گرام یا ۱۶۳۲ گرام کہہ سکتے ہیں۔ برکت کے لیے ''مہر فاطمی'' ہی رکھنا ہو تو اتنی مقدار کا زیور یا رائج الوقت قیمت بھی مقرر کی جاسکتی ہے۔

مہر مقرر کرنے میں آج کل بڑی افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ اتنی بڑی بڑی رقمیں مقرر کردیتے ہیں جن کی ادائیگی کا تصور بھی شوہر نہیں کرسکتا۔ احادیثِ صحیحہ میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

سوال: کیا شوہر کے زبردستی مہر معاف کرانے سے مہر معاف ہوجائے گا؟

جواب: شوہر نے ڈرا دھمکا کر مہر معاف کرالیا تو معاف نہیں ہوگا، شوہر کے ذمہ واجب

رہے گا۔

مہرِ مثل:

مسئلہ: مہر میں روپیہ، پیسہ، سونا، چاندی مقرر نہیں کیا بلکہ کوئی باغ یا کچھ زمین مقرر ہوئی تو یہ بھی درست ہے، جو باغ وغیرہ مقرر کیا ہے وہی دینا پڑے گا۔

غیر مسلم کے نکاح کا بیان

سوال: غیر مسلم اگر اسلام قبول کرلے تو اس کے نکاح کی کیا حیثیت ہے؟ کیا ان کے طریقۂ نکاح کا اعتبار ہوگا؟

جواب: غیر مسلم اپنے اپنے مذہب کے اعتبار سے جس طریقہ سے نکاح کرتے ہوں، شریعت اس کو بھی معتبر مانتی ہے۔ اور اگر غیر مسلم میاں بیوی دونوں ساتھ مسلمان ہوجائیں تو نئے سرے سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، وہی نکاح اب بھی باقی ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہوگیا تو دوسرے کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اگر دوسرا مسلمان نہیں ہوا تو نکاح ٹوٹ گیا، اب میاں بیوی کی طرح رہنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر عورت مسلمان ہوگئی اور مرد مسلمان نہیں ہوا تو جب تک پورے تین حیض نہ آئیں تب تک دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں۔

☆☆☆

عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح:

سوال: عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: آج کل کے اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ اور لامذہب ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا، البتہ اگر کسی عیسائی یا یہودی عورت کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ یہ دہریہ نہیں، اپنے مذہب پر قائم ہے تو اس سے نکاح ہوجائے گا، مگر کچھ خطرات کی بنا پر اس سے بچنا واجب ہے، مثلاً: اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے، بلکہ خود شوہر کا دین بھی خطرہ سے خالی نہیں، علاوہ ازیں ایسی عورتیں جاسوسی کا کام کرتی ہیں،

لہٰذا یہ ملک کی سالمیت کے لیے بہت خطرناک ہیں۔

(خیر الفتاویٰ: ٤/٣٣٦، أحسن الفتاویٰ: ٥/٨٩، امداد الفتاویٰ:٢/٢١٣)

کتاب الرضاع

بچے کو دودھ پلانے کا بیان

سوال: بچے کو دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

جواب: دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ دو سال کے بعد دودھ پلانا حرام ہے۔

سوال: اس مدت سے پہلے دودھ چھڑانا کیسا ہے؟

جواب: بچہ کچھ کھانے پینے لگا اور اس وجہ سے دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑا دیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔

سوال: اگر کسی بچے نے کسی دوسری عورت کا دودھ پیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بچہ نے سگی ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ پیا تو وہ عورت اس کی ماں بن گئی، اور اس کا شوہر اس بچہ کا رضاعی باپ ہو گیا، اور اس کی اولاد اس کی دودھ شریک بھائی بہن ہو گئے اور ان کا آپس میں نکاح حرام ہو گیا۔ جو جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ کے اعتبار سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ حکم تب ہے کہ بچے نے دو برس کے اندر ہی دودھ پیا ہو، اگر دو سال کے بعد پیے تو اس کا اعتبار نہیں، نہ وہ پلانے والی ماں بنے گی اور نہ اس کی اولاد اس بچے کے بھائی بہن ہوں گے، اس لیے اگر آپس میں نکاح کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ: جس لڑکے اور لڑکی نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا، ان کا آپس میں نکاح

نہیں ہوسکتا، چاہے ایک ہی وقت میں پیا ہو یا ایک نے پہلے، دوسرے نے کئی سال کے بعد، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

کتاب الطلاق

(طلاق کا بیان)

طلاق کی مذمت:

سوال: اسلام میں طلاق کی مذمت کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ طلاق صرف ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے، اس لیے کہ نکاح تو آپس میں الفت ومحبت اور میاں بیوی کی راحت کے لیے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے دیگر رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے اور پیار محبت سے رہنا چاہیے، البتہ اگر آپس میں ایسی نفرت ہوگئی کہ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کرنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا اور نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ رہی تو ایسی حالت میں طلاق دینے کی اجازت ہے۔

طلاق دینے کا طریقہ:

سوال: طلاق دینے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: اگر کسی ضرورت سے طلاق دینی پڑے تو اس کے تین طریقے ہیں: ایک بہت

اچھا، دوسرا اچھا، تیسرا بدعت اور حرام۔

۱- سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ مرد بیوی کو ایسے وقت جس میں حیض وغیرہ سے عورت پاک ہو ایک طلاق دے۔ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ پاکی کے اس تمام زمانہ میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گزرنے تک پھر مزید طلاق نہ دے۔ عدت گزرنے سے خود ہی نکاح ختم ہو جائے گا۔ ایک سے زیادہ طلاق دینے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ طلاق سخت مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے، لہٰذا بقدرِ ضرورت ہی کافی ہے، کئی طلاقوں کی ضرورت نہیں۔

۲- اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پاکی کے تین زمانوں میں تین طلاقیں دے اور اس دوران پاکی کے باوجود صحبت نہ کرے۔

۳- بدعت اور حرام طریقہ وہ ہے جو ان دونوں صورتوں کے خلاف ہو، مثلاً: تین طلاق ایک ساتھ دیدے یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اس میں طلاق دے۔ ان سب صورتوں میں اگرچہ طلاق واقع ہو جائے گی مگر گناہ ہوگا۔

کس کی طلاق واقع ہوگی، کس کی نہیں؟

سوال: کسی کے زبردستی کرنے، ڈرانے دھمکانے سے طلاق دے دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: کسی نے زبردستی کسی سے زبانی طلاق دلوا دی، جیسے: مارا، ڈرایا، دھمکایا کہ طلاق دے دو ورنہ تجھے مار ڈالوں گا، اس مجبوری سے اس نے زبان سے طلاق کے الفاظ کہہ دیے تو بھی طلاق ہو جائے گی، البتہ اگر صرف تحریر کیا اور زبان سے نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔

سوال: نشے یا غصے میں دی گئی طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شوہر نے شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر غصے میں طلاق دی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔

سوال: طلاق کے الفاظ زبان سے کہنا ضروری ہے یا دل میں سوچنے، خیال آنے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے؟

جواب: مرد نے زبان سے کہہ دیا: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اتنے زور سے کہا کہ خود ان الفاظ کو سن لیا تو بس اتنا کہتے ہی طلاق ہو جائے گی، چاہے کسی کے سامنے کہے، یا تنہائی میں اور چاہے بیوی سنے یا نہ سنے، ہر حال میں طلاق ہو جائے گی۔ دل میں سوچنے یا وسوسہ آنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ جب تک زبان سے نہ کہے کچھ نہیں ہوگا۔

طلاق کی اقسام

صریح اور کنایہ:

سوال: طلاق کی قسمیں بیان کریں؟

جواب: الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) صریح (۲) کنایہ

صریح: کسی نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا: ''میں نے تجھ کو طلاق دے دی'' یا یوں کہا: ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی'' غرض یہ کہ ایسے صاف الفاظ کہہ دیے جس میں طلاق دینے کے سوا کوئی اور معنی نہیں نکل سکتے تو ایسی طلاق کو ''طلاقِ صریح'' کہتے ہیں۔

کنایہ: کسی نے صاف صاف الفاظ نہیں کہے، بلکہ ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق بھی مراد لی جاسکتی ہے اور طلاق کے سوا دوسرے معنی بھی نکل سکتے ہیں، جیسے کوئی کہے: ''میں نے تجھ کو دور کر دیا'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن اب تجھ کو اپنے پاس نہیں رکھوں گا، ہمیشہ اپنے میکے میں رہ، تیری خبر نہیں رکھوں گا، یا یوں کہے: ''مجھے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں''، ''مجھے تجھ سے کچھ مطلب نہیں''، ''تو مجھ سے جدا ہوگئی''، ''میں نے تجھ کو الگ کر دیا''، ''جدا کر دیا''، ''میرے گھر سے چلی جا''، ''نکل جا''، ''ہٹ دور ہو''، ''اپنے ماں باپ کے ہاں جا کے بیٹھ''، ''اپنے گھر جا'' اسی طرح کے دوسرے الفاظ جن میں دونوں مطلب نکل سکتے ہیں اس کو ''کنایہ'' کہتے ہیں۔

طلاق کی دونوں قسموں کا حکم:

سوال: صریح طلاق دے دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ جائے گی،

چاہے طلاق دینے کی نیت ہو یا نہ ہو، بلکہ ہنسی دل لگی میں کہا ہو، بہر صورت طلاق ہوگئی اور صاف لفظوں میں طلاق دینے سے طلاقِ رجعی پڑتی ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی، البتہ اگر تین دفعہ کہے یا یوں کہے: ''تجھ کو تین طلاقیں دیں'' تو تین طلاقیں پڑیں گی۔

مستقبل کے الفاظ سے طلاق:

مسئلہ: کسی نے یوں کہا: ''تجھ کو طلاق دے دوں گا'' تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا: ''اگر فلاں کام کرے گی تو طلاق دے دوں گا'' تب بھی طلاق نہیں ہوئی، چاہے وہ کام کرے، چاہے نہ کرے، البتہ اگر یوں کہہ دے کہ اگر فلاں کام کرے گی تو طلاق ہے، تو وہ کام کرنے سے طلاق ہو جائے گی۔

سوال: کنائی الفاظ میں طلاق دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: صاف صاف طلاق نہیں دی، بلکہ گول مول الفاظ کہے اور اشارہ کنایہ سے طلاق دی، تو یہ مبہم الفاظ کہتے وقت اگر طلاق دینے کی نیت تھی تو ''طلاقِ بائن'' ہوگئی، نکاح کیے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی، بلکہ دوسرے معنی کے اعتبار سے کہا تھا تو طلاق نہیں ہوئی، البتہ اگر قرینے سے معلوم ہو جائے کہ طلاق دینے کی ہی نیت تھی، اب وہ جھوٹ بول رہا ہے تو عورت اس کے پاس نہ رہے اور یہی سمجھے کہ طلاق ہوگئی ہے، جیسے بیوی نے غصہ میں آکر کہا: ''میرا تیرا نباہ نہیں ہوگا، مجھ کو طلاق دے دے''، اس نے کہا: ''اچھا میں نے چھوڑ دیا'' تو یہاں عورت یہی سمجھے کہ شوہر نے طلاق دے دی۔

تین طلاقوں کا حکم:

سوال: تین طلاقوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ عورت اس مرد کے لیے حرام ہو

گئی، اب اگر دوبارہ نکاح کرے تب بھی عورت کے لیے اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے اور نکاح نہیں ہوتا، چاہے صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول مول لفظوں میں، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ چاہے اکٹھی دی ہوں یا الگ الگ، صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اسی پر اجماع ہے۔

مسئلہ: تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں، جیسے یوں کہہ دیا: ''تجھ کو تین طلاق'' یا یوں کہا: ''تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' یا الگ کر کے تین طلاقیں دیں، جیسے: ایک آج دی، ایک کل پرسوں یا ایک اس مہینے میں، ایک دوسرے مہینے میں، ایک تیسرے مہینے میں یعنی عدت کے اندر اندر تینوں طلاقیں دے دیں، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اور صاف لفظوں میں طلاق دے کر پھر رجوع کرنے کا اختیار اس وقت ہوتا ہے جب تین طلاقیں نہ دے، ایک یا دو دے۔ جب تین طلاقیں دے دیں تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

کسی شرط پر طلاق دینا:

سوال: اگر کوئی شخص طلاق کو کسی کام کے ساتھ مشروط کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تو فلاں کام کرے تو تجھے طلاق''، ''اگر میرے پاس سے جائے تو تجھے طلاق''، ''اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق'' یا اور کسی کام پر طلاق معلق کر دی، تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق پڑ جائے گی، اگر نہیں کرے گی تو نہیں پڑے گی۔ اور ''طلاقِ رجعی'' پڑے گی، البتہ اگر کوئی ''کنائی لفظ'' کہے: ''اگر تو فلاں کام کرے تو مجھے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں'' تو جب وہ کام کرے گی تب ''طلاقِ بائن'' پڑے گی، بشرطیکہ مرد نے یہ الفاظ کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔

طلاقِ رجعی کے بعد رجوع:

سوال: طلاقِ رجعی کے بعد رجوع کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: کسی نے ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرد کو اختیار ہے کہ اس سے رجوع کرے، اس صورت میں دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ عورت چاہے راضی ہو یا راضی نہ ہو، اس کو اختیار نہیں۔ اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے، اس میں رجوع کا اختیار نہیں۔

مسئلہ: رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو صاف صاف زبان سے کہہ دے کہ ''میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں'' یا عورت سے نہیں کہا، کسی اور سے کہا کہ ''میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا''، بس اتنا کہہ دینے سے وہ دوبارہ اس کی بیوی ہو گئی۔

مسئلہ: جب طلاق سے رجوع کرنے کا ارادہ ہو تو بہتر ہے کہ دو چار لوگوں کو گواہ بنا لے، کیونکہ شاید کبھی کوئی اختلاف یا تنازع پیش آئے تو کوئی انکار نہ کر سکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا، تب بھی رجوع صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر عورت کی عدت گزر گئی تو اس کے بعد رجوع نہیں کر سکتا، اب اگر عورت راضی ہو تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا، نکاح کیے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا۔ اگر شوہر رکھے بھی تو عورت کے لیے اس کے پاس رہنا درست نہیں۔

طلاق بائن کے بعد رجوع:

مسئلہ: جس عورت کو ایک یا دو بائن طلاقیں دے دیں، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے بعد نکاح کرے، عدت کے اندر نکاح درست نہیں۔ اور خود اسی شوہر سے نکاح کرنا ہو تو عدت کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔

خلع

سوال: خلع کسے کہتے ہیں؟

جواب: میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر مرد سے کہے: ''اتنا روپیہ لے کر میری جان چھوڑ دو'' یا یوں کہے: ''جو میرا مہر تیرے ذمہ ہے اس کے عوض میری جان چھوڑ دو'' اس کے جواب میں مرد کہے: ''میں نے چھوڑ دیا'' تو اس سے عورت پر ایک ''طلاقِ بائن'' پڑ گئی۔ مرد کو اس میں رجوع کا اختیار نہیں، البتہ اگر مرد نے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے جواب نہیں دیا بلکہ اس جگہ سے اٹھ گیا یا مرد تو نہیں اٹھا، عورت اٹھ گئی، پھر مرد نے کہا: میں نے چھوڑ دیا تو اس سے کچھ نہیں ہوا؛ جواب اور سوال دونوں ایک ہی جگہ ہونے چاہییں۔

اس طرح نکاح ختم کر کے جان چھڑانے کو ''خلع'' کہتے ہیں۔ اس میں میاں بیوی کی رضامندی ضروری ہے۔ کسی ایک کی رضامندی کے بغیر عدالت بھی خلع کا فیصلہ نہیں دے سکتی۔ اگر دے دیا تو وہ شرعاً نافذ نہیں ہوگا۔

سوال: عورت سے خلع کے بدلے پیسہ لینا کیسا ہے؟

جواب: خلع میں اگر مرد کا قصور ہو تو مرد کے لیے روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمے ہے اس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ اور حرام ہے۔ اگر کچھ مال لے لیا تو اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے۔

اور اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے زیادہ مال نہیں لینا چاہیے، مہر ہی کے عوض میں خلع کر لے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی نامناسب تو ہوا لیکن گناہ نہیں۔

عدت کا بیان

تعارف اور بنیادی تصور:

سوال: عدت کی تعریف بیان کریں، نیز عدت گزارنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: جب کسی عورت کا شوہر طلاق دیدے یا خلع وغیرہ سے نکاح ختم ہو جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں کچھ مدت تک عورت کو ایک ہی گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ جب تک یہ مدت ختم نہ ہو جائے اس وقت تک کہیں اور نہیں جاسکتی اور نہ ہی کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس طرح یہ مدت گزارنے کو "عدت" کہتے ہیں۔

طلاق کی عدت:

سوال: طلاق کی عدت کتنی ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر شوہر نے طلاق دے دی تو تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر جس میں طلاق دی ہے، بیٹھی رہے۔ اس گھر سے باہر نہ نکلے، نہ دن کو نہ رات کو، نہ کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ جب پورے تین حیض ختم ہو گئے تو عدت پوری ہو گئی اور گھر سے نکلنے اور نکاح کرنے کی پابندی ختم ہو گئی۔ مرد نے چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین طلاقیں دی ہوں، اور طلاقِ بائن دی ہو یا رجعی، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو حمل ہے اور اسی زمانہ میں طلاق ہو گئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے، یہی اس کی عدت ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گا تو عدت ختم ہو گی۔ طلاق کے بعد تھوڑی ہی دیر میں اگر بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ: عدت کے اندر کھانا پینا، کپڑا اسی مرد کے ذمہ واجب ہے جس نے طلاق

دی ہے۔

موت کی عدت:

سوال: موت کی عدت کتنی ہے؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر کسی کا شوہر مر گیا تو وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت گزارے، شوہر کے مرتے وقت جس گھر میں رہتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہیے، باہر نکلنا درست نہیں، البتہ اگر کوئی غریب عورت ہے جس کے پاس گزارے کے جتنا بھی خرچ نہیں، اس نے کھانا پکانے وغیرہ کی نوکری کر لی، تو اس کے لیے گھر سے باہر نکلنا درست ہے، لیکن رات کو اپنے گھر ہی میں رہا کرے، چاہے شوہر سے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی تنہائی ہوئی ہو یا نہ اور چاہے حیض آتا ہو یا نہ، سب کا ایک ہی حکم ہے کہ چار مہینے دس دن عدت گزارنا چاہیے، البتہ اگر وہ عورت حاملہ تھی، اس حالت میں شوہر کی وفات ہوئی، تو بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے، اب مہینوں کا اعتبار نہیں، اگر شوہر کے مرنے سے کچھ ہی دیر بعد بچہ پیدا ہو گیا تو بھی عدت ختم ہو گئی۔

عدت کی جگہ:

سوال: کیا گھر میں مخصوص جگہ عدت گزارنا ضروری ہے؟

جواب: نہیں! پورے گھر میں جہاں جی چاہے رہے۔ یہ جو رواج ہے کہ ایک خاص جگہ مقرر کر کے رہتی ہیں کہ غمزدہ کی چارپائی اور خود غمزدہ وہاں سے ہلنے نہیں پاتی، یہ بالکل مہمل اور فضول بات ہے، اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔

سوال: عدت کیسے گذارے؟

جواب: جس عورت کو ''طلاقِ رجعی'' ملی ہے، اس کی عدت تو صرف یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اس کے لیے بناؤ سنگھار

وغیرہ درست ہے۔ اور جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک ''طلاقِ بائن'' ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر فوت ہوگیا، ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے، نہ دوسرا نکاح کرے، نہ بناؤ سنگھار کرے، یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگار نہ کرنے کو ''سوگ'' (عدت گذارنا) کہتے ہیں۔ [بس سوگ کا شرعی مطلب یہی ہے۔ اس کے علاوہ سب خود سے گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ انہیں چھوڑ دینا چاہیے۔]

مسئلہ: جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا، زیور پہننا، پھول پہننا، سرمہ لگانا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، اچھے کپڑے پہننا، ریشمی اور بھڑکیلے کپڑے پہننا، یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں، البتہ اگر بھڑکیلے نہ ہوں تو درست ہے، چاہے جیسا رنگ ہو، مطلب یہ ہے کہ زیب وزینت کا کپڑا نہ ہو۔

کتاب الایمان

(قسم کھانا)

حتی الامکان قسم سے بچنا چاہیے:

سوال: بلاضرورت قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلاضرورت بات بات میں قسم کھانا بری بات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے۔ جہاں تک ہوسکے سچی بات پر بھی قسم نہیں کھانی چاہیے۔ اگر قسم کی خلاف ورزی کی تو کفارہ دینا ہوگا۔

قسم کے الفاظ:

سوال: کون سے الفاظ سے قسم ہو جاتی ہے؟

جواب: چار طرح کے الفاظ سے قسم ہو جاتی ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی قسم کھانا:

جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور یوں کہا: ''اللہ کی قسم، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم، اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کی قسم'' تو قسم ہوگئی، اب اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا، صرف اتنا کہہ دیا: ''میں قسم کھاتا ہوں کہ فلاں کام نہیں کروں گا'' تو بھی قسم ہوگئی۔

مسئلہ: اگر یوں کہا: ''اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں'' تب بھی قسم ہوگئی۔

۲- قرآن شریف کی قسم کھانا:

قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، کلام مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تو قسم ہوگئی، اور اگر کلام مجید کو ہاتھ میں لے کر یا اُس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی، لیکن اس کی قسم نہیں کھائی، تو قسم نہیں ہوئی۔

۳- کفر پر معلق کرنا:

یوں کہا: ''اگر فلاں کام کروں تو بے ایمان ہو کر مروں، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو، بے ایمان ہو جاؤں'' یا اس طرح کہا: ''اگر فلاں کام کروں تو میں مسلمان نہیں'' تو قسم ہوگئی، اس کی مخالفت کرنے سے کفارہ دینا پڑے گا، لیکن اس سے ایمان نہیں جائے گا۔

٤- کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا:

کسی نے کہا: ''تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے'' یا یوں کہا: ''فلاں چیز میں نے اپنے اوپر حرام کرلی'' تو ایسا کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوئی، لیکن یہ قسم ہوگئی۔ اب اگر کھائے گا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

جن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی:

سوال: کن الفاظ سے قسم واقع نہیں ہوتی؟

جواب: اگر فلاں کام کروں تو میرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، آنکھیں پھوٹ جائیں، سخت بیماری ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو، آسمان پھٹ پڑے، دانے دانے کا محتاج ہو جاؤں، اللہ تعالیٰ کی مار پڑے، اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑے، اگر فلاں کام کروں تو خنزیر کھاؤں، مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے رسوا ہوں؛ ان باتوں سے قسم نہیں ہوتی، اس کی خلاف ورزی پر کفارہ نہیں دینا پڑے گا۔ اس لیے کہ ان تمام صورتوں میں قسم کی حقیقت نہیں پائی جاتی اور ان الفاظ سے قسم کھانے کا عرف بھی

نہیں۔(فتح القدير: ٤/٤٦٣، شامية: ٣/٧٢١)

دوسرے کو قسم دینا:

مسئلہ: کسی دوسرے کے کہنے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے کسی نے تم سے کہا: ''تمہیں اللہ کی قسم! یہ کام ضرور کرو'' تو یہ قسم نہیں ہوئی، اس کو توڑنا درست ہے۔

غیر اللہ کی قسم:

سوال: اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے: رسول اللہ ﷺ کی قسم، کعبہ کی قسم، اپنی آنکھوں کی قسم، اپنی جوانی کی قسم، اپنے ہاتھ پاؤں کی قسم، اپنے باپ کی قسم، اپنے بچے کی قسم، اپنے پیاروں کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری جان کی قسم، تمہاری قسم، اپنی قسم؛ اس طرح قسم کھا کر اس کی خلاف ورزی سے کفارہ نہیں دینا پڑے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی قسم کھانے سے بچنا چاہیے۔

گذشتہ کام پر قسم:

سوال: گذشتہ کام پر جھوٹی قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو بات ہو چکی ہے، اس پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے، جیسے: کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہہ دیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نماز پڑھ چکا ہوں'' یا کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہہ دیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہیں توڑا۔'' جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھالی تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اتنا بڑا کہ اس کا کوئی کفارہ نہیں، بس اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کر کے اپنا گناہ معاف کروائے، سوائے اس کے اور

اور اگر غلطی سے جھوٹی قسم کھالی، جیسے کسی نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی فلاں آدمی نہیں آیا'' اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ سچی قسم کھا رہا ہوں، پھر معلوم ہوا کہ وہ اس وقت آ گیا تھا تو اس میں گناہ نہیں ہوگا اور کوئی کفارہ بھی نہیں۔

آئندہ ہونے والے کام پر قسم:

سوال: آئندہ ہونے والے کام پر قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ایسی بات پر قسم کھائی جو ابھی نہیں ہوئی، بلکہ آئندہ ہوگی، جیسے کوئی کہے: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! آج بارش برسے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آج میرا بھائی آئے گا،'' پھر وہ نہیں آیا اور بارش نہیں برسی تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی: ''اللہ کی قسم! آج قرآن ضرور پڑھوں گا'' تو قرآن پڑھنا واجب ہو گیا، نہیں پڑھے گا تو گناہ ہوگا اور کفارہ دینا پڑے گا اور کسی نے قسم کھائی: ''اللہ کی قسم! آج فلاں کام نہیں کروں گا'' تو وہ کام کرنا درست نہیں، اگر کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

غصے میں قسم:

سوال: غصے میں کھائی ہوئی قسم کا کیا حکم ہے؟

جواب: غصے میں قسم کھائی کہ تجھ کو ایک پائی نہیں دوں گا، پھر ایک پائی یا زیادہ دے دیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی، کفارہ دے۔

قسم کا کفارہ:

سوال: قسم کا کفارہ کتنا ہے؟

جواب: اگر کسی نے قسم توڑ دی تو اس کا کفارہ یہ ہے:

(۱) دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دے یا [ہر ایک کو صدقۃ الفطر کے جتنی] اناج

کی متعین مقدار دے دے۔

(۲) یا دس فقیروں کو کپڑا پہنا دے۔ ہر فقیر کو اتنا کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جائے۔

(۳) اگر قسم کھانے والا ایسا غریب ہے کہ نہ تو کھانا کھلا سکتا ہے اور نہ کپڑا دے سکتا ہے، تو مسلسل تین روزے رکھے۔ اگر الگ الگ کر کے تین روزے پورے کر لیے تو کفارہ ادا نہیں ہوا، تینوں مسلسل رکھنے چاہییں۔

متعدد قسموں کا کفارہ:

سوال: اگر کسی نے کئی دفعہ قسم کھائی تو کیا سب قسموں کا الگ الگ کفارہ ادا کرے گا؟

جواب: کسی نے کئی دفعہ قسم کھائی، مثلاً ایک دفعہ کہا: ''اللہ کی قسم! فلاں کام نہیں کروں گا'' اس کے بعد پھر کہا: ''اللہ کی قسم! فلاں کام نہیں کروں گا''، اسی دن یا اس کے دوسرے تیسرے دن اسی طرح کئی مرتبہ یوں کہا: ''خدا کی قسم، اللہ کی قسم، کلام اللہ کی قسم، فلاں کام ضرور کروں گا''، پھر وہ قسم توڑ دی تو ان سب قسموں کا ایک ہی کفارہ دے دے۔

کفارۂ قسم کا مستحق کون؟

سوال: قسم کا کفارہ کسے دینا چاہیے؟

جواب: کفارہ میں کپڑا یا کھانا دینا انہی مساکین کو درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

بھول کر قسم توڑنا:

سوال: بھول کر یا زبردستی قسم توڑنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے قسم کھائی کہ آج میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا، پھر بھول کر کھالی یا کسی نے زبردستی منہ کھول کر کھلا دی تب بھی کفارہ دے۔

سوال: جس کام کی قسم کھائی اسے کتنی مرتبہ کرنا ہوگا؟

جواب: کسی نے کوئی کام کرنے کی قسم کھائی، مثلاً یوں کہا: ''خدا کی قسم! انار ضرور کھاؤں گا'' تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھالینا کافی ہے اور اگر کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی، جیسے یوں کہا: ''خدا کی قسم! انار نہیں کھاؤں گا'' تو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑے گا، جب بھی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ ''کرنا'' ایک دفعہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور ''نہ کرنا'' اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ کام کبھی بھی نہ کیا جائے، ورنہ وہ کرنا شمار ہوگا۔ البتہ اگر ایسا ہوا کہ گھر میں انار، انگور وغیرہ آئے اور خاص ان اناروں کے بارے میں کہا: ''یہ نہیں کھاؤں گا'' تو وہ نہ کھائے، ان کے علاوہ اور منگا کر کھائے تو کوئی حرج نہیں۔

نذر (مَنَّت) ماننا

نذر کا حکم:

سوال: نذر یا منت مانی، پھر وہ کام ہو گیا تو اب شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کام پر کسی عبادت کی منت (نذر) مانی، پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے لیے منت مانی تھی تو اب منت کا پورا کرنا واجب ہے، اگر منت پوری نہیں کرے گا تو بہت گناہ ہو گا، لیکن اگر کسی ناجائز کام کی منت ہو تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں [بلکہ جائز ہی نہیں] جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

نماز کی نذر:

سوال: نماز کی نذر پوری کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر کسی نے منت مانی کہ میری گم شدہ چیز مل جائے تو میں آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا، تو اس کے مل جانے پر آٹھ رکعت نماز پڑھنا پڑے گی، چاہے ایک ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھے یا چار چار یا دو دو اور اگر چار رکعت کی منت مانی تو چاروں ایک ہی سلام سے پڑھنی ہوں گی، الگ الگ دو دو پڑھنے سے نذر ادا نہیں ہو گی۔

روزہ کی نذر:

سوال: روزے کی نذر پوری کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر کسی نے کہا: ''یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں پانچ روزے رکھوں گا'' تو جب کام ہو جائے گا تو پانچ روزے رکھنا واجب ہے اور اگر کام نہیں ہوا تو روزے واجب نہیں۔ پھر اگر صرف اتنا ہی کہا کہ پانچ روزے رکھوں گا تو اختیار ہے چاہے تو پانچوں روزے لگاتار رکھے یا ایک ایک دو دو کر کے پانچ روزے پورے کر لے، دونوں صورتیں

درست ہیں اور اگر نذر مانتے وقت یہ کہہ دیا کہ پانچوں روزے لگا تار رکھوں گا یا دل میں یہ نیت تھی تو مسلسل رکھنے پڑیں گے۔ اگر درمیان میں ایک آدھ چھوٹ جائے تو دوبارہ نئے سرے سے رکھے۔

نذر میں جگہ، وقت یا فقیر کی تعیین:

سوال: نذر میں جگہ، وقت یا فقیر وغیرہ کی تعیین کر لی تو کیا اسی کے مطابق کرنا ضروری ہے؟

جواب: ضروری نہیں! لہٰذا اگر کسی نے کہا: ''دس روپے مکہ مکرمہ میں خیرات کروں گا'' تو مکہ میں خیرات کرنا واجب نہیں، جہاں چاہے خیرات کرے۔ اگر یوں کہا: ''جمعہ کے دن خیرات کروں گا یا فلاں فقیر کو دوں گا'' تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر روپے مقرر کر کے کہا کہ یہی روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گا تو وہی روپے دینا واجب نہیں، چاہے وہی دے یا دوسرے دیدے۔ کیونکہ نذر کسی خاص وقت، جگہ اور کسی خاص فقیر کے ساتھ لازماً مختص نہیں ہوتی۔ لہٰذا وقت، جگہ اور فقیر کی تعیین کے باوجود بھی ان چیزوں کی پابندی ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر منت مانی کہ جامع مسجد میں نماز پڑھوں گا یا مکہ مکرمہ میں نماز پڑھوں گا تو بھی اختیار ہے جہاں چاہے پڑھے۔

جانور ذبح کرنے کی نذر:

سوال: جانور ذبح کرنے کی نذر ماننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے کہا: ''اگر میرا بھائی صحت یاب ہو جائے تو ایک بکری ذبح کروں گا'' یا یوں کہا: ''ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا'' تو منت ہو گئی۔ اگر یوں کہا: ''قربانی کروں گا'' تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا چاہیے اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت

فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا یا خود کھانا درست نہیں۔ جتنا خود کھایا یا مالداروں کو دے دیا اتنا دوبارہ خیرات کرنا پڑے گا۔

غیر شرعی کام کی نذر:

سوال: غیر شرعی کام کی نذر ماننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے یوں کہا کہ میرا بھائی تندرست ہو جائے تو ناچ کرواؤں گا یا محفل موسیقی کرواؤں گا تو یہ مَنّت گناہ ہے، تندرست ہونے کے بعد ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے منت مانی کہ فلاں کام ہو جائے تو میلاد کرواؤں گا تو منت نہیں ہوئی یا یہ منت کی کہ فلاں بات ہو جائے تو فلاں مزار پر چادر چڑھاؤں گا، یہ منت بھی نہیں ہوئی، اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ [بلکہ جائز ہی نہیں]

غیر اللہ کے لیے نذر:

سوال: غیر اللہ کے لیے نذر ماننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے منت ماننا مثلاً یوں کہنا: ''اے بڑے پیر! اگر میرا کام ہو جائے تو میں تمہاری خاطر فلاں کام کروں گا'' حرام اور شرک ہے، بلکہ اس منت کی چیز کا کھانا بھی حرام ہے۔ اسی طرح قبروں اور مزاروں پر جانا اور درخواست کرنا حرام اور شرک ہے۔

کتاب الجہاد

جہاد کے احکام

جہاد کی تعریف:

سوال: جہاد کی کیا تعریف ہے؟

جواب: جہاد نام ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑائی میں اپنی پوری قوت خرچ کرنے کا، چاہے براہِ راست لڑائی میں شریک ہو کر ہو یا مال و دولت اور رائے کے ذریعہ ہو یا مجاہدین کی تعداد بڑھانے کے ساتھ یا اس کے علاوہ کسی اور کام... مثلاً: زخمیوں کے علاج و معالجہ یا مجاہدین کے کھانے پینے کے لیے انتظام ...کے ساتھ ہو۔

''رباط'' یعنی سرحدوں کی حفاظت کرنا بھی جہاد میں شامل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والے کو نماز میں پانچ سو گنا اور خرچہ میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر اسی دوران مر جائے تو قیامت تک اس کا عمل اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔ قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا، قیامت کے دن شہید اٹھایا جائے گا اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

سوال: جہاد کب فرض یا فرض عین ہوتا ہے؟

جواب: اگر دشمن حملہ کر دے اور مسلمان دفاع کر سکتے ہوں تو فرض کفایہ ہے اور اگر اس علاقے میں مسلمان اتنے تھوڑے ہوں کہ ان سے جہاد نہ ہو سکتا ہو تو سب مسلمانوں پر ''فرضِ عین'' ہو جاتا ہے۔ [لیکن فرض عین کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی گھر میں نہ رہے، سب محاذ

پر پہنچ جائیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اب کوئی جہاد کے کاموں سے پیچھے نہ رہے۔ جتنے افراد کی محاذ پر ضرورت ہے جب وہ پوری ہو جائے تو بقیہ لوگ ان کی مدد کریں اور جہاد کے متعلق الگ کام سنبھالیں۔ مثلاً مجاہدین کی ضروریات کا انتظام، ان کے گھر والوں کی خبر گیری، زخمیوں کا علاج معالجہ، مالی امداد کی فراہمی، اخلاقی تعاون، شہیدوں اور قیدیوں کے اہل خانہ کی دیکھ بھال وغیرہ۔ پھر اگر محاذ سے افراد کی طلب آئے تو دوبارہ اپنے آپ کو پیش کر دیں۔]

لیکن جہاد کی فرضیت کا ہر علاقے میں علیحدہ اعتبار ہوگا۔ یورپ میں جہاد سے پاکستان میں جہاد کا حکم ختم نہیں ہوگا۔ غرض حکم یہ ہے کہ جہاد ہر وقت جاری رہے، چاہے کفار پہل کریں یا نہ کریں۔

مسئلہ: حاکم وقت کے لیے جائز نہیں کہ وہ سرحدوں کو بقدرِ ضرورت فوج سے خالی رکھے۔ اگر سرحدی فوج مغلوب ہو جائے تو ان کے پیچھے والوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسلحہ اور مال ہر طرح سے ان کی امداد کریں۔

مسئلہ: کسی جگہ دشمن کے حملہ کا خوف ہو تو حاکم پر یا اس علاقے والوں پر اس جگہ کی حفاظت کرنا فرض ہوتا ہے۔ اگر ان میں اس کی قدرت نہ ہو تو ان کے قریب والوں پر یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

قیدیوں کا معاملہ:

سوال: مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قیدی کو چھڑانا سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے یعنی جن کو بھی علم ہو جائے کہ کافر مسلمان کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔

مسئلہ: اگر مسلمان عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر لے جائیں تو ان کا پیچھا کیا جائے،

جب تک کہ ان کو آزاد نہ کرایا جائے کوشش جاری رکھی جائے۔

والدین کی اجازت:

سوال: کیا جہاد پر جانے کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے؟

جواب: جہاد جب فرض عین ہو تو کسی کی اجازت ضروری نہیں۔ اور اگر فرضِ کفایہ ہو اور ایک شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور اس کے جہاد پر جانے سے ان کو سخت مشقت پہنچتی ہو کہ وہ غریب ہوں یا اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو اس شخص کا جہاد میں نکلنا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں والدین کی خدمت ''فرضِ عین'' ہے اور ''فرضِ کفایہ'' کی خاطر ''فرضِ عین'' کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے بیوی بچوں کی ایسی حالت ہو کہ کوئی اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور خرچہ اُٹھانے پر تیار نہ ہو اور اس کے جہاد میں جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے بھی جانا جائز نہیں۔ [اپنے مقام پر رہتے ہوئے جہادی خدمات میں مشغول رہے۔]

اہم مسائل:

مسئلہ: اگر کسی شخص کا جہاد کا عزم ہے، لیکن لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یا ان کی سستی کی وجہ سے یا حاکم کے منع کرنے کی وجہ سے نہیں نکل سکتا تو وہ گنہگار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو اپنی جان اور مال دونوں کے ساتھ جہاد پر قدرت ہو، اس پر دونوں طرح سے جہاد لازم ہے (بشرطیکہ کوئی شرعی عذر اور رکاوٹ موجود نہ ہو) اور اگر کوئی جہاد پر جانے سے عاجز ہو لیکن اس کے پاس مال ہو تو وہ اپنے مال سے کسی دوسرے کو بھیج دے۔

کتاب الارتداد

(مرتد کے احکام)

سوال: اگر کوئی مرد یا عورت اسلام سے پھر گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: خدانخواستہ کوئی اپنے ایمان اور دین سے پھر گیا تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اور جو شکوک وشبہات پیدا ہوئے ہوں ان کا جواب دیا جائے گا۔ اگر اس مدت میں مسلمان ہو گیا تو ٹھیک، ورنہ اگر مرد ہے تو تین دن کے بعد [یعنی اس کے سوالات کا جواب اور شبہات کی تسلی کرا دینے کے بعد] اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر عورت ہے تو قید میں ڈال دی جائے گی۔ جب توبہ کرے گی تب چھوڑ دی جائے گی، اس کے بغیر نہیں۔

سوال: کفریہ باتیں منہ سے نکالے تو کیا نتیجہ ہوگا؟

جواب: جس نے کلمۂ کفر زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا اور جتنی نیکیاں اور عبادات اس نے کی تھیں سب ضائع ہو گئیں، نکاح ٹوٹ گیا، اگر فرض حج کر چکا ہے تو وہ بھی ختم ہو گیا۔ اگر توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گیا تو نکاح دوبارہ کرے اور حج بھی دوبارہ ادا کرے۔

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند مرتد ہو گیا تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: کسی کا شوہر خدانخواستہ مرتد ہو جائے تو جب تک وہ توبہ کر کے دوبارہ نکاح نہ کرے، عورت اس سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اگر کوئی معاملہ میاں بیوی کا سا ہوا تو عورت بھی گنہگار ہوگی اور اگر وہ زبردستی کرے تو عورت اس معاملے کو سب کے سامنے ظاہر کر دے، شرمائے نہیں۔

سوال: ہنسی مذاق میں کفریہ کلمات کہنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا۔ اگر ہنسی دل لگی میں کفر کی بات کہے اور دل میں نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے، جیسے کسی نے کہا: ''کیا خدا کو اتنی قدرت نہیں جو فلاں کام کر دے؟'' اس کا جواب دیا: ''ہاں! نہیں ہے''، تو ایسا کہنے سے کافر ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کسی نے کہا: ''اٹھو نماز پڑھو''، جواب دیا: ''کون اٹھک بیٹھک کرے؟'' یا کسی نے روزہ رکھنے کے لیے کہا تو جواب دیا: ''کون بھوکا مرے'' یا کہا: ''روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانا نہ ہو''، یہ سب کفر ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو کوئی گناہ کرتے دیکھ کر کسی نے کہا: ''تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں؟'' جواب دیا: ''ہاں! نہیں ڈرتا'' تو کافر ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا: ''کیا تم مسلمان نہیں جو ایسا کام کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں! نہیں ہوں'' تو کافر ہو گیا، اگر مذاق میں ایسا کہا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے بے نمازی پن سے توبہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی، اتفاق سے اس پر کوئی مصیبت آ گئی، اس پر اس نے کہا: ''یہ سب نماز ہی کی نحوست ہے'' تو کافر ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کسی کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی، اس نے تمنا کر کے کہا: ''ہم کافر ہوتے تو اچھا تھا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے'' تو کافر ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کسی کا لڑکا مر گیا اُس نے یوں کہا: ''یا اللہ! یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا؟ مجھے کیوں ستایا؟'' تو ایسا کہنے سے وہ کافر ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کسی نے یوں کہا: ''اگر خدا بھی مجھ سے کہے تو یہ کام نہیں کروں گا'' یا یوں کہا: ''جبرئیل بھی اتر آئیں تو ان کا کہنا نہ مانوں'' تو کافر ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کسی نے کہا: ''میں ایسا کام کرتا ہوں کہ خدا بھی نہیں جانتا'' تو کافر ہو گیا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرنا یا شریعت کی بات کو برا جاننا، اس میں عیب نکالنا، کفر کی بات پسند کرنا، ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی خطرناک باتوں سے ہر صاحبِ ایمان کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

کتاب اللقطه

(گری پڑی چیز ملنے کے احکام)

راستے میں پڑی چیز کا حکم:

سوال: راستے میں یا کہیں پڑی ہوئی چیز ملے تو اسے اٹھائے یا نہ اٹھائے؟

جواب: راستہ، گلی یا محفل وغیرہ میں کوئی چیز پڑی ہوئی ملے تو اس کو اپنے لیے اٹھانا درست نہیں، اگر اٹھائے تو اس نیت سے اٹھائے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے پہنچا دوں گا۔

مسئلہ: کوئی چیز پڑی ہوئی ملی اور اس کو نہیں اٹھایا تو کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر یہ خطرہ ہو کہ اگر میں نہیں اٹھاؤں گا تو کوئی اور لے لے گا اور جس کی چیز ہے اس کو نہیں ملے گی تو اس کا اٹھانا اور مالک کو پہنچانا واجب ہے۔

سوال: جس نے گری پڑی چیز اٹھائی تو اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: پڑی ہوئی چیز اٹھالی تو اب مالک کو تلاش کر کے اسے دے دینا اس کے ذمے لازم ہو گیا، اب اگر پھر وہیں ڈالے گا یا اٹھا کر اپنے گھر لائے گا اور مالک کو تلاش نہیں کرے گا تو گنہگار ہو گا، چاہے ایسی جگہ پڑی ہو کہ ضائع ہو جانے کا خطرہ نہیں یا ایسی جگہ ہو کہ ضائع ہونے کا خطرہ ہے، دونوں کا یہی حکم ہے کہ اٹھا لینے کے بعد مالک کو تلاش کر کے پہنچانا واجب ہو جاتا ہے، پھر وہیں ڈال دینا یا خود رکھ لینا جائز نہیں۔

مجمع عام سے ملی ہوئی چیز کا حکم:

سوال: اگر مجمعِ عام سے کوئی چیز ملے تو اسے کیسے لوٹانا چاہیے؟

جواب: لوگوں کے مجمع میں ملی ہوئی چیز کی [دستیاب ذرائع سے] خوب تشہیر کرے اور بار بار اعلان کرے کہ مجھے ایک چیز ملی ہے جس کی ہے وہ آکر وصول کر لے، البتہ اعلان میں چیز کی علامات نہ بتائے بلکہ یوں کہے کہ زیور ملا ہے، کپڑا ملا ہے، یا رقم ملی ہے جس کی ہے وہ نشانی بتا کر لے لے، اگر کوئی صحیح نشانی بتا دے تو اس کو دے دینا چاہیے۔

سوال: اگر بار بار اعلان کیا، انتظار کیا پھر بھی کوئی نہ آیا تو کیا کرے؟

جواب: تلاش کرنے اور اعلان کرنے کے بعد جب بالکل مایوسی ہو جائے کہ اب اس کا کوئی مالک نہیں ملے گا تو اس چیز کو صدقہ کر دے، اپنے پاس نہ رکھے، البتہ اگر وہ خود غریب، ضرورت مند ہو تو خود بھی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، لیکن صدقہ کرنے کے بعد اگر اس کا مالک آ گیا تو وہ اس سے اس کی قیمت لے سکتا ہے اور اگر مالک نے صدقہ کرنا منظور کر لیا تو اس کو اس صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔

جانور اور پھل:

سوال: اگر پالتو کبوتر، طوطا، مینا یا کوئی پالتو پرندہ کسی کے ہاں آ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی پالتو پرندہ کسی کے گھر میں آ گیا اور اس نے اس کو پکڑ لیا تو مالک کو تلاش کر کے پہنچانا واجب ہے، خود لے لینا حرام ہے۔

سوال: باغ میں آم، امرود یا دیگر پھل وغیرہ پڑے ہوں تو انہیں بلا اجازت استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: باغ میں آم یا امرود وغیرہ پڑے ہیں تو ان کو بلا اجازت اٹھانا اور کھانا حرام ہے، البتہ اگر کوئی ایسی کم قیمت چیز ہے کہ اس کو کوئی تلاش نہیں کرتا اور نہ اس کے لینے، کھانے سے کوئی برا مانتا ہے تو اس کو استعمال کرنا درست ہے، مثلاً: راستے میں بیر کا دانہ پڑا

ہوا ملا یا مٹھی بھر چنے ملے۔

مدفون خزانہ:

سوال: اگر کسی مکان یا جنگل میں خزانہ نکل آیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی مکان یا جنگل میں خزانہ نکل آیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو پڑی ہوئی چیز کا حکم ہے، خود لے لینا جائز نہیں، تلاش و کوشش کرنے کے بعد اگر مالک کا پتا نہ چلے تو اس کو صدقہ کر دے اور غریب ہو تو خود بھی لے سکتا ہے، مگر خود لے لینے یا دوسرے کو صدقہ کرنے کے بعد اگر مالک آ گیا اور اس صدقہ کرنے پر یا اس کے رکھ لینے پر راضی نہ ہو تو اس کو اپنے پاس سے وہ چیز دینی پڑے گی۔

☆☆☆☆
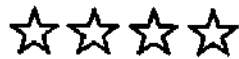
کتاب الشرکة

(شرکت کی تعریف واحکام)

تعریف اور اقسام:

سوال: شرکت کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: دو یا زیادہ آدمی مل کر کسی چیز کے مالک ہوں یا کوئی معاہدہ کر کے کاروبار شروع کریں تو اسے ''شرکت'' کہتے ہیں۔

سوال: شرکت کی قسمیں اور ان کے احکام کیا کیا ہیں؟

شرکت کی دو قسمیں ہیں:

١١- شرکتِ ملک:

یعنی کسی چیز میں مشترکہ ملکیت، جیسے: ایک شخص مر گیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملا کر دو آدمیوں نے ایک چیز خرید لی یا ایک شخص نے دو آدمیوں کو کوئی چیز ہبہ کر دی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ شرکاء میں سے کسی کے لیے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر اس مشترک چیز میں تصرف جائز نہیں۔

۲- شرکتِ عقد:

یعنی وہ شرکت جو کسی معاہدے کے تحت وجود میں آئے، جیسے: دو آدمیوں نے آپس میں معاہدہ کیا کہ ہم مشترک طور پر تجارت کریں گے۔ اس شرکت کی تین اقسام ہیں: (۱) شرکتِ اموال (۲) شرکتِ اعمال (۳) شرکتِ وجوہ۔

ان کی تعریف اور احکام یہ ہیں:

(الف) شرکتِ اموال:

یعنی دو آدمیوں نے اپنی اپنی رقم جمع کر کے یہ طے کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں گے۔ اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں کا سرمایہ نقد ہو۔ اگر دونوں کچھ سامان جمع کر کے مشترک طور پر تجارت کرنا چاہیں یا ایک کا سرمایہ نقد ہو اور دوسرے کا غیر نقد تو یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ: شرکتِ اموال میں یہ جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو اور دوسرے کا کم، اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہو، یعنی اگر یہ شرط طے ہو جائے کہ کسی کا مال کم اور کسی کا زیادہ ہوگا مگر نفع برابر تقسیم ہوگا یا مال برابر ہوگا مگر نفع مثلاً تہائی اور دو تہائی کے تناسب سے ہوگا تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ: شرکتِ اموال میں ہر شریک کے لیے مال شرکت میں تجارت سے متعلق ہر قسم کا تصرف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ معاہدہ کے خلاف نہ ہو، لیکن ایک شریک کے قرض کا مطالبہ دوسرے سے نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ: نفع ''فیصدی تناسب'' کے اعتبار سے مقرر ہونا چاہیے یعنی آدھا آدھا یا تہائی دو تہائی (۳۳.۳۳ اور ٦٦.٦٦ فیصد) وغیرہ، لہٰذا اگر اس کے برخلاف کوئی ''عدد'' مقرر ہوا مثلاً: یہ طے ہوا کہ ایک شخص کو دس ہزار روپے ملیں گے، باقی دوسرے کا ہوگا، تو یہ جائز نہیں۔

(ب) شرکتِ اعمال:

اس کو ''شرکت صنائع'' اور ''شرکت تقبل'' بھی کہتے ہیں، جیسے: دو درزی یا دو پنکچر لگانے والے آپس میں معاہدہ کر لیں کہ جس کے پاس جو کام آئے وہ اس کو لے لے اور جو مزدوری

ملے گی وہ آپس میں آدھی آدھی یا تہائی دو تہائی وغیرہ کے حساب سے تقسیم کرلیں گے، تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: اس قسم کی شرکت میں جو کام ایک نے لے لیا وہ دونوں پر لازم ہو گیا، مثلاً: ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لیے لیا تو کپڑے والا جس طرح اس سے کام کا مطالبہ کر سکتا ہے اسی طرح دوسرے شریک سے بھی کر سکتا ہے۔ اسی طرح جیسے کپڑا سینے والا اجرت کا مطالبہ کر سکتا ہے دوسرا بھی اجرت لے سکتا ہے اور جس طرح اصل کو اجرت دینے سے مالک سبکدوش ہو جاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دے دی تو بھی بری الذمہ ہو جائے گا۔

(ج) شرکت وجوہ:

یعنی شرکا کے پاس نہ مال ہے اور نہ کوئی پیشہ ہے، صرف آپس میں باہمی اتفاق سے یہ طے کیا کہ دکانداروں سے ادھار مال لے کر بیچا کریں گے۔ اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا اور جس تناسب سے شرکت ہوگی اسی تناسب سے نفع تقسیم ہوگا، یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو آدھے آدھے کے تناسب سے مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر مال کو تہائی دو تہائی کے تناسب سے مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی اسی کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

چند مسائل:

مسئلہ: ایک آدمی مر گیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کا سارا مال تمام حقداروں میں مشترک ہے، جب تک سب سے اجازت نہ لے لے تب تک اس کو کوئی اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا، اگر لائے گا اور نفع اٹھائے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: دو آدمیوں نے مل کر کوئی چیز خریدی تو وہ چیز دونوں کے درمیان مشترک ہے، کسی ایک کے لیے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس چیز کو استعمال کرنا یا بیچنا درست

نہیں۔

مسئلہ: شرکت کے مال میں سے کچھ چوری ہو گیا تو دونوں کا نقصان ہوا، ایسا نہیں ہوگا کہ جو نقصان ہو وہ سارے کا سارا ایک ہی کے ذمہ ڈال دیا جائے۔ اگر کسی ایک شریک نے یہ طے بھی کر لیا کہ اگر نقصان ہوا تو وہ سب میرے ذمہ ہوگا اور جو نفع ہوا وہ آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے تو یہ بھی درست نہیں۔

دو اہم مسئلے:

باپ بیٹوں کی مشترکہ کمائی کا حکم:

سوال: باپ اور بیٹوں کی مشترک کمائی کا کیا حکم ہے؟

جواب: باپ اور بیٹوں کے مشترک کاروبار کی صورت میں ساری کمائی باپ کی ملکیت شمار ہوتی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد سارا مال شرعی ورثہ کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔

بھائیوں کی مشترکہ کمائی کا حکم:

سوال: بھائیوں کی مشترک کمائی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کئی بھائی مشترک کاروبار کرتے ہوں اور ان کی ساری آمدنی مخلوط ہو تو ایسی صورت میں حاصل ہونے والی آمدنی میں سب بھائی برابر کے شریک ہوں گے۔ اگرچہ بظاہر بعض بھائی زیادہ ہوشیار اور تجربہ کار ہونے کی وجہ سے نسبتاً زیادہ کماتے ہوں۔

(إمداد الأحکام: ۳/۱۵۰، احسن الفتاویٰ: ٦/۱۹۳)

شریک کی ملازمت:

سوال: کیا شریک کو ملازم رکھنا جائز ہے؟

جواب: کاروبار میں شریک شخص کو ملازم رکھنا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۵/۱۸)

مشارکہ کا تصور

سوال: مشارکہ کسے کہتے ہیں؟ شرکت اور مشارکہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: ''مشارکہ'' ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا اسلامی طریقہ ہائے تمویل (Modes of Financing) کے سیاق و سباق میں بکثرت حوالہ آتا رہتا ہے۔ اس اصطلاح کا مروّجہ مفہوم ''شرکت'' کی اصطلاح سے ذرا محدود ہے جو عام طور پر اسلامی فقہ کی کتابوں میں استعمال ہوتی ہے، ان دونوں کے بنیادی تصور کو ظاہر کرنے کے لیے دونوں اصطلاحوں کی اس انداز سے تشریح کی جاتی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو سکیں۔

اسلامی فقہ میں ''شرکۃ'' کا معنی ہے ''حصہ دار بننا''۔ فقہ میں اس کی دو قسمیں کی جاتی ہیں۔ یہ پہلے بیان کی جا چکی ہیں، لیکن چونکہ بہت اہم ہیں، اور اس بحث کی ساری بنیاد انہی کے سمجھنے پر موقوف ہے، اس لیے آسان الفاظ میں دوبارہ سمجھ لیجیے۔

(۱) شركة الملك :

اس کا معنی ہے کہ دو یا زیادہ آدمیوں کی ایک ہی چیز میں مشترکہ ملکیت ہو۔ ''شرکۃ'' کی یہ قسم دو مختلف طریقوں سے وجود میں آتی ہے۔ کبھی تو یہ شرکت متعلقہ فریقوں (شرکاء) کے اپنے اختیار سے عمل میں آتی ہے، مثال کے طور پر دو شخص مل کر کوئی سامان خریدتے ہیں۔ یہ سامان مشترکہ طور پر دونوں کی ملکیت میں ہوگا اور اس مشترک چیز کے حوالے سے ان دونوں کے درمیان جو تعلق قائم ہوا ہے یہ ''شرکۃ الملک'' کہلاتا ہے۔ یہاں پر ان دونوں کے درمیان یہ تعلق دونوں کی اپنی مرضی سے وجود میں آیا ہے، اس لیے کہ ان دونوں نے خود اسے مشترکہ طور پر خریدنے کی راہ منتخب کی ہے۔

لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں شرکا کے کسی عمل کے بغیر ہی شرکت خود

بخود عمل میں آجاتی ہے، مثلاً: کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی ساری کی ساری مملوکہ چیزیں اس کی موت کے نتیجے میں خود بخود اس کے وارثوں کی مشترکہ ملکیت میں آجاتی ہیں۔

(۲) شرکۃ العقد :

یہ شرکت کی دوسری قسم ہے، اس سے مراد وہ شرکت ہے جو باہمی معاہدہ سے عمل میں آئے۔ اختصار کی خاطر ہم اس کا ترجمہ Joint Commercial Enterprise (مشترکہ کاروباری ادارہ) کر سکتے ہیں۔

شرکۃ العقد کی آگے پھر تین قسمیں ہیں:

۱- شرکۃ الاموال:

جس میں شرکا مشترکہ کاروبار میں اپنا اپنا کچھ سرمایہ لگاتے ہیں۔

۲- شرکۃ الاعمال :

جس میں شرکا مشترکہ طور پر گاہکوں کو چند خدمات مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور ان سے وصول ہونے والی فیس (اجرت) آپس میں پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم ہو جاتی ہے، مثلاً: دو آدمی اس بات پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے گاہکوں کو خیاطی کی خدمات فراہم کریں گے اور یہ شرط بھی طے کر لیتے ہیں کہ اس طرح حاصل ہونے والی اجرتیں ایک مشترکہ کھاتے میں جمع ہوتی رہیں گی اور دونوں کے درمیان تقسیم کی جائیں گی، قطع نظر اس سے کہ دونوں شرکاء کا کیا ہوا کام حقیقتاً کتنا ہے؟ یہ شرکۃ الاعمال کہلائے گی، اسے شرکۃ التقبل، شرکۃ الصنائع اور شرکۃ الابدان بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

(۳) شرکۃ الوجوہ :

شرکت کی تیسری قسم "شرکۃ الوجوہ" ہے۔ اس شرکت میں شرکاء کسی قسم کی بھی سرمایہ کاری نہیں کرتے، وہ بس اتنا ہی کرتے ہیں کہ اشیائے تجارت ادھار قیمت پر خرید کر نقد

قیمت پر بیچ دیتے ہیں۔ جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم کرلیا جاتا ہے۔

شراکت کی ان تینوں صورتوں کو اسلامی فقہ کی اصطلاح میں ''شرکۃ'' کہا جاتا ہے جبکہ ''مشارکہ'' کی اصطلاح فقہ کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ یہ اصطلاح ان حضرات نے آج کل متعارف کرائی ہے جنہوں نے اسلامی طریقہ ہائے تمویل پر لکھا ہے اور یہ اصطلاح عموماً ''شرکۃ'' کی اس خاص قسم تک محدود ہوتی ہے جسے شرکۃ الاموال کہا جاتا ہے۔ جہاں دو یا زیادہ افراد کسی مشترکہ کاروباری مہم میں اپنا اپنا سرمایہ لگاتے ہیں۔ تاہم بعض اوقات یہ اصطلاح (مشارکہ) شرکۃ الاعمال کو بھی شامل ہوتی ہے، جبکہ شرکت خدمات (Services) کے کاروبار میں وجود میں آئے۔

مذکورہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی ''شرکۃ'' کی اصطلاح ''مشارکہ'' کے اس مفہوم سے وسیع معنی رکھتی ہے جس کے لیے یہ لفظ (مشارکہ) آج کل استعمال ہو رہا ہے۔ ''مشارکہ'' کا مفہوم ''شرکۃ الاموال'' تک ہی محدود ہے، جبکہ شرکۃ کا لفظ مشترک ملکیت اور شراکت داری کی ساری صورتوں کو شامل ہے۔

مشارکہ کے پانچ بنیادی قواعد

بنیادی لوازم:

سوال: مشارکہ کے بنیادی قواعد بیان کریں؟

جواب: ''مشارکہ'' یا ''شرکۃ الاموال'' ایک ایسا تعلق ہے جو متعلقہ فریقوں کے باہمی معاہدے سے قائم ہوتا ہے، اس لیے یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ کسی عقد کے صحیح ہونے کے لیے جو لوازم ہوتے ہیں ان کا یہاں پایا جانا بھی ضروری ہے، مثال کے طور پر دونوں پارٹیوں میں عقد کرنے کی اہلیت بھی ہو (ان میں سے کوئی مجنون وغیرہ نہ ہو) یہ عقد کسی دباؤ، دھوکہ دہی اور غلط بیانی کے بغیر فریقین کی آزادانہ مرضی سے مکمل ہونا چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔ البتہ کچھ ایسے لوازم بھی ہیں جو ''مشارکہ'' کے معاہدے کے ساتھ ہی خاص ہیں، ان پر ذیل میں مختصراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ متعین منافع:

شرکاء میں تقسیم ہونے والے منافع کی شرح معاہدے کے نافذ العمل ہونے کے وقت طے ہو جانی چاہیے، اگر اس طرح شرح منافع طے نہ کی گئی تو عقد شرعاً درست نہیں ہوگا۔

۲۔ نفع کا متناسب حصہ:

ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہونی چاہیے، اس کی طرف سے کی جانے والی سرمایہ کاری کی نسبت سے نہیں۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لیے کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کر لی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کر لی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو (یعنی کسی شریک کے بارے میں یہ طے کرنے کی بجائے کہ حقیقی منافع کا اتنا فیصد لے گا، یہ طے کر لینا کہ

وہ اپنی لگائی ہوئی رقم کا اتنا فیصد لے گا، جائز نہیں ہے)

لہٰذا اگر ''الف اور ''ب'' ایک شرکت کرتے ہیں اور یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ ''الف'' ماہانہ دس ہزار روپیہ نفع میں سے اپنے حصہ کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع ''ب'' کا ہوگا تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کرلیا جاتا ہے کہ ''الف'' اپنی سرمایہ کاری کا پندرہ فیصد بطور منافع وصول کرے گا تو بھی یہ عقد صحیح نہیں ہوگا۔ نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار کو حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے۔

اگر کسی شرکت کے لیے کوئی لگی بندھی رقم یا اس کی سرمایہ کاری کا متعین فیصدی حصہ طے کیا جاتا ہے تو معاہدے میں اس بات کی بھی اچھی طرح تصریح ہونی چاہیے کہ یہ مدت کے اختتام پر ہونے والے آخری حساب کتاب کے تابع ہوگا، اس طرح سے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کوئی بھی حصہ دار اپنی جتنی رقم نکلوائے گا اس کے ساتھ جزوی اور ضمنی ادائیگی Payment on Account والا معاملہ کیا جائے گا اور اسے اس حقیقی نفع میں ایڈجسٹ کرلیا جائے گا جس کا وہ مدت کے اختتام پر مستحق ہوگا، اگر کاروبار میں کوئی نفع ہوا ہی نہیں یا توقع اور اندازے سے کم ہوا ہے تو اس شریک نے جو رقم نکلوائی ہے، وہ واپس کرنا ہوگی۔

۳- نفع کی شرح اور سرمایہ سے تناسب:

کیا یہ ضروری ہے کہ ہر شریک کے لیے طے کیا جانے والے نفع کا تناسب اس کی طرف سے لگائے گئے سرمایہ کے تناسب کے مطابق ہو؟ اس سوال کے بارے میں مسلم فقہاء کے مختلف نکتہ ہائے نظر ہیں۔

امام مالک اور امام شافعی کے مذہب کے مطابق ''مشارکہ'' کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کے تناسب کے بالکل مطابق ہی نفع حاصل کرے، لہٰذا اگر ''الف'' کی طرف سے لگایا گیا سرمایہ کل سرمایہ کا چالیس فیصد ہے تو وہ کل نفع کا بھی

چالیس فیصد ہی لے گا، ہر ایسا معاہدہ جس کی رُو سے وہ چالیس فیصد سے کم یا اس سے زیادہ نفع کا مستحق بنتا ہے مشارکہ کو شرعاً غیر صحیح بنا دے گا۔

اس کے برعکس امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفع کا تناسب سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہوسکتا ہے، اگر یہ بات حصہ داروں کے درمیان آزادانہ مرضی سے طے پا جائے، لہٰذا یہ جائز ہے کہ جس کی سرمایہ کاری چالیس فیصد ہے، وہ ساٹھ یا ستر فیصد نفع لے لے، جبکہ ساٹھ فیصد سرمایہ کاری والا نفع کا تیس یا چالیس فیصد لے۔

تیسرا نقطہ نظر وہ ہے جو امام ابوحنیفہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے، جسے پہلے ذکر کردہ دو نقطہ ہائے نظر کے درمیان ایک متوسط راہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عام حالات میں تو نفع کا تناسب سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہوسکتا ہے، لیکن اگر کوئی شریک معاہدے میں یہ صریح شرط لگا دیتا ہے کہ وہ "مشارکہ" کے لیے کوئی کام نہیں کرے گا اور مشارکہ کی پوری مدت کے دوران وہ غیر عامل حصہ دار (Sleeping Partner) رہے گا تو نفع میں اس کے حصے کا تناسب اس کی سرمایہ کاری کے تناسب سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔

۴۔ نقصان میں شرکت:

نقصان کی صورت میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کی نسبت ہی سے نقصان برداشت کرے گا، لہٰذا اگر ایک حصہ دار نے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خسارے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا ہوگا، اس سے کم یا زیادہ نہیں، اس کے خلاف معاہدے میں جو شرط بھی لگائی جائے گی، اس سے معاہدہ غیر صحیح ہو جائے گا۔ اس اصول پر (کہ نقصان سرمایہ کاری کی نسبت سے برادشت کرنا ہوگا) فقہاء کا اجماع ہے۔

لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہر شریک کا نفع یا نقصان دونوں میں حصہ اس کی سرمایہ کاری کے تناسب کے مطابق ہونا ضروری ہے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نفع کی نسبت تو شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہو سکتی ہے، لیکن نقصان حصہ داروں میں سے ہر ایک کی سرمایہ کاری کے تناسب سے تقسیم ہونا چاہیے۔ یہ اصول ایک مشہور فقہی مقولہ (Maxim) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

" الربح على ما اصطلحا عليه، والوضيعة على قدر المال ."

" نفع فریقین میں طے پانے والی نسبت پر مبنی ہو گا اور خسارہ رأس المال کے مطابق۔"

۵- سرمایہ کی نوعیت:

اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ ہر حصہ دار کی طرف سے لگایا جانے والا سرمایہ سیال (Liquid) شکل میں ہونا چاہیے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ مشارکہ کا معاہدہ زر (Money) میں ہونا چاہیے، تاہم اس مسئلے میں فقہاء کے مختلف نکتہ ہائے نظر موجود ہیں۔ امام مالک کے نزدیک سرمایہ کا نقد شکل میں ہونا مشارکہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے، اس لیے یہ جائز ہے کہ کوئی شریک مشارکہ میں اپنا حصہ اشیاء کی شکل میں ڈالے، لیکن اس صورت میں شریک کے حصے کا تعین تاریخ معاہدہ کے مارکیٹ ریٹ کے مطابق قیمت لگا کر کیا جائے گا۔ بعض حنبلی فقہاء نے بھی اسی نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے۔

بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا نکتۂ نظر زیادہ سہل اور معقول معلوم ہوتا ہے اور یہ جدید کاروبار کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، اس لیے موجودہ حالات میں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

کتاب الوقف

(وقف کے احکام)

تعارف وفضیلت:

سوال: وقف کا شرعی مفہوم کیا ہے؟ اور اس کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: اپنی کوئی جائیداد، جیسے: مکان، باغ، گاؤں وغیرہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہمیشہ کے لیے فقیروں، مسکینوں، غریبوں کے لیے مخصوص کر دی کہ اس گاؤں کی ساری آمدنی فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کر دی جائے یا باغ کا سارا پھل غریبوں کو دیدیا جائے یا اس مکان میں مسکین لوگ رہا کریں، تو اس کو ''وقف'' کرنا کہتے ہیں۔ اس کا بڑا ثواب ہے۔ نیک کام مرنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں، لیکن یہ ایسا نیک کام ہے کہ جب تک وہ جائیداد باقی رہے گی اور مستحقین کو سہولت اور فائدہ ملتا رہے گا، مسلسل قیامت تک اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

مسئلہ: اگر اپنی کوئی چیز وقف کرنا ہو تو کسی اچھے دیانت دار آدمی کو متولی بنا کر اس کے سپرد کر دے کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرے، تاکہ جس کام کے لیے وقف کیا ہے، اسی میں خرچ ہوا کرے، کہیں بے جا خرچ نہ ہونے پائے۔

مسئلہ: جس چیز کو وقف کر دیا اب وہ چیز اس کی نہیں رہی، اللہ تعالیٰ کی ہو گئی۔ اب اسے کسی کو بیچنا درست نہیں۔ اب اس میں کوئی شخص اپنا دخل نہیں دے سکتا، جس کام کے لیے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جائے گا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: مسجد کی کوئی چیز، جیسے: اینٹ، گارا، چونا، لکڑی، پتھر وغیرہ اپنے استعمال میں لانا درست نہیں، چاہے کتنی ہی ناکارہ ہوگئی ہو، بلکہ اس کو بیچ کر مسجد ہی میں لگا دینا چاہیے۔

سوال: اگر وقف کرنے والا یہ چاہے کہ جب تک میں زندہ رہوں مجھے بھی اس میں سے کچھ ملتا رہے، کیا یہ ممکن ہے؟

جواب: وقف میں یہ شرط لگانا بھی درست ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقف کی آمدنی کا کل یا بعض حصہ اپنے خرچ میں لایا کروں گا، پھر میرے بعد فلاں کارِ خیر میں خرچ ہوا کرے۔ اگر یوں کہہ دیا تو اتنی آمدنی لینا اس کے لیے جائز اور حلال ہے اور یہ بڑا آسان طریقہ ہے کہ اس میں اپنے آپ کو بھی کسی طرح کی تکلیف اور تنگی ہونے کا اندیشہ نہیں اور جائیداد بھی وقف ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر یہ شرط رکھے کہ پہلے اس کی آمدنی میں سے میری اولاد کو اتنا دے دیا جایا کرے، پھر جو بچے وہ اس نیک کام میں خرچ ہو جائے، یہ بھی درست ہے اور اولاد کو اتنا دیا جائے گا جتنا اس نے مقرر کیا۔

چند اہم مسائل:

سوال: مسجد کب شرعی مسجد ہو جاتی ہے؟

جواب: حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسجد کا وقف صحیح ہونے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے: "جعلته مسجداً" یعنی میں نے اس کو مسجد بنا دیا۔ فتویٰ اسی قول پر ہے۔

سوال: مسجد یا مدرسہ سے وقف قرآن منتقل کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر واقف نے خاص مسجد یا خاص مدرسہ کے لیے قرآن یا کتاب کو وقف کیا ہے تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔

سوال: قبرستان کے درختوں کا پھل کھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر واقف نے صرف زمین وقف کی ہو، درخت وقف نہ کیے ہوں تو وہ درخت اسی کی ملک ہیں، اس کی اجازت کے بغیر ان کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں، مگر اس کو مجبور کیا جائے گا کہ ان درختوں کو اکھاڑ کر قبرستان کی زمین فارغ کردے۔

اگر واقف نے زمین کے ساتھ درخت بھی وقف کیے ہیں تو جو وقف کا مصرف ہے وہی ان درختوں اور ان کے پھلوں کا بھی ہے۔

(أحسن الفتاوی: ٦/٤١٨)

سوال: مسجد کے لیے وصیت کی گئی رقم مدرسہ پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کسی نے وصیت کی کہ مثلاً میرا مکان میرے مرنے کے بعد مسجد میں دے دینا تو وصیت کے مطابق مسجد ہی کو دینا ضروری ہے، مدرسہ میں دینا جائز نہیں۔

(أحسن الفتاوی: ٦/٤٢١)

سوال: کیا مسجد کے نیچے دکانیں بنانا درست ہے؟

جواب: زمین کے جتنے حصے کو ایک بار شرعی مسجد بنا دیا گیا ہو، اس کے اندر اور اوپر نیچے دکانیں وغیرہ بنانا جائز نہیں، البتہ اگر مسجد شرعی قرار دینے سے پہلے مسجد کے نیچے دکانیں یا مسجد کے لیے کوئی اور چیز بنانا طے کرلیا گیا ہو اور اس کی عام اطلاع بھی کردی گئی ہو یا تحریر لکھ لی گئی ہو تو جائز ہے بشرطیکہ یہ دکانیں مسجد کے مصارف کے لیے وقف ہوں۔

(إمداد الفتاوی: ٦٧٤، إمداد المفتین: ٦٧٤، إمداد الأحکام: ٢/٢٣٢، أحسن الفتاوی: ٦/٤٤٤)

سوال: کیا مسجد کی جگہ منتقل کرنا ممکن ہے؟

جواب: جو جگہ مسجد بن گئی اب قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی، اس جگہ کو کسی دوسرے کام میں لگانا ہرگز جائز نہیں، البتہ اگر کوئی مسجد بالکل ویران ہو جائے اور اس کے آس پاس

کوئی آبادی نہ رہے اور اس کا سامان چوری ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس مسجد کو مقفل کر کے محفوظ کرنا یا اس کے سامان کو کسی آباد مسجد میں لگا دینا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی اس مسجد کی زمین کو کسی دوسرے کام زراعت وغیرہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، بلکہ وہ جگہ بدستور مسجد ہی رہے گی اور دوسری مساجد کی طرح اس کا احترام بھی لازم ہے۔

سوال: مسجد میں مانگنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس شخص کے پاس ایک وقت کا کھانا ہو یا کمانے پر قدرت ہو، اس کے لیے سوال کرنا اور اسے دینا حرام ہے، مسجد میں سوال کرنا یا سائل کو دینا دہرا گناہ ہے، لہٰذا مسجد میں سوال کرنے والے کو روکنا فرض ہے، باز نہ آئے تو مسجد سے نکال دیا جائے، مگر یہ حکم مسجد کے منتظمین یا ان لوگوں کے لیے ہے جو اس پر قادر ہوں، یہ بھی ضروری ہے کہ تمام نمازیوں کے سامنے یہ مسئلہ کھول کر بیان کیا جائے۔

(إمداد الفتاویٰ: ۲/ ۷۱۰، أحسن الفتاویٰ: ٦/ ٤٦٠)

کتاب البیوع

(خرید و فروخت کے احکام)

رزقِ حلال کی جستجو:

سوال: شریعت میں رزقِ حلال کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: حدیث میں ہے: ''حلال (مال) تلاش کرنا فرض ہے دیگر فرائض کے بعد۔'' (مشکوۃ المصابیح: ۲۷۸۱)

مطلب یہ ہے کہ دیگر فرائض یعنی نماز، زکوۃ، روزہ وغیرہ ارکانِ اسلام کے بعد حلال روزی تلاش کرنا فرض ہے اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جسے لازمی اخراجات کے لیے مال کی ضرورت ہو، چاہے اپنے لیے یا اپنے اہل و عیال کے لیے۔ جس شخص کے پاس بقدرِ ضرورت مال موجود ہے، مثلاً: وہ صاحبِ جائیداد ہے یا اور کسی طریقہ سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا، اس لیے کہ مال حق تعالیٰ نے ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، کیونکہ کھانے، پینے اور پہننے کے بغیر عبادت نہیں ہو سکتی۔ پس مال خود مقصود نہیں، بلکہ مقصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، لہٰذا جب بقدرِ ضرورت حاصل ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کی وجہ سے اور زیادہ طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہیے۔ جس کے پاس بقدرِ ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں، بلکہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ مال کی حرص اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی اور مال کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے۔

اس بات کا ہمیشہ اہتمام رہے کہ حلال مال حاصل ہو، حرام کی طرف مسلمانوں کو بالکل توجہ نہیں دینی چاہیے، اس لیے کہ حرام مال بے برکت ہوتا ہے اور حرام کھانے والا دین و دنیا میں ذلت اور اللہ تعالیٰ کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آج کل حلال مال کمانا ممکن نہیں اور حلال مال نہیں ملتا۔ یہ سراسر غلط اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ اچھی طرح یاد رکھیے کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ جس کی نیت حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال عطا فرماتے ہیں اور یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے اور قرآن وحدیث میں تو جا بجا یہ وعدہ آیا ہے۔ اس نازک زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے جن بندوں نے حرام اور شبہہ کے مال سے اپنے آپ کو روک لیا ہے، ان کو حق تعالیٰ عمدہ حلال مال عطا فرماتے ہیں اور وہ لوگ حرام خوروں سے زیادہ راحت وعزت سے رہتے ہیں۔ جو شخص اپنے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے اور جا بجا قرآن وحدیث میں یہ باتیں پڑھتا ہے، وہ ایسے جاہلوں کی باتوں کی کوئی پروا نہیں کرسکتا۔ لوگ مال کے بارے میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں، ناجائز نوکریاں کرتے ہیں، ملاوٹ کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں، دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں، یہ سب حرام ہے اور خوب یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں، جتنا تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا، پھر بدنیتی کرنا اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا کون سی عقل کی بات ہے۔

حرام سے بچنے کا اہتمام:

سوال: رزقِ حرام کے کیا نقصانات ہیں؟ حرام سے بچنے کی فضیلت بیان کر دیجیے۔

جواب: حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہے اور صرف پاک وحلال مال قبول فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی چیز کا حکم فرمایا ہے جس کا پیغمبروں کو حکم فرمایا اور فرمایا: ''اے پیغمبرو! پاک یعنی حلال چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو'' اور فرمایا:

''اے ایمان والو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے اس آدمی کا تذکرہ فرمایا جو (حج اور طلبِ علم وغیرہ کے لیے) لمبا سفر کرتا ہے اور اس دوران وہ پراگندہ حال اور گرد آلود ہوتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: ''اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار!'' حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے اور اس کا لباس حرام ہے اور مال حرام سے پالا گیا ہے (اس نے بالغ ہونے کے بعد مالِ حرام سے ضرورتیں پوری کر کے پرورش پائی ہے) پس اس کی یہ دعا کیسے قبول کی جائے؟''

مطلب یہ ہے کہ اس قدر مشقتیں برداشت کرنے کے باوجود مال حرام استعمال کرنے کی وجہ سے ہرگز دعا قبول نہیں ہوگی۔ اگر کبھی کوئی مقصد پورا ہو بھی گیا تو وہ دعا قبول ہونے کی وجہ سے نہیں ہوگا، بلکہ تقدیر الٰہی سے ہوگا، جیسے: کافروں کے مقصود پورے ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ دعا قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر نظرِ رحمت فرمائیں اور رحمت کی وجہ سے اس کا مقصود حاصل ہو اور اس طلب پر اس کو ثواب بھی ملے، جبکہ حرام خور جیسے نافرمان پر توبہ واستغفار کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے سچی محبت اور آخرت کی فکر ہوتی ہے، وہ مشتبہ مال سے بھی بچتا ہے، چہ جائیکہ اس کا کھانا پینا وغیرہ خالص حرام سے ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر شاگرد عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''مشتبہ مال کا ایک درہم واپس کر دینا (جو ہدیہ وغیرہ میں ملا ہو) مجھے چھ لاکھ درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

چونکہ حلال مال کی طرف لوگوں کی توجہ بہت کم ہے اس لیے بار بار تاکید سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ دنیا میں اصل مقصود انسان اور جنات کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جنات اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، لہٰذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو اور کھانا پینا اس لیے ہے کہ قوت پیدا ہو جس سے اللہ تعالیٰ کا نام لے سکے، یہ مطلب نہیں کہ دن رات لذتوں میں

مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جائے اور اس کی نافرمانی کرے۔ بعض جاہلوں کا یہ خیال ہے کہ دنیا میں صرف کھانے پینے اور مزے اڑانے کے لیے آئے ہیں، یہ سخت بد دینی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ جہالت جیسی بری بلا سے حفاظت فرمائے۔

سوال: شرعی ہدایات کے تحت تجارت و کاروبار کے کیا فضائل ہیں؟

جواب: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سچا اور امانت دار تاجر (قیامت میں) انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔'' دین اسلام کی خوبصورتی دیکھیے! دنیا میں رہتے ہوئے اور بازار جیسی جگہوں میں ہوتے ہوئے کس طرح انسان آخرت میں اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے۔

سوال: تاجر سے جو تھوڑی بہت کمی کوتاہی ہو جاتی ہے، اس کی تلافی کی کوئی صورت ہے؟

جواب: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے تاجروں کی جماعت! بیشک خرید و فروخت ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو باتیں ہو جاتی ہیں اور قسم کھائی جاتی ہے، پس اس میں صدقہ ملالیا کرو۔''

یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بہت بری بات ہے اور اس کی تلافی کے لیے صدقہ کرنا چاہیے تاکہ ان لغویات وغیرہ کا جو بغیر ارادے کے ہوگئی ہیں کفارہ ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر اور گناہ گار اٹھائے جائیں گے، مگر وہ شخص جو بچتا رہا اور نیکی کی اور سچ بولا۔'' یعنی خرید و فروخت میں کوئی گناہ نہ کیا، تو وہ اس وبال سے بچ جائے گا۔

خرید وفروخت کے چند بنیادی قواعد

تعارف اور بنیادی حکم:

سوال: شریعت میں ''بیع'' کسے کہتے ہیں اور اس کے بنیادی قواعد کیا ہیں؟

جواب: شریعت میں بیع کی تعریف یہ ہے: ''قیمت رکھنے والی چیز کا قیمت والی چیز ہی کے بدلے میں باہمی رضا مندی سے تبادلہ''۔ فقہائے کرام نے عقدِ بیع کے بارے میں بہت سے قواعد ذکر کیے ہیں اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے لیے متعدد جلدوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں دس اہم قواعد پر مختصر گفتگو کی جاتی ہے۔

قاعدہ ۱: وُجود:

بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت موجود ہونی چاہیے۔ لہٰذا جو چیز ابھی تک وجود میں نہیں آئی، اسے بیچا بھی نہیں جا سکتا۔ اگر کسی غیر موجود چیز کی بیع کی گئی اگرچہ باہمی رضا مندی سے ہی ہو، یہ بیع شرعاً باطل ہوگی۔

مثال: ''الف'' اپنی گائے کا بچہ جو کہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا ''ب'' کو بیچتا ہے، یہ بیع باطل ہے۔

قاعدہ ۲: ملکیت:

فروخت کی جانے والی چیز بیع کے وقت بائع کی ملکیت میں ہو۔ لہٰذا جو چیز فروخت کرنے والے کی ملکیت میں نہیں، اسے بیچا بھی نہیں جا سکتا، اگر اس کی ملکیت حاصل کرنے سے پہلے اسے بیچتا ہے تو بیع باطل ہوگی۔

مثال: ''الف'' ''ب'' کو ایک کار بیچتا ہے جو فی الحال ''ن'' کی ملکیت میں ہے، لیکن اسے امید ہے کہ وہ کار ''ج'' سے خرید لے گا اور بعد میں ''ب'' کے حوالے کر دے گا، یہ بیع

باطل ہے، اس لیے کہ کار بیع کے وقت ''الف'' کی ملکیت میں نہیں تھی۔

قاعدہ ۳: قبضہ:

بیع کے وقت بیچی جانے والی چیز بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو۔ ''معنوی'' قبضے سے مراد ایسی صورت حال ہے جس میں قبضہ کرنے والے نے وہ چیز ظاہری طور پر اپنی تحویل میں نہیں لی، لیکن اس کی دسترس میں آگئی ہے اور اس کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں اس کی طرف منتقل ہوگئی ہیں، جن میں اس چیز کے ضیاع کا خطرہ بھی شامل ہے، یعنی یہ چیز اگر ضائع ہوگئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ خریدار کی ضائع ہوئی۔

مثال ۱: ''الف'' نے ''ب'' سے ایک کار خریدی، ''ب'' نے ابھی تک یہ کار ''الف'' یا اس کے وکیل کے حوالے نہیں کی...... ''الف'' یہ کار ''ج'' کو فروخت نہیں کرسکتا۔ اگر وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچ دیتا ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

مثال ۲: ''الف'' نے ''ب'' سے ایک کار خریدی ''ب'' اس کار کی تعیین اور نشاندہی کرنے کے بعد اسے ایک ایسے گیراج میں کھڑا کردیتا ہے جہاں ''الف'' کی آزادانہ رسائی ہے اور ''ب'' اسے اجازت دے دیتا ہے کہ وہ گاڑی کو وہاں سے جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔ گاڑی کا رسک ''الف'' کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔ اب گاڑی اس کے معنوی قبضے میں ہے۔ اگر ''الف'' اس پر ظاہری اور حسی قبضہ کیے بغیر ''ج'' کو بیچ دیتا ہے تو بیع صحیح ہوگی۔

وضاحت ۱:

قاعدہ ۱ تا ۳ کا لب لباب یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی چیز نہیں بیچ سکتا جو:

۱- ابھی وجود میں نہ آئی ہو۔

۲- بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو۔

۳- بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں نہ ہو۔

وضاحت ۲:

عملی بیع اور صرف بیع کا وعدہ کر لینے میں بڑا فرق ہے۔ عملی بیع اس وقت تک مؤثر نہیں ہوتی جب تک کہ مذکورہ تین شرطیں پوری نہ کر لی جائیں، البتہ کوئی شخص ایسی چیز کے بیچنے کا وعدہ کر سکتا ہے جو کہ اس کی ملکیت یا قبضے میں نہیں ہے۔ بنیادی طور پر وعدۂ بیع سے وعدہ کرنے والے پر صرف ایک اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے، اس میں عموماً عدالتی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی، تاہم بعض مخصوص صورتوں میں خصوصاً جبکہ وعدہ کی وجہ سے دوسرے فریق پر ذمہ داری کا کوئی بوجھ پڑ گیا ہو تو اس وعدے پر بذریعہ عدالت بھی عمل کرایا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں عدالت وعدہ کنندہ کو اپنے وعدہ کی تکمیل پر یعنی عملاً بیع کرنے پر مجبور کرے گی۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو عدالت اسے حکم دے گی کہ دوسرے فریق کو وعدہ خلافی کی وجہ سے جو حقیقی نقصان ہوا ہے، وہ اسے ادا کرے۔

لیکن عملاً بیع اس وقت نافذ اور مؤثر ہوگی جبکہ وہ سامان بائع کے قبضے میں آجائے۔ اس صورت میں نئے ایجاب وقبول کی ضرورت ہوگی اور جب تک اس طرح سے بیع نہ ہو جائے اس کے قانونی نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔

استثناء:

قاعدہ ۱ تا ۳ میں ذکر کردہ اصول میں دو قسم کی بیع میں چھوٹ دی گئی ہے:

۱- بیع سلم ۲- استصناع

ان دونوں قسم کی بیع پر آگے چل کر مستقل باب میں بحث کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قاعدہ ٤: غیر مشروط:

بیع غیر مشروط اور فوری طور پر نافذ العمل ہونی چاہیے، لہٰذا جو بیع مستقبل کی کسی تاریخ

کی طرف منسوب ہو یا مستقبل میں پیش آنے والے کسی واقعہ پر موقوف ہو وہ باطل ہوگی۔ اگر فریقین بیع کو صحیح کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس وقت از سر نو بیع کرنا ہوگی، جب مستقبل کی وہ تاریخ آجائے یا وہ شرط پائی جائے جس پر بیع موقوف تھی۔

مثالیں:

۱۔ ''الف'' یکم جنوری کو ''ب'' سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنی کار یکم فروری کو بیچتا ہوں۔ یہ بیع باطل ہوگی، اس لیے کہ اسے مستقبل کی ایک تاریخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۲۔ ''الف'' ''ب'' سے کہتا ہے کہ اگر فلاں پارٹی الیکشن جیت گئی تو میری کار تمہارے ہاتھ بکی ہوئی تصور ہوگی۔ یہ بیع بھی باطل ہے، اس لیے کہ اسے مستقبل کے ایک واقعے پر موقوف کیا گیا ہے۔

قاعدہ۵: مالیت:

بیچی جانے والی چیز ایسی ہو جس کی کوئی قیمت ہو، لہٰذا کاروباری عرف میں جس چیز کی کوئی قیمت نہ ہو، اس کی بیع نہیں ہوسکتی۔

قاعدہ۶: جواز:

بیچی جانے والی چیز ایسی نہ ہو جس کا حرام مقصد کے علاوہ کوئی اور استعمال ہی نہ ہو، جیسے: خنزیر اور شراب وغیرہ۔

قاعدہ۷: وضاحت:

جس چیز کی بیع ہو رہی ہو وہ واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے اور خریدار کو اس کی شناخت کرائی جانی چاہیے۔

وضاحت:

بیچی جانے والی چیز کی تعیین اشارہ کر کے بھی ہو سکتی ہے اور ایسی تفصیلی وضاحت سے بھی ہو سکتی ہے جس سے وہ چیز ان اشیاء سے ممتاز ہو جائے جن کی بیع مقصود نہیں ہے۔

مثال: ایک بلڈنگ ہے جس میں ایک انداز کے بنے ہوئے کئی اپارٹمنٹ ہیں۔ ''الف'' جو کہ بلڈنگ کا مالک ہے ''ب'' سے کہتا ہے کہ ''میں تمہیں ان اپارٹمنٹس میں سے ایک بیچتا ہوں۔'' ''ب'' قبول بھی کر لیتا ہے، تو بیع صحیح نہیں ہوگی، جب تک کہ زبانی وضاحت کے ساتھ یا اشارہ کر کے ایک اپارٹمنٹ کی تعیین نہ کر دی جائے۔

قاعدہ۸: حوالگی پر قدرت:

بیچی جانے والی چیز پر خریدار کا قبضہ کرایا جانا یقینی ہو۔ یہ قبضہ محض اتفاق پر مبنی یا کسی شرط کے پائے جانے پر موقوف نہیں ہونا چاہیے۔

مثال: ''الف'' اپنی ایسی کار بیچتا ہے جو کسی نامعلوم شخص نے چرالی ہے اور دوسرا شخص اس امید پر خرید لیتا ہے کہ ''الف'' یہ کار دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، یہ بیع صحیح نہیں ہوگی۔

قاعدہ۹: قیمت کی تعیین:

قیمت کی تعیین بھی بیع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری شرط ہے۔ اگر قیمت متعین نہیں ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

مثال: ''الف'' ''ب'' سے کہتا ہے کہ اگر ادائیگی ایک ماہ کے اندر کرو گے تو قیمت پچاس روپے ہوگی اور اگر دو ماہ میں کرو گے تو پچپن روپے ہوگی۔ ''ب'' بھی اس سے متفق ہو جاتا ہے، تو چونکہ قیمت غیر متعین ہے، اس لیے بیع صحیح نہیں ہوگی، الا یہ کہ دو متبادل قیمتوں میں سے ایک کی تعیین بیع کے وقت ہی کر لی جائے۔

قاعدہ ۱۰: شرط فاسد سے خالی:

بیع میں کوئی شرط نہیں ہونی چاہیے، جس بیع میں کوئی شرط لگائی جائے وہ فاسد ہوگی، الا یہ کہ وہ شرط کاروباری عرف میں مروّج ہو اور اس کا عام چلن ہو۔

مثالیں:

۱- ''الف'' ''ب'' سے ایک کار اس شرط پر خریدتا ہے کہ وہ اس کے بیٹے کو اپنی فرم میں ملازم رکھے گا۔ بیع چونکہ مشروط ہے اس لیے فاسد ہوگی۔

۲- ''الف'' ''ب'' سے ایک ریفریجریٹر اس شرط پر خریدتا ہے کہ ''ب'' دو سال تک اس کی مفت سروس کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ شرط چونکہ اس طرح کے معاملے کے حصے کے طور پر متعارف ہے اس لیے صحیح ہے اور بیع بھی درست ہے۔

بیع کے دو طریقے:

سوال: بیع کب منعقد ہوتی ہے؟

جواب: قول اور فعل دو طریقوں سے منعقد ہوتی ہے:

۱- قول: جب ایک شخص نے کہا: ''میں نے یہ چیز اتنی قیمت پر بیچ دی'' اور دوسرے نے کہا: ''میں نے لے لی'' تو وہ چیز فروخت ہوگئی اور جس نے خرید لی ہے وہی اس کا مالک بن گیا۔ اب اگر بائع (بیچنے والا) چاہے کہ میں نہ بیچوں یا مشتری (خریدنے والا) چاہے کہ میں نہ خریدوں، تو دوسرے فریق کی مرضی کے بغیر ایسا نہیں ہوسکتا۔ بائع کو دینا پڑے گا اور مشتری کو لینا پڑے گا۔ اس بک جانے کو ''بیع'' کہتے ہیں۔

۲- فعل: کسی نے کسی چیز کی قیمت معلوم کرکے قیمت بیچنے والے کو دے دی اور وہ چیز اٹھالی اور اس نے خوشی سے قیمت لے لی، نہ بیچنے والے نے زبان سے کہا: ''میں نے یہ چیز اتنی قیمت پر بیچی''، نہ خریدنے والے نے کہا کہ میں نے خریدی، تو اس طرح لین دین

سے بھی چیز بک جاتی ہے اور یہ بیع درست ہے۔

کچھ لینا اور کچھ نہ لینا:

سوال: اگر بیچنے والا چند چیزوں کو اکٹھا بیچ رہا ہے تو کیا خریدنے والے کو یہ اختیار ہے کہ ان میں سے کچھ لے اور کچھ نہ لے؟

جواب: بیچنے والے کی مرضی کے بغیر ایسا نہیں کرسکتا۔ مثلا: کسی کے پاس متفرق چیزوں کا سیٹ ہے، مثلاً: قلم، دوات، کاپی، پنسل، اس نے کہا: ''یہ سب چیزیں میں نے پچاس روپے میں بیچیں'' تو لینے والے کو یہ اختیار نہیں کہ اس کی رضامندی کے بغیر کچھ چیزیں لے لے اور کچھ نہ لے، کیونکہ وہ سب کو ساتھ ملا کر بیچنا چاہتا ہے، البتہ اگر ہر چیز کی قیمت الگ الگ بتادے تو اس میں سے ایک چیز بھی خرید سکتا ہے۔

اہم بات:

خرید وفروخت میں یہ نہایت ضروری ہے کہ جو چیز خریدے ہر طرح سے اس کو متعین کرلے۔ کوئی بات ایسی مبہم اور گول مول نہ رکھے جس سے جھگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح قیمت بھی صاف صاف مقرر اور طے ہو جانی چاہیے۔ اگر دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی طرح معلوم اور طے نہیں ہوگی تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔ مثلا کسی نے یوں کہا: ''آپ یہ چیز لے لیں، قیمت طے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو قیمت ہوگی آپ سے وہی لی جائے گی'' یا یوں کہا: ''آپ یہ چیز لے لیں، میں پوچھ کر جو کچھ قیمت ہوگی پھر بتادوں گا'' یا یوں کہا: ''اسی طرح کی چیز فلاں نے لی ہے جو قیمت اس نے دی ہے وہی قیمت آپ بھی دے دیں'' یا اس طرح کہا: ''جو آپ کا جی چاہے دے دیں، میں ہرگز انکار نہیں کروں گا، جو کچھ آپ دے دیں لے لوں گا'' یا اس طرح کہا: ''بازار سے معلوم کرلو، جو اس کی قیمت ہو وہ دے دینا'' یا یوں کہا: ''فلاں کو دکھادو، جو قیمت وہ بتادے تم وہی دے دینا'' تو ان سب صورتوں

میں بیع فاسد ہے، البتہ اگر اسی جگہ قیمت صاف صاف معلوم ہوگئی تو بیع درست ہو جائے گی اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد معاملہ صاف ہوا تو پہلی بیع فاسد رہی، البتہ اب دوبارہ نئے سرے سے بیع کی جاسکتی ہے۔

بیع مؤجل

(ادھار ادائیگی کی بنیاد پر بیع)

تعارف اور حکم:

سوال: بیع مؤجل کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

جواب: ایسی بیع جس میں فریقین اس بات پر اتفاق کرلیں کہ قیمت کی ادائیگی بعد میں کی جائے گی "بیع مؤجل" (ادھار بیع) کہلاتی ہے۔ "بیع مؤجل" جائز ہے بشرطیکہ ادائیگی کی تاریخ غیر مبہم طور پر طے کرلی گئی ہو۔

مسئلہ: ادائیگی کا وقت متعین تاریخ کے حوالے سے بھی طے کیا جاسکتا ہے، مثلاً: یکم جنوری کو ادائیگی ہوگی اور متعین مدت کے حوالے سے بھی، مثلاً: تین ماہ بعد ادائیگی ہوگی، لیکن ادائیگی کا وقت مستقبل کے کسی ایسے واقعے کے حوالے سے متعین نہیں کیا جاسکتا جس کی حتمی تاریخ غیر معلوم یا غیر یقینی ہو۔ اگر ادائیگی کا وقت غیر متعین یا غیر یقینی ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اگر ادائیگی کے لیے ایک خاص مدت متعین کی گئی ہے، مثلاً: ایک ماہ، تو اس کا آغاز قبضے کے وقت سے ہوگا، اِلاّ یہ کہ فریقین کسی اور بات پر متفق ہوجائیں۔

ادھار کی بنا پر قیمت میں اضافہ:

مسئلہ: ادھار کی صورت میں قیمت نقد سے زائد بھی ہوسکتی ہے، لیکن عقد کے وقت ہی اس کی تعیین ہوجانا ضروری ہے۔

مسئلہ: ایک دفعہ جو قیمت متعین ہوگئی، اس میں وقت سے پہلے ادائیگی کی وجہ سے کمی کرنا یا ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے اضافہ کرنا درست نہیں۔

قسطوں پر خرید وفروخت:

سوال: خریدار کو بروقت قسطیں ادا کرنے یا ادائیگی میں تاخیر نہ کرنے کے لیے کون سی شرائط لگائی جاسکتی ہیں؟

جواب: اگر ادھار بیع قسطوں پر ہوئی ہے تو بائع یہ شرط بھی عائد کر سکتا ہے کہ اگر خریدار کسی بھی قسط کی بروقت ادائیگی میں ناکام رہا تو باقی ماندہ تمام اقساط فوری طور پر واجب الادا ہو جائیں گی۔

مسئلہ: قسطوں کی ادائیگی یقینی بنانے کے لیے بائع خریدار سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ اسے کوئی سیکورٹی فراہم کرے چاہے وہ رہن کی شکل میں ہو یا اس کے موجودہ اثاثوں میں کسی اثاثے کے ذریعے اپنی رقم کی وصولی کے حق کی صورت میں ہو۔

مسئلہ: خریدار سے پرامیسری نوٹ یا ہنڈی پر دستخط کا مطالبہ بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن اس پرامیسری نوٹ یا ہنڈی کو کسی تیسرے فریق کے ہاتھ اس پر لکھی ہوئی قیمت سے کم یا زیادہ پر بیچا نہیں جاسکتا۔

ادائیگی میں مہلت:

مسئلہ: ایک مہینے کے وعدے پر کوئی چیز خریدی، پھر ایک مہینہ پورا ہونے کے بعد بیچنے والے سے کہا کہ پندرہ دن کی مہلت اور دیدو اور وہ بیچنے والا بھی اس پر راضی ہو گیا، تو پندرہ دن کی مہلت اور مل گئی اور اگر وہ راضی نہیں ہوا تو کسی وقت بھی مطالبہ کر سکتا ہے۔

ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر:

مسئلہ: جب کسی کے پاس رقم موجود ہو تو ناحق کسی کو ٹالنا کہ آج نہیں کل آنا، اِس وقت نہیں اُس وقت آنا، ابھی کھلّے نہیں، جب کھلّے ہو جائیں گے تو دے دیں گے، یہ سب باتیں حرام ہیں۔ جب وہ مانگے اسی وقت کھلے کروا کر قیمت ادا کر دینا چاہیے، البتہ اگر

ادھار خریدا ہے تو جتنے دن کے وعدے پر خریدا ہے اتنے دن کے بعد دینا واجب ہوگا، وعدہ کا وقت پورا ہونے کے بعد ٹالنا جائز نہیں، لیکن اگر واقعتاً کسی کے پاس نہیں، نہ کہیں سے انتظام کر سکتا ہے تو مجبوری ہے، جب مل جائے اس وقت ٹال مٹول نہ کرے۔

خیار کی تین اقسام

سوال: بیع میں خیار کی کتنی قسمیں ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: خیار کی تین اقسام ہیں:

۱- خیارِ شرط (واپسی کے حق کی شرط لگانا):

مسئلہ: خریدتے وقت یہ کہا کہ ایک دن یا دو دن یا تین دن تک مجھے لینے نہ لینے کا اختیار ہے، دل چاہے گا لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا، تو یہ درست ہے۔ جتنے دن کا کہا ہے اتنے دن تک واپس کرنے کا اختیار ہے، چاہے لے لے، چاہے واپس کر دے۔

مسئلہ: کسی نے کہا: ''تین دن تک مجھے لینے نہ لینے کا اختیار ہے''، پھر تین دن گزر گئے اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا، نہ وہ چیز واپس کی، تو اب اسے وہ چیز لینی پڑے گی، بیچنے والے کی رضامندی کے بغیر واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا، البتہ اگر وہ خوشی سے واپس لے لے تو درست ہے۔

مسئلہ: تین دن سے زیادہ کی شرط رکھنا درست نہیں۔ اگر کسی نے چار پانچ دن کی شرط رکھی تو اگر تین دن کے اندر اس نے واپس کر دیا تو بیع فسخ ہوگئی اور اگر کہہ دیا کہ میں نے لے لیا تو بیع درست ہوگئی۔ اور اگر تین دن گزر گئے اور کچھ معلوم نہیں ہوا کہ لے گا یا نہیں تو بیع فاسد ہوگئی۔

مسئلہ: اسی طرح بیچنے والا بھی کہہ سکتا ہے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے، اگر چاہوں گا تو تین دن کے اندر واپس لے لوں گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: خریدتے وقت کہہ دیا تھا کہ تین دن تک مجھے واپس کرنے کا اختیار ہے، پھر دوسرے دن آیا اور کہا کہ میں نے وہ چیز لے لی، اب واپس نہیں کروں گا، تو اختیار ختم ہو

گیا، اب واپس نہیں کر سکتا، بلکہ اگر دوسرے فریق کی غیر موجودگی میں، مثلاً: اپنے گھر ہی میں آکر کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز لے لی ہے اب واپس نہیں کروں گا، تب بھی اختیار ختم ہو گیا۔ اور جب بیع کو فسخ کرنا چاہتا ہو تو بیچنے والے کے سامنے فسخ کرنا چاہیے، اس کی غیر موجودگی میں ختم کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: کسی نے کہا: ''تین دن تک میرے والد صاحب یا بھائی کو اختیار ہے، اگر وہ کہیں گے تو لے لوں گا، ورنہ واپس کر دوں گا'' تو یہ بھی درست ہے، اب تین دن کے اندر وہ خود یا اس کا والد یا بھائی واپس کر سکتے ہیں اور اگر خود وہ یا اس کا والد کہہ دے کہ میں نے لے لی، اب واپس نہیں کروں گا، تو اب واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: کسی نے تین دن تک واپس کرنے کی شرط لگائی تھی، پھر وہ چیز اپنے گھر میں استعمال کرنا شروع کر دی، تو اب واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا۔ البتہ اگر صرف دیکھنے کے لیے استعمال کیا ہے تو واپس کرنے کا حق ہے، مثلاً: سلا ہوا کرتہ یا چادر یا دری خریدی تو یہ دیکھنے کے لیے ایک مرتبہ پہن کر دیکھا کہ یہ کرتہ ٹھیک آتا ہے یا نہیں اور پھر فوراً اتار دیا، یا چادر اوڑھ کر اس کی لمبائی دیکھی یا دری بچھا کر اس کی لمبائی اور چوڑائی دیکھی، تو اب بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہے۔

۲- خیارِ رؤیت (دیکھے بغیر چیز خریدنا):

مسئلہ: کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو یہ بیع درست ہے، لیکن دیکھنے کے بعد اس کو اختیار ہے، پسند ہو تو رکھے ورنہ واپس کر دے، اگرچہ اس میں کوئی عیب نہ ہو، جس طرح کی چیز کا کہا تھا ویسی ہی ہو تب بھی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ [اسے ''خیارِ رؤیت'' کہتے ہیں۔]

مسئلہ: کسی نے دیکھے بغیر اپنی چیز بیچ دی تو اس بیچنے والے کو دیکھنے کے بعد

واپس لینے کا اختیار نہیں، دیکھنے کے بعد اختیار صرف لینے والے کو ہوتا ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص مٹر کی پھلیاں یا ایسی کوئی چیز بیچنے کے لیے لایا جو سب ایک جیسی ہوتی ہیں، اس میں اوپر اوپر تو اچھی اچھی تھیں، ان کو دیکھ کر پورا ٹوکرا لے لیا، لیکن نیچے خراب نکلیں، تو اب بھی اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے، البتہ اگر سب پھلیاں ایک جیسی ہوں تو تھوڑی سی پھلیاں دیکھ لینا کافی ہے، پھر چاہے سب پھلیاں دیکھے چاہے نہ دیکھے، واپس کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

مسئلہ: امرود، انار یا نارنگی وغیرہ کوئی ایسی چیز خریدی کہ سب ایک جیسی نہیں ہوا کرتیں، تو جب تک سب نہ دیکھے تب تک اختیار رہتا ہے، تھوڑا سا دیکھ لینے سے اختیار ختم نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر کھانے پینے کی کوئی چیز خریدی تو اس میں صرف دیکھ لینے سے اختیار ختم نہیں ہوگا، بلکہ چکھنا بھی چاہیے۔ اگر چکھنے کے بعد پسند نہ آئے تو واپس کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: خریدنے سے کافی عرصہ پہلے کوئی چیز دیکھی تھی، بعد میں اس کو خرید لیا، لیکن ابھی دیکھا نہیں، پھر جب گھر لا کر دیکھا تو جیسے دیکھا تھا بالکل ویسے ہی اس کو پایا، تو اب دیکھنے کے بعد واپس کرنے کا اختیار نہیں، البتہ اگر کوئی فرق ہوگیا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

۳- خیارِ عیب (سودے میں عیب نکل آنا):

مسئلہ: جب کوئی چیز بیچے تو اس میں جو خرابی ہو، وہ ظاہر کردینی چاہیے، عیب چھپانا اور دھوکہ دے کر بیچ دینا حرام ہے۔

مسئلہ: کوئی چیز خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب نظر آیا، جیسے: کپڑے کو

چوہوں نے کتر ڈالا ہے یا کوئی اور عیب نکل آیا تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے، چاہے تو رکھ لے اور چاہے تو واپس کردے، [اسے ''خیارِ عیب'' کہتے ہیں۔] لیکن اگر رکھنا چاہے تو پوری قیمت دینی پڑے گی، اس عیب کے بدلے قیمت کا کچھ حصہ کاٹ لینا درست نہیں، البتہ اگر قیمت کم کرنے پر بیچنے والا بھی راضی ہو جائے تو کمی درست ہے۔

مسئلہ: کوئی عیب والی چیز خریدنے کے بعد اس میں کوئی نیا عیب پیدا ہو گیا، مثلاً: کسی نے کوئی کپڑا خرید کر رکھا تھا کہ کسی بچے نے اس کا ایک کونا پھاڑ ڈالا یا قینچی سے کتر ڈالا، اس کے بعد دیکھا کہ وہ اندر سے خراب ہے، جابجا چوہے کتر گئے ہیں، تو اب اس کو بیچنے والے کی رضامندی کے بغیر واپس نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں اس کے پاس آنے کے بعد ایک اور عیب پیدا ہو گیا ہے، البتہ بیچنے والے کے پاس جو عیب تھا، اس کے بدلے قیمت کم کر دی جائے گی۔ اس کمی کی مقدار معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو دکھایا جائے جو اس کی قیمت سے واقف ہوں اور جتنا وہ بتائیں اتنی قیمت کم کر دینی چاہیے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کپڑا خریدا اور کاٹنے کے بعد عیب کا پتا چلا تب بھی واپس نہیں کر سکتا، البتہ عیب کی وجہ سے قیمت کم کر دی جائے گی، لیکن اگر بیچنے والا کہے کہ میرا کٹا ہوا کپڑا دیدو اور اپنی پوری قیمت واپس لے لو، میں قیمت کم نہیں کر سکتا، تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے، خریدنے والا انکار نہیں کر سکتا۔ اگر کپڑا کاٹ کر سی بھی لیا تھا، پھر عیب معلوم ہوا تو عیب کے بدلے قیمت کم کر دی جائے گی اور بیچنے والا اس صورت میں اپنا کپڑا نہیں لے سکتا۔

مسئلہ: کسی نے کچھ انڈے خریدے، جب توڑے تو سب خراب نکلے تو سب کی قیمت واپس لے سکتا ہے اور یوں سمجھیں گے گویا اس نے بالکل خریدے ہی نہیں۔ اور اگر کچھ گندے نکلے اور کچھ صحیح تو خراب انڈوں کی قیمت واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر کسی نے یکمشت بہت سارے انڈے یہ کہہ کر خریدے کہ یہ سب انڈے میں نے مثلاً سو روپے میں

خرید لیے تو دیکھا جائے کہ کتنے خراب نکلے؟ اگر سو میں پانچ چھ خراب نکلے، تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا اور اگر زیادہ خراب نکلے تو خراب انڈوں کی قیمت کا حساب کر کے رقم واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ: کھیرا، ککڑی، خربوزہ، تربوز، لوکی، بادام، اخروٹ، وغیرہ کچھ خریدا۔ جب توڑے تو اندر سے بالکل خراب نکلے تو دیکھیے کہ استعمال کے قابل ہیں یا بالکل خراب اور پھینک دینے کے قابل ہیں؟ اگر بالکل خراب ہوں تو یہ بیع بالکل صحیح نہیں ہوئی، اپنی ساری قیمت واپس لے لے۔ اور اگر کسی کام میں آسکتے ہوں تو بازار میں اس مقصد کے لیے ان کی جتنی قیمت ہو وہ دی جائے گی۔ پوری قیمت نہیں دی جائے گی۔

مسئلہ: اگر سو بادام میں چار پانچ خراب نکلے تو اس سے بیع پر کوئی فرق نہیں پڑا اور اگر زیادہ خراب نکلے تو جتنے خراب ہیں ان کی قیمت کاٹ لینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: کسی نے ایک من گندم خریدی یا دو کلو گھی خرید لیا یا اور کوئی تل کر بکنے والی چیز خریدی، اس میں سے کچھ صحیح نکلا اور کچھ خراب، تو یہ جائز نہیں کہ صحیح لے کر خراب واپس کر دے، بلکہ اگر لینا ہے تو سب لے لے اور واپس کرنا ہے تو سب واپس کرے، البتہ اگر بیچنے والا راضی ہو کہ صحیح صحیح لے لو اور خراب واپس کر دو تو ایسا کرنا درست ہے۔

مسئلہ: کسی چیز میں عیب نکل آنے کے بعد اس کو واپس کرنے کا اختیار اسی وقت ہے جب عیب والی چیز لینے پر کسی طرح اس کی رضامندی ثابت نہ ہوئی ہو، اور اگر اسی کے لینے پر راضی ہو جائے تو پھر اس کو واپس کرنا جائز نہیں، البتہ بیچنے والا خوشی سے واپس لے لے تو واپس کرنا درست ہے، جیسے: کسی نے ایک بکری یا گائے وغیرہ کوئی چیز خریدی اور گھر لانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے یا اس کے بدن میں کہیں زخم ہے، پس اگر دیکھنے کے بعد اپنی رضامندی ظاہر کرے کہ میں نے عیب والی ہی لے لی تو اب واپس کرنے کا اختیار

نہیں رہا اور اگر زبان سے نہیں کہا، لیکن کوئی ایسا کام کیا جس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے، جیسے: اس کا علاج کرنے لگا تب بھی واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: بکری کا گوشت خریدا، پھر معلوم ہوا کہ بھیڑ کا گوشت ہے [یا برعکس] تو واپس کرسکتا ہے۔

مسئلہ: موتیوں کا ہار یا اور کوئی زیور خریدا اور کچھ وقت اس کو پہن لیا یا جوتا خریدا اور پہن کر چلنے پھرنے لگا تو اب کسی عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا، البتہ اگر اس غرض سے پہنا کہ دیکھوں پاؤں میں آتا ہے یا نہیں؟ اور پیر کو چلنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی؟ تو یہ معلوم کرنے کے لیے کچھ دیر پہننے میں حرج نہیں، اس کے بعد بھی واپس کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چارپائی یا تخت خریدا اور کسی ضرورت سے اس کو بچھا کر بیٹھ گیا یا تخت پر نماز پڑھی اور استعمال کرنے لگا، تو اب واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا، اسی طرح دیگر چیزوں کے بارے میں سمجھ لو کہ اگر کوئی چیز استعمال کرلی تو پھر واپس کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

مسئلہ: بیچتے وقت کسی نے کہہ دیا کہ خوب دیکھ بھال کرلے لو، اگر بعد میں کوئی عیب نکلے یا خراب ہو تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا، اس طرح کہنے کے بعد بھی اس نے لے لیا، تو اب چاہے جتنے عیب اس میں نکلیں، اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں اور اس طرح بیچنا بھی درست ہے۔ اتنی وضاحت کردینے کے بعد عیب بتانا بھی ضروری نہیں۔

بیع باطل اور فاسد

سوال: ''بیع باطل'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو بیع شریعت میں بالکل ہی غیر معتبر اور لغو ہو اور ایسا سمجھا جائے کہ اُس نے بالکل خریدا ہی نہیں اور اِس نے بیچا ہی نہیں، اس کو ''بیعِ باطل'' کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خریدنے والا اس چیز کا مالک نہیں ہوا، وہ چیز اب تک اسی بیچنے والے کی ملکیت میں ہے، اس لیے خریدنے والے کے لیے نہ تو اس کا کھانا جائز ہے اور نہ کسی کو دینا، بلکہ کسی طرح سے بھی اپنے کام میں لانا درست نہیں۔

بیع فاسد:

سوال: بیع فاسد سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو بیع ہو گئی، لیکن اس میں کوئی خرابی آ گئی، اس کو ''بیع فاسد'' کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک خریدی ہوئی چیز خریدنے والے کے قبضہ میں نہ آ جائے، اس وقت تک وہ چیز اس کی ملکیت میں نہیں آتی اور جب قبضہ کر لیا تو ملکیت میں آ گئی، لیکن حلال طیب نہیں۔ اس لیے اس کو کھانا پینا یا کسی اور طرح سے اپنے استعمال میں لانا درست نہیں، بلکہ ایسی بیع کو ختم کر دینا واجب ہے۔ لینا ہو تو دوبارہ نئے سرے سے بیع کریں۔ اگر یہ بیع نہیں توڑی، بلکہ وہ چیز کسی اور کے ہاتھ بیچ دی تو گناہ ہوا اور اس دوسرے خریدنے والے کے لیے اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا جائز ہے اور یہ دوسری بیع درست ہو گئی۔ اگر نفع لے کر بیچا ہو تو نفع کو صدقہ کرنا واجب ہے، اپنے استعمال میں لانا درست نہیں۔

مسئلہ: مٹی یا چینی کے ایسے کھلونے بچوں کے لیے خریدے جو کسی جاندار کی شکل یا مجسمے والے ہیں، تو یہ ''بیع باطل'' ہے، شریعت میں ان کی کوئی قیمت نہیں، لہٰذا ان کی کوئی

قیمت ادا نہیں کی جائے گی۔ اگر کوئی توڑ دے تو اس کو کوئی تاوان بھی نہیں دینا پڑے گا۔

مسئلہ: زمین اور مکان وغیرہ [یعنی غیر منقولہ چیزوں] کے علاوہ اور جتنی چیزیں ہیں (یعنی تمام منقولہ اشیاء) ان کے خریدنے کے بعد جب تک ان پر قبضہ نہ کر لے تب تک ان کو آگے بیچنا درست نہیں۔

مسئلہ: جب ایک شخص نے بھاؤ تاؤ کر کے قیمت مقرر کر لی اور وہ بیچنے والا اس قیمت پر رضامند بھی ہے، تو اس وقت کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ قیمت بڑھا کر وہ چیز خود لے لے۔ اسی طرح یوں کہنا بھی درست نہیں کہ تم اس سے نہ لو، ایسی چیز میں آپ کو اس سے کم قیمت پر دے دوں گا۔

مسئلہ: کوئی شخص کچھ بیچنا چاہتا ہے، لیکن تمہارے ہاتھ بیچنے پر راضی نہیں ہوتا، تو اس سے زبردستی لے کر قیمت دے دینا جائز نہیں، کیونکہ وہ اپنی چیز کا مالک ہے، چاہے بیچے یا نہ بیچے اور جس کے ہاتھ چاہے بیچے۔

چند اہم مسائل:

بیعانہ کی رقم:

سوال: بیعانہ کی رقم ضبط کرنا کیسا ہے؟

جواب: سودا طے ہو جانے کے بعد اگر خریدنے والا چیز کو نہ لینا چاہے تو بائع کو سودا ختم کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، اس کو پورا حق ہے کہ وہ مشتری سے پوری قیمت وصول کر کے چیز اس کے حوالے کر دے، لیکن اگر اس نے چیز واپس لے لی تو پوری قیمت زرِ بیعانہ سمیت واپس کرنا ضروری ہے، بیعانہ ضبط کرنا جائز نہیں۔

انعامی بانڈز:

سوال: انعامی بانڈز خریدنا اور انعامی رقم لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انعامی بانڈز کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور بانڈز کے نام سے قرض کی رسید جاری کرتی ہے، قرض دینے پر لوگوں کو آمادہ کرنے کے لیے حکومت نے یہ اسکیم بنائی ہے کہ پرائز بانڈ خریدنے والوں کو ان کی اصل رقم کی واپسی کے ساتھ کچھ اضافی رقم بھی بنام انعام دی جاتی ہے، لیکن تمام قرض دہندگان کو نہیں، بلکہ وہ رقم بذریعہ قرعہ اندازی بعض خریداروں کو دی جاتی ہے، اس میں جو رقم ملتی ہے وہ یقینی سود ہے، اس لیے ایسا معاملہ کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

فرضی بیع:

سوال: کیا فرضی بیع نافذ ہوگی؟

جواب: کسی مصلحت سے جائیداد وغیرہ کی فرضی بیع کی تو اگر فریقین اس بیع کے فرضی ہونے پر متفق ہوں تو ملکیت منتقل نہیں ہوگی اور چیز بدستور بائع کی رہے گی، لیکن اگر دونوں میں سے کوئی بھی اس بیع کے حقیقی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو یہ بیع نافذ ہو جائے گی اور فروخت شدہ چیز مشتری کی شمار ہوگی۔

(إمداد الفتاوىٰ : ۲۹/۳)

جائیداد کسی اور کے نام کرنا:

سوال: کیا جائیداد کسی کے نام کرنے سے وہ اس کا شرعی مالک بن جاتا ہے؟

جواب: جائیداد کی دستاویز میں مالک کے علاوہ کسی اور کا نام درج کر دیا گیا تو اس سے جائیداد اس شخص کی ملکیت نہیں ہو جاتی۔ جب تک کوئی ایسا عقد درمیان میں نہ ہو جس سے ملکیت منتقل ہوتی ہے، مثلاً: بیع، ہبہ وغیرہ اس وقت تک شرعاً ملکیت منتقل نہیں ہوتی۔ لہٰذا صرف دستاویز میں کسی کا نام لکھنے سے جائیداد اس شخص کی نہیں ہوگی۔

(إمداد الفتاوىٰ : ۳۱/۳)

تصویر اور مجسمے کی تجارت:

سوال: تصویر اور مجسمے کی تجارت اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کا کیا حکم ہے؟
جواب: مجسموں اور تصاویر کی خرید و فروخت ناجائز ہے، ایسے کاروبار سے حاصل ہونی والی آمدنی حرام ہے۔

(إمداد الأحكام: ۳/۳۸۳)

کسی جاندار کی شکل والے ایسے کھلونے جن کی آنکھیں، ناک وغیرہ بنی ہوئی ہوں، ان کا حکم بھی یہی ہے۔

(فتاویٰ محمودیه: ٦/٧٥، ٧٦)

باب المرابحة

(قیمتِ خرید بتا کر نفع کے ساتھ بیچنا)

تعارف:

سوال: ''مرابحہ'' کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب: ''مرابحہ'' اسلامی فقہ کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد ایک خاص قسم کی بیع ہوتی ہے جس میں گاہک کو اصل لاگت بتا کر اس پر نفع کی شرح متعین کر لی جاتی ہے، مثلاً: اگر کوئی بائع اپنے خریدار کے ساتھ اس پر اتفاق کر لیتا ہے کہ وہ اسے ایک متعین سامان متعین نفع پر دے گا جسے اس سامان کی لاگت پر زائد کیا جائے گا، تو اسے ''مرابحہ'' کہا جاتا ہے۔ مرابحہ کا بنیادی عنصر یہ ہے کہ بیچنے والا اس ''لاگت'' کو ظاہر کرتا ہے جو اس نے اس سامان کے حصول پر برداشت کی ہے اور اس پر کچھ ''نفع'' شامل کر لیتا ہے، یہ نفع ایک ''متعین رقم'' کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور فیصدی شرح پر مبنی بھی۔ مرابحہ میں ادائیگی بروقت بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں آنے والی کسی تاریخ پر بھی جس پر فریقین متفق ہوں۔

''مرابحہ'' اپنی اصل شکل میں ایک سادہ بیع ہے۔ وہ واحد خصوصیت جو اسے باقی اقسام کی بیوع سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ مرابحہ میں بائع صراحتاً خریدار کو یہ بتاتا ہے کہ اسے کتنی لاگت آئی ہے اور لاگت پر وہ کتنا نفع لینا چاہتا ہے؟ اگر کوئی شخص کوئی چیز ایک متعین قیمت پر فروخت کرتا ہے جس میں لاگت کا کوئی حوالہ نہیں ہے تو یہ مرابحہ نہیں ہے، اگرچہ وہ اپنی لاگت پر نفع بھی کمائے، اس لیے کہ یہ بیع لاگت پر کچھ زائد شامل کرنے کے تصور پر مبنی

نہیں ہے۔اس صورت میں یہ بیع ''مساومہ'' کہلاتی ہے۔

یہ ہے ''مرابحہ'' کی اصطلاح کا حقیقی مفہوم جو کہ ایک خالص اور سادہ بیع ہے۔

بیع مرابحہ کے احکام:

سوال: بیع مرابحہ کے احکام کا وضاحتی خلاصہ بیان کیجیے؟

۱۔ مرابحہ بیع کی ایک خاص قسم ہے جس میں بیچنے والا شخص بیچی جانے والی چیز کی لاگت صراحتاً بیان کرتا اور اس پر کچھ منافع شامل کر کے دوسرے شخص کو بیچتا ہے۔

۲۔ مرابحہ میں نفع کا تعین باہمی رضامندی سے دو طریقوں میں سے کسی طریقے سے کیا جا سکتا ہے: یا تو لگی بندھی مقدار طے کر لی جائے (مثلاً اصل لاگت پر اتنے روپے زائد) یا اصل لاگت پر خاص تناسب طے کر لیا جائے (یعنی اصل لاگت پر اتنے فیصد زائد)

۳۔ بیچی جانے والی اشیاء حاصل کرنے کے لیے بائع کو جتنا خرچ کرنا پڑا ہے، مثلاً: مال برداری کا کرایہ اور کسٹم ڈیوٹی وغیرہ، وہ سب لاگت میں شامل ہوگا اور نفع اس مجموعی لاگت پر لاگو کیا جائے گا، لیکن کاروبار کے وہ خرچے جو ایک ہی مرتبہ چیز حاصل کرنے پر نہیں ہوتے، بلکہ بار بار ہوتے رہتے ہیں جیسا ملازمین کی تنخواہیں، عمارت کا کرایہ وغیرہ، انہیں انفرادی معاملے میں لاگت میں شامل نہیں کیا جا سکتا، البتہ اصل لاگت پر جو نفع متعین کیا جائے گا، اس میں خرچوں کا بھی لحاظ رکھا جا سکتا ہے۔

۴۔ مرابحہ اسی صورت میں صحیح ہوگا جبکہ چیز کی پوری لاگت متعین کی جا سکتی ہو۔ اگر چیز کی پوری لاگت متعین نہ کی جا سکتی ہو تو اسے مرابحہ کے طور پر نہیں بیچا جا سکتا۔ اس صورت میں وہ چیز ''مساومہ'' کی بنیاد پر بھی بیچی جا سکتی ہے، یعنی لاگت اور اس پر طے شدہ نفع کے حوالے کے بغیر۔ اس صورت میں قیمت باہمی رضامندی سے ایک متعین مقدار میں طے کی جائے گی۔

مثال:

۱- ''الف'' نے جوتوں کا ایک جوڑا سو روپے میں خریدا، وہ اسے دس فیصد مارک اپ پر بطورِ مرابحہ بیچنا چاہتا ہے۔ اصل لاگت چونکہ پورے طور پر معلوم ہے، اس لیے بیع مرابحہ درست ہے۔

۲- ''الف'' نے ایک ہی عقد میں ایک ریڈی میڈ سوٹ اور جوتوں کا ایک جوڑا پانچ سو روپے میں خریدا۔ اب وہ سوٹ اور جوتے دونوں ملا کر بطورِ مرابحہ بیچ سکتا ہے، لیکن وہ صرف جوتے بطورِ مرابحہ نہیں بیچ سکتا، اس لیے کہ صرف جوتوں کی لاگت متعین نہیں کی جاسکتی۔ اگر وہ صرف جوتے ہی بیچنا چاہتا ہے تو انہیں لاگت اور اس پر نفع کے حوالے کے بغیر ایک لگی بندھی قیمت پر بیچنا ہوگا۔

۳- مرابحہ میں قیمت نقد بھی رکھی جاسکتی ہے اور ادھار بھی، ادھار کی صورت میں اسے ''مرابحہ مؤجلہ'' کہیں گے۔ اس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ قیمت کے بروقت ادا نہ کرنے کی صورت میں کوئی شرط فاسد نہ لگائی جائے، مثلاً: یہ شرط نہ ہو کہ ادا شدہ قسطیں ضبط کرلی جائیں گی یا جرمانہ ادا کرنا پڑے گا وغیرہ۔

بیع تولیہ:

سوال: ''تولیہ'' نامی بیع سے کیا مراد ہے؟ اور اس کے مختصر احکام کیا ہیں؟

جواب: کسی چیز کی صحیح لاگت گاہک کو بتا کر بغیر نفع کے اصل لاگت پر بیچنے کو فقہی اصطلاح میں ''تولیہ'' کہتے ہیں۔ مرابحہ کی طرح اس کا دارومدار بھی سچائی اور دیانت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا صحیح صحیح لاگت بتانا ضروری ہے۔ چوری چھپے کسی قسم کا نفع لینا خیانت اور حرام ہے۔

مسئلہ: اگر کسی چیز کی قیمت تو مثلاً دس روپے تھی، مگر اس کو لانے لے جانے یا معیار بہتر کرنے کے لیے کچھ خرچ کیا تو اسے ''لاگت'' میں لگا سکتے ہیں، لیکن دیانت کی بات یہ ہے

کہ اس صورت میں یوں نہ کہے: ''میں نے اتنی کی خریدی ہے۔'' بلکہ یوں کہے: ''مجھے اتنی کی پڑی ہے۔''

مسئلہ: آج کل عام طور پر کہہ دیتے ہیں اور بعض نادان تو قسم بھی اٹھا لیتے ہیں کہ قیمت خرید پر بیچ رہا ہوں۔ ایک پائی نفع نہیں لے رہا، جبکہ حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ ایسا کرنے سے روزی کی برکت جاتی رہتی ہے۔ جتنا نفع جھوٹ بول کر لیا، واپس کرنا ضروری ہے۔ گاہک کو پتا چل گیا تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ اس اختیار کو ''خیار خیانت'' کہتے ہیں۔

باب السلم

(پیشگی قیمت لے کر کوئی چیز بیچنا)

تعارف:

سوال: ''بیع سلم'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر کسی چیز کی قیمت پہلے وصول کر لی جائے اور وہ چیز بعد کی کسی متعین تاریخ میں سپرد کی جائے، تو اسے ''بیع سَلَم'' کہتے ہیں۔

سوال: ''بیع سلم'' اور دوسری بیوع میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب: شرعاً کسی بیع کے صحیح ہونے کے لیے بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کی بیع کا ارادہ ہے وہ بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو۔ اس شرط میں تین باتیں پائی جاتی ہیں:

۱- وہ چیز موجود ہو، لہٰذا ایسی چیز جو ابھی وجود میں نہیں آئی، وہ بیچی نہیں جا سکتی۔

۲- بیچی جانے والی چیز پر بائع کی ملکیت آ چکی ہو، لہٰذا وہ چیز موجود تو ہے، لیکن بائع اس کا مالک نہیں ہے تو وہ اس کی بیع نہیں کر سکتا۔

۳- صرف ملکیت ہی کافی نہیں ہے، بلکہ یہ بائع کے قبضے میں ہونی چاہیے، چاہے یہ قبضہ حسی ہو یا معنوی۔ اگر بائع اس چیز کا مالک تو ہے، لیکن وہ خود یا اپنے کسی وکیل کے ذریعے اسے قبضے میں نہیں لایا تو وہ اسے بیچ نہیں سکتا۔

شریعت کے اس عمومی اصول سے صرف دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: ایک ''سلم'' [پیسے پہلے لے لینا اور چیز کچھ عرصہ بعد دینا] اور دوسری ''استصناع'' [آرڈر پر کوئی چیز بنوانا]۔ دونوں

مخصوص قسم کی بیع ہیں۔ اس باب میں آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان کا تصور کیا ہے اور انہیں کس حد تک استعمال کیا جا سکتا ہے؟

بیع سلم کا معنیٰ:

سوال: سَلَم کا مفہوم اور اس کے جواز کی حکمت آسان الفاظ میں سمجھا دیجیے؟

جواب: ''سَلَم'' ایک ایسی بیع ہے جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے۔

یہاں قیمت نقد ہے، لیکن مبیع (بیچی جانے والی چیز) کی ادائیگی مؤجل اور مؤخر ہے۔ خریدار کو ''رَبُّ السَّلَم'' اور بائع کو ''مُسلَم الیہ'' اور خریدی ہوئی چیز کو ''مُسلَم فیہ'' کہا جاتا ہے۔

سَلَم کی حضور اقدس ﷺ نے مخصوص شرائط کے ساتھ اجازت دی تھی۔ اس بیع کا بنیادی مقصد چھوٹے کاشتکاروں کی ضرورت پورا کرنا تھا، جنہیں اپنی فصل اُگانے کے لیے اور فصل کی کٹائی تک اپنی بیوی بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی تھی۔ ربا کی حرمت کے بعد وہ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لیے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار پیشگی قیمت پر فروخت کر دیں۔

اسی طرح عرب تاجر دوسرے علاقوں کی طرف کچھ اشیاء برآمد کرتے تھے اور وہاں سے اپنے علاقے میں کچھ چیزیں درآمد کرتے تھے، اس مقصد کے لیے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی تھی، ربا کی حرمت کے بعد یہ لوگ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لیے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ پیشگی قیمت پر یہ اشیاء فروخت کر دیں، نقد قیمت وصول کر کے یہ لوگ اپنا مذکورہ بالا کاروبار بآسانی جاری رکھ سکتے تھے۔

سلم سے بائع کو بھی فائدہ پہنچتا تھا، اس لیے کہ قیمت پیشگی مل جاتی تھی اور خریدار کو بھی

فائدہ پہنچتا تھا، اس لیے کہ سَلَم میں قیمت عموماً نقد سودے کی نسبت کم ہوتی تھی۔

سلم کی شرائط:

سوال: سَلَم کے جائز ہونے کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: پیشگی قیمت:

سَلَم کی اجازت چونکہ اُس عام قاعدے سے ایک استثناء ہے جس کے مطابق مستقبل کی طرف منسوب بیع جائز نہیں ہے، لہٰذا سَلَم کی یہ اجازت چند کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جو یہ ہیں:

۱- پوری قیمت:

سَلَم کے جائز ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ خریدار پوری کی پوری قیمت عقد کے وقت ادا کردے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر عقد کے وقت خریدار قیمت کی مکمل ادائیگی نہ کرے تو یہ دَین (ادھار) کے بدلے میں دَین (ادھار) کی بیع کے مترادف ہوگا، جس سے رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں سَلَم کے جواز کی بنیادی حکمت بائع کی فوری ضرورت کو پورا کرنا ہے، اگر قیمت اسے مکمل طور پر ادا نہیں کی جاتی تو عقد کا بنیادی مقصد ختم ہو جائے گا۔

اس لیے تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ سَلَم میں قیمت کی مکمل ادائیگی ضروری ہے، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ بائع خریدار کو دو یا تین دن کی رعایت دے سکتا ہے، یہ رعایت عقد کا باقاعدہ حصہ نہیں ہونی چاہیے۔

۲- قابلِ تعیین:

سَلَم صرف انہی اشیاء میں ہو سکتی ہے جن کے معیار اور مقدار (Quality & Quantity) کا پیشگی پورے طور پر تعین ہو سکتا ہو۔ ایسی اشیاء جن کی کوالٹی یا مقدار کا تعین

نہ کیا جاسکتا ہو انہیں ''سلم'' کے ذریعے نہیں بیچا جاسکتا۔ مثال کے طور پر قیمتی پتھروں کی سَلَم کی بنیاد پر بیع نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ ان کا ہر ٹکڑا اور دانہ عموماً دوسرے سے معیار، سائز یا وزن میں مختلف ہوتا ہے اور زبانی بیان کے ذریعے ان کی تعیین عموماً ممکن نہیں ہوتی۔

۳- یقینی فراہمی:

جس چیز کی فراہمی یقینی نہ ہو اس کی بیع سلم نہیں ہوسکتی، مثلاً: کسی متعین چیز یا متعین کھیت یا فارم کی پیداوار کی بیع سَلَم نہیں ہوسکتی۔ اگر بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ متعین کھیت کی گندم یا متعین درخت کا پھل مہیا کرے گا تو سَلَم صحیح نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ ادائیگی سے پہلے ہی اس کھیت کی پیداوار یا اس درخت کا پھل تباہ ہوجائے۔ اس امکان کی وجہ سے بیچی ہوئی چیز کی ادائیگی غیر یقینی رہے گی، یہ قاعدہ ہر اس چیز پر لاگو ہوگا جس کی فراہمی یقینی نہ ہو۔

٤- واضح تفصیلات:

یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی سَلَم کرنا ہو اس کی ''نوعیت'' اور ''معیار'' واضح طور پر متعین کرلیا جائے، جس میں کوئی ایسا ابہام باقی نہ رہے جو بعد میں تنازع کا باعث بن سکتا ہو۔ اس سلسلے میں تمام ممکنہ تفصیلات واضح طور پر ذکر کرلینی چاہییں۔

۵- غیر مبہم مقدار:

یہ بھی ضروری ہے کہ بیچی جانے والی چیز کی ''مقدار'' بغیر کسی ابہام کے متعین کرلی جائے۔ اگر چیز کی مقدار تاجروں کے عرف میں وزن کے ذریعے متعین کی جاتی ہے (یعنی وہ چیز تُل کر بکتی ہے) تو اس کا وزن متعین ہونا ضروری ہے، اور اگر اس کی مقدار کا تعین پیمائش کے ذریعے ہوتا ہے تو اس کی متعین پیمائش معلوم ہونی چاہیے۔ جو چیز عموماً تولی جاتی ہے اس کی مقدار کا تعین (سلم کی صورت میں) پیمائش کے ذریعے سے نہیں ہونا چاہیے، اسی

طرح پیمائش کی جانے والی چیز کی مقدار وزن میں متعین نہیں ہونی چاہیے۔

۷،۶- وقت اور جگہ:

بیچی گئی چیز کی سپردگی کی "تاریخ" اور "جگہ" کا تعین بھی عقد کے اندر ہونا چاہیے۔

بیع سَلَم ایسی اشیاء کی نہیں ہوسکتی جن کی فوری ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر سونے کی بیع چاندی کے بدلے میں ہورہی ہے تو شرعاً ضروری ہے کہ دونوں چیزوں کی ادائیگی ایک ہی وقت میں ہو، اس لیے یہاں بیع سَلَم کارگر نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح اگر گندم کی بیع جو کے بدلے میں ہورہی ہو تو بیع کے صحیح ہونے کے لیے دونوں چیز پر ایک ہی وقت میں قبضہ ہونا ضروری ہے، [کیونکہ یہ "اموال ربویہ" میں سے ہیں] اس لیے اس صورت میں سَلَم کا معاہدہ جائز نہیں ہے۔

بیع سلم درست ہونے کے لیے مزید دو اختلافی شرطیں:

سوال: کیا سلم کی لازمی شرائط یہی سات باتیں ہیں جو اوپر بتائی گئیں؟

جواب: تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ سَلَم اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک مندرجہ بالا شرائط کو مکمل طور پر پورا نہیں کرلیا جاتا، اس لیے کہ یہ شرائط ایک صریح حدیث پر مبنی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک معروف حدیث یہ ہے:

" مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ ، فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ . "

"جو شخص سَلَم کرنا چاہتا ہے اسے سَلَم کرنی چاہیے متعین پیمائش اور متعین وزن میں ایک طے شدہ مدت تک۔"

البتہ ان شرائط کے علاوہ دو اور شرطیں بھی ہیں جن کے بارے میں مختلف فقہی مکاتب فکر کے مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں، ان شرائط پر ذیل میں بحث کی جارہی ہے:

۱- مسلسل دستیابی:

فقہ حنفی کے مطابق یہ ضروری ہے کہ جس چیز کی بیع سَلَم ہو رہی ہے وہ معاہدہ طے پانے کے دن سے قبضہ کے دن تک مارکیٹ میں دستیاب ہو، لہٰذا اگر عقدِ سَلَم کے وقت وہ چیز بازار میں دستیاب نہیں ہے تو اس کی بیع سَلَم نہیں ہو سکتی، اگرچہ اس بات کی توقع ہو کہ قبضے کے وقت وہ چیز بازار میں دستیاب ہو گی۔

لیکن فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کا نکتہ نظر یہ ہے کہ معاہدے کے وقت اس چیز کا دستیاب ہونا سَلَم کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔ ان کے ہاں جو چیز ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ چیز قبضے کے وقت دستیاب ہو۔ موجودہ حالات میں اس نکتہ نظر پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

۲- کم از کم مدت:

فقہ حنفی اور فقہ حنبلی کی رُو سے یہ ضروری ہے کہ قبضے کی مدت عقد کے وقت سے کم از کم ایک ماہ ہو، اگر قبضے کا وقت ایک مہینے سے پہلے کا مقرر کر لیا گیا تو سَلَم صحیح نہیں ہو گی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ سَلَم کی اجازت چھوٹے کاشتکاروں اور تاجروں کی ضرورت کے لیے دی گئی ہے، لہٰذا انہیں وہ چیز مہیا کرنے کے لیے مناسب وقت ملنا چاہیے۔ ایک مہینے سے پہلے وہ یہ سامان مہیا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ علاوہ ازیں سَلَم میں قیمت نقد سودے کی نسبت کم ہوتی ہے، قیمت میں یہ رعایت تب ہی قرین انصاف ہو گی جبکہ یہ سامان ایسی مدت کے بعد سپرد کیا جائے جس کا قیمتوں پر معقول اثر پڑ سکتا ہو۔ یہ مدت ایک مہینے سے کم نہیں ہونی چاہیے۔

امام مالک اس بات سے تو اتفاق کرتے ہیں کہ سَلَم کے معاہدے کے لیے کم سے کم مدت ہونی چاہیے، لیکن ان کا موقف یہ ہے کہ یہ مدت پندرہ دن سے کم نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ مارکیٹ کے ریٹ دو ہفتوں کے اندر اندر تبدیل ہو سکتے ہیں۔

اس نکتہ نظر سے (کہ کم از کم مدت شرعاً متعین ہے) دوسرے فقہاء مثلاً: امام شافعی اور بعض حنفی فقہاء نے اتفاق نہیں کیا، ان کا کہنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے سَلَم کے صحیح ہونے کے لیے کم از کم مدت کا تعین نہیں فرمایا، حدیث کے مطابق شرط صرف یہ ہے کہ قبضے کا وقت واضح طور پر متعین ہونا چاہیے، لہٰذا کوئی کم از کم مدت بیان نہیں کی جا سکتی، فریقین باہمی رضا مندی سے قبضے کی کوئی بھی تاریخ متعین کر سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں یہ نکتہ نظر قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے کوئی کم از کم مدت متعین نہیں کی، فقہاء نے مختلف مدتیں ذکر کی ہیں جو ایک دن سے لے کر ایک مہینے تک ہیں۔ ظاہر ہے کہ فقہاء نے یہ مدتیں غریب بائع کے مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تقاضائے مصلحت سمجھ کر مقرر کی ہیں، لیکن مصلحت وقت اور جگہ کے بدلنے سے بدل سکتی ہے، بعض اوقات زیادہ قریب کی تاریخ مقرر کرنا بائع کے زیادہ مفاد میں ہوسکتا ہے۔ جہاں تک قیمت کا تعلق ہے تو یہ سَلَم کا لازمی عنصر نہیں ہے کہ سَلَم میں قیمت ہمیشہ اس دن کی بازاری قیمت سے کم ہی ہو، بائع اپنے مفاد کا خود بہتر فیصلہ کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی آزادانہ مرضی سے پہلے کی کوئی تاریخ قبضہ کرانے کے لیے مقرر کر لیتا ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے ایسا کرنے سے روکا جائے۔ بعض معاصر فقہاء نے اس نکتہ نظر کو اختیار کیا ہے، اس لیے کہ یہ جدید معاہدوں کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

☆☆☆

باب الاستصناع

(آرڈر پر کوئی چیز بنوانا)

استصناع کی تعریف:

سوال: ''استصناع'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: استصناع اس بیع کی دوسری قسم ہے جس میں چیز کے وجود میں آنے سے پہلے ہی سودا ہو جاتا ہے۔ استصناع کا معنی ہے: ''کسی تیار کنندہ (مینوفیکچرز) کو یہ آرڈر دینا کہ وہ خریدار کے لیے متعین چیز بنا دے۔'' اگر تیار کنندہ اپنے پاس سے خام مال لگا کر خریدار کے لیے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو استصناع کا عقد وجود میں آ جائے گا، لیکن استصناع کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قیمت فریقین کی رضامندی سے طے کر لی جائے اور مطلوبہ چیز (جس کی تیاری مقصود ہے) کے ضروری اوصاف بھی متعین کر لیے جائیں۔

استصناع کے معاہدے کی وجہ سے تیار کنندہ پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ وہ اس چیز کو تیار کرے، لیکن تیار کنندہ کے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو نوٹس دے کر معاہدہ منسوخ کر سکتا ہے، البتہ تیار کنندہ کے کام شروع کر دینے کے بعد معاہدہ یک طرفہ طور پر ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

استصناع اور سلم میں فرق:

سوال: استصناع اور سَلَم میں کیا فرق ہے؟

جواب: استصناع اور سَلَم میں کئی فرق ہیں جو یہاں مختصراً بیان کیے جا رہے ہیں:

۱- استصناع ہمیشہ ایسی چیز پر ہوتا ہے جسے تیار کرنے کی ضرورت ہو، جبکہ ہر چیز کی ہو سکتی ہے چاہے اسے تیار کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

۲- سَلَم میں یہ ضروری ہے کہ قیمت مکمل طور پر پیشگی ادا کی جائے جبکہ استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے۔

۳- سَلَم کا عقد جب ایک مرتبہ ہو جائے تو اسے یک طرفہ طور پر منسوخ نہیں کیا جا سکتا، جبکہ عقد استصناع کو سامان کی تیاری شروع ہونے سے پہلے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

٤- سپردگی کا وقت متعین کر لینا سَلَم کا ضروری حصہ ہے، جبکہ استصناع میں سپردگی کا وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے۔

استصناع اور اجارہ میں فرق:

سوال: استصناع اور اجارہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: استصناع میں تیار کنندہ خود اپنے خام مال سے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے، لہٰذا یہ معاہدہ اس بات کو بھی شامل ہوتا ہے کہ اگر خام مواد تیار کنندہ کے پاس موجود نہیں ہے تو وہ اسے مہیا کرے اور اس بات کو بھی کہ مطلوبہ چیز کی تیاری کے لیے کام کرے۔ اگر خام مواد گاہک کی طرف سے مہیا کیا گیا ہے اور تیار کنندہ سے صرف اس کی محنت اور مہارت مطلوب ہے تو یہ معاہدہ ''استصناع'' نہیں ہوگا، اس صورت میں یہ ''اجارے'' کا عقد ہوگا جس کے ذریعے کسی شخص کی خدمات ایک متعین معاوضے کے بدلے میں حاصل کی جاتی ہیں۔

منسوخی کا اختیار:

سوال: کیا کسی چیز کی تیاری کا آرڈر دینے والا اسے منسوخ بھی کر سکتا ہے؟

جواب: جب مطلوبہ چیز کو بائع تیار کر لے تو فقہاء کے اس بارے میں مختلف نقطہ ہائے

نظر ہیں کہ اس مرحلے پر خریدار یہ چیز مسترد کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خریدار وہ چیز دیکھنے پر اپنا ''خیار رؤیت'' استعمال کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ استصناع ایک بیع ہے اور جب کوئی شخص کوئی ایسی چیز خریدتا ہے جو اس نے دیکھی نہیں ہے تو دیکھنے کے بعد اسے سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، استصناع پر بھی یہی اصول لاگو ہوگا۔

لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر فراہم کردہ چیز فریقین کے درمیان عقد کے وقت طے شدہ اوصاف کے مطابق ہے تو خریدار اسے قبول کرنے کا پابند ہوگا اور وہ ''خیار رؤیت'' استعمال نہیں کر سکے گا۔ خلافتِ عثمانیہ میں فقہاء نے اسی نکتہ نظر کو ترجیح دی تھی اور حنفی قانون اسی کے مطابق مدوّن کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ جدید صنعت وتجارت میں یہ بڑی نقصان کی بات ہوگی کہ تیار کنندہ اپنے تمام وسائل مطلوبہ چیز کی تیاری پر لگا دے، اس کے بعد خریدار کوئی وجہ بتائے بغیر سودا منسوخ کر دے، اگرچہ فراہم کردہ چیز مطلوبہ اوصاف کے مکمل طور پر مطابق ہو۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ سامان کی تیاری شروع ہونے کے بعد بھی یکطرفہ طور پر آرڈر کو کینسل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے۔

فراہمی کا وقت:

سوال: کیا ''استصناع'' میں سامان فراہمی کا وقت متعین کرنا ضروری ہے؟

جواب: جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے کہ سامان کی فراہمی کا وقت متعین کیا جائے، تاہم خریدار سامان کی فراہمی کے لیے زیادہ سے زیادہ مدت مقرر کر سکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تیار کنندہ فراہمی میں متعین وقت سے تاخیر کر دے تو خریدار اسے قبول کرنے اور قیمت ادا کرنے کا پابند نہیں ہوگا۔

یہ بات یقینی بنانے کے لیے کہ سامان مطلوبہ مدت میں فراہم کر دیا جائے گا، اس طرح کہ بعض جدید معاہدے ایک تعزیری شق پر مشتمل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں اگر تیار کنندہ

فراہمی میں متعین وقت سے تاخیر کردے تو اس پر جرمانہ عائد ہوگا جس کا حساب یومیہ بنیاد پر کیا جائے گا، کیا شرعاً بھی اس طرح کی کوئی تعزیری شق شامل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ فقہاء ''استصناع'' پر بحث کے دوران اس سوال پر خاموش نظر آتے ہیں، لیکن انہوں نے اس طرح کی شرط کو ''اجارے'' میں جائز قرار دیا ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کپڑوں کی سلائی کے لیے کسی درزی کی خدمات حاصل کرتا ہے تو فراہمی کے حساب سے اجرت مختلف ہوسکتی ہے، مستاجر (جو کپڑے سلوانا چاہتا ہے) یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر درزی ایک دن میں یہ کپڑے تیار کردے تو وہ سو روپے اجرت دے گا اور اگر وہ دو دن میں تیار کرتا ہے تو وہ اسی روپے دے گا۔

اسی طرح سے ''استصناع'' میں قیمت کو فراہمی کے وقت کے ساتھ منسلک کیا جاسکتا ہے۔ اگر فریقین اس بات پر متفق ہو جائیں کہ فراہمی میں تاخیر کی صورت میں فی یوم متعین مقدار میں قیمت کم ہو جائے گی تو یہ شرعاً جائز ہوگا۔

باب القرض

(قرض کا لین دین)

تعریف اور بنیادی احکام:

سوال: کن چیزوں کو بطورِ قرض لینا دینا درست ہے؟

جواب: جو چیز ایسی ہو کہ اس کے بدلے میں اس جیسی چیز دی جاسکتی ہو، (اسے ''مثلی'' یا ''ذوات الامثال'' کہتے ہیں) اس کا قرض لینا درست ہے، جیسے: اناج، انڈے، گوشت، وغیرہ؛ اور جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز دینا مشکل ہے (اسے ''قیمی'' یا ''ذوات القیم'' کہتے ہیں) تو اس کا قرض لینا درست نہیں، جیسے: نارنگی، بکری، مرغی وغیرہ۔

مسئلہ: جس زمانے میں سو روپے کی دس کلو گندم ملتی تھی اس وقت تم نے پانچ کلو گندم قرض لی، پھر گندم سستی ہوگئی اور سو روپے کی بیس کلو ملنے لگی تو تمہیں وہی پانچ کلو دینا پڑے گی۔ اسی طرح اگر مہنگی ہوگئی تب بھی اتنی ہی دینا پڑے گی۔

مسئلہ: جیسی گندم تم نے دی تھی مقروض نے [از خود] اس سے اچھی گندم ادا کی تو اس کا لینا جائز ہے، یہ سود نہیں، مگر قرض لیتے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اس سے اچھی لیں گے، البتہ وزن میں زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر تم نے دی ہوئی گندم سے زیادہ لی تو یہ ناجائز ہوگیا۔ خوب ٹھیک تول کر لینا دینا چاہیے، لیکن اگر تھوڑا جھکتا تول دیا تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدہ پر قرض لیا کہ ایک مہینہ یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کر دیں گے اور اس نے قبول کر لیا تب بھی وہ مدت لازم نہیں۔ اگر اس کو اس مدت

سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا ضرورت کے بغیر مانگے تو تم کو اسی وقت دینا پڑے گا۔

بلاضرورت قرض کی مذمت:

سوال: بلاضرورت قرض لینا کیسا ہے؟ اور قرض لے کر ادا نہ کرنے کا کیا گناہ ہے؟

جواب: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ایک شخص کو اس طرح وصیت فرما رہے تھے: ''گناہ کم کیا کرو، تم پر موت آسان ہو جائے گی۔ اور قرض کم لیا کرو، آزاد ہو کر جیو گے۔''

☆... ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے قرض لے (لے) اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دیتے ہیں اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے، اللہ تعالیٰ اس کو تباہ کر دیتے ہیں۔''

☆... حضرت میمون کردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مقدارِ مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں عورت کا مہر ادا کرنے کی نیت نہیں تھی، پھر ادا کیے بغیر مر گیا تو وہ قیامت کے دن زِنا کار بن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور اس کے دل میں قرض ادا کرنے کی نیت نہیں تھی، بلکہ محض دھوکہ سے اس کا مال لے لیا، پھر ادا کیے بغیر مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے چور بن کر جائے گا۔''

☆... حضرت عمر بن شرید رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''استطاعت (مالی حیثیت) والے کا ٹالنا، اس کی آبرو اور مال کو حلال کر دیتا ہے۔''

یعنی جو شخص قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر بھی ادا نہ کرے تو قرض خواہ اس کی بے عزتی کر سکتا ہے اور برا بھلا کہہ سکتا ہے اور لوگوں میں اس کی بد معاملگی کو مشہور کر سکتا ہے اور جس طریقہ سے ممکن ہو ظاہراً یا چھپ کر اپنا حق اس سے وصول کر سکتا ہے۔

☆...حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بہت نفرت کرتے ہیں: ایک بڈھا زِنا کار، مفلس تکبر کرنے والا، مالدار ظالم۔'' (جو قرض یا واجب الاداء رقم کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کر کے ظلم کرتا ہے)(مسلم:۱۷۲)

وقتِ مقرر سے پہلے ادائیگی کی شرط پر قرض میں کمی کرنا:

سوال: قرض کی رقم وقتِ مقررہ سے پہلے ادائیگی کی شرط پر قرض میں کمی کرنا اور وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایک شخص کا دوسرے پر کسی مقررہ مدت میں واجب الادا قرضہ تھا، قرض دار نے اس شرط پر وقتِ مقررہ سے پہلے ادائیگی کی پیشکش کی کہ اس کے بدلے قرضہ میں سے کچھ حصہ کم کر دیا جائے، قرض خواہ نے یہ قبول کر لیا یا قرض خواہ نے ہی اس شرط پر کمی کی پیشکش کی اور قرض دار نے قبول کر لی تو یہ ناجائز ہوگا اور قرض دار کے لیے اس شرط کی وجہ سے ملنے والی چھوٹ حلال نہ ہوگی۔

(أحسن الفتاوی: ۷/ ۱۸۰، إمداد الأحکام: ۳/۴۸۲)

قرض کی ادائیگی کی دعا:

سوال: قرض کا بوجھ اتارنے کے لیے کوئی دعا بتا دیجیے:

جواب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مکاتب (معاوضہ پر آزاد ہونے والا غلام) آیا اور کہنے لگا کہ میں آزادی کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں، میری امداد

کیجیے۔ فرمایا میں تجھ کو وہ مختصر دعا نہ بتادوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہے، اگر تیرے اوپر ثبیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ ادا کر دیں گے، یوں کہا کر:

" اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ ، وَ أَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ . "(الترمذی:۳۵۶۳)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "میں تم کو ایسی دعا نہ بتادوں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ ادا کر دیں گے، یوں کہا کرو:

" اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ ! تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ ، وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ، بِیَدِکَ الْخَیْرُ ، إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . رَحْمَانَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمَھُمَا ، تُعْطِیْھِمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَآءُ ، اِرْحَمْنِیْ رَحْمَةً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاکَ . "(المعجم الصغیر للطبرانی:۵۵۸)

☆☆☆☆☆☆☆

باب الربا

(سود اور سودی لین دین)

تعارف:

سوال: سود کی تعریف بیان کیجیے؟

جواب: سود کبھی تو قرض میں ہوتا ہے اور کبھی چیزوں کے لین دین میں:

۱- قرض میں سود:

قرض لینے دینے میں جو سود ہوتا ہے اس کی تعریف یہ ہے: ''قرض پر مشروط اضافہ'' یعنی قرض دیتے وقت شرط لگا کر اضافی رقم لینا۔ اگر شرط نہ لگائی، لیکن عام ''عرف'' اور رواج یہی ہے کہ اضافہ کے ساتھ ہی قرض واپس ہوتا ہے ویسے نہیں، تو یہ بھی شرط کی طرح ہے اور حرام ہے۔

البتہ اگر اضافہ صراحۃً مشروط یا عرفاً مروّج نہ ہو، بلکہ مقروض بغیر کسی سابقہ معاہدے، شرط یا عرف ورواج کے ویسے ہی کوئی چیز قرض دینے والے کو ہدیہ میں دے تو یہ سود نہیں۔

۲- لین دین میں سود:

چیزوں کے لین دین میں سود کی تعریف یوں ہوگی: ''ہم جنس چیزوں کے ناپ یا تول کے ساتھ تبادلہ میں اضافہ یا ادھار۔''

یعنی جب ایسی ہم جنس چیزوں کا لین دین کیا جا رہا ہے جو وزن سے تول کر [نہ کہ گن کر] یا پیمانے سے (نہ کہ گز سے) ناپ کر بکتی ہیں تو اس میں نہ کسی ایک طرف اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ادھار کی گنجائش ہے، بلکہ یکساں مقدار کے ساتھ ہاتھ در ہاتھ لینا دینا ضروری

ہوگا، اگر چہ ایک چیز اچھی اور عمدہ اور دوسری ناقص اور کم درجے کی ہو۔ اگر اضافہ کیا گیا تو اسے "حقیقی ربا" کہتے ہیں اور ادھار کیا گیا تو اسے "حکمی ربا" کہتے ہیں۔ ربا کی یہ دونوں قسمیں حرام اور ناجائز ہیں۔

سوال: سود پر آئی وعید بیان کیجیے، نیز ان سے بچنے کا طریقہ بھی بتائیے؟

جواب: سودی لین دین کا گناہ بہت سخت ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں اور اس سے بچنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سود دینے والے، لینے والے، سودی دستاویز لکھنے والے اور سودی معاملہ پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اس لیے اس سے دور رہنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ سود کے مسائل بہت نازک ہیں۔ بعض دفعہ سود کا گناہ عظیم ہو جاتا ہے اور لاعلمی میں لوگوں کو پتا بھی نہیں چلتا کہ یہ گناہ ہو گیا۔ ہم ضروری ضروری مسائل یہاں بیان کرتے ہیں۔ لین دین کے وقت ہمیشہ ان کا خیال رکھا جائے۔

دنیا میں پائی جانے والی چیزیں دو طرح کی ہیں:

۱- آلۂ تبادلہ:

سونا چاندی یا ان سے بنی ہوئی چیز۔ یہ بنیادی اور خلقی طور پر آلۂ تبادلہ ہیں۔ اگر چہ دیگر مقاصد کے لیے بھی ضمنی طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

۲- مقصود بالتبادلہ:

دنیا کی بقیہ چیزیں "مقصود بالتبادلہ" ہیں۔ ان کی چار اقسام ہو سکتی ہیں:

(۱) وہ چیزیں جو تل کر بکتی ہیں، جیسے: لوہا، تانبہ، روئی، ترکاری وغیرہ۔

(۲) وہ چیزیں جو پیمانے سے ناپ کر بکتی ہیں، جیسے: اناج، غلہ وغیرہ۔

(۳) وہ چیزیں جو گز سے ناپ کر بکتی ہیں، جیسے: کپڑا وغیرہ۔

(٤) وہ جو گنتی کے حساب سے بکتی ہیں، جیسے: انڈے، اخروٹ، نارنگی، بکری، گائے ،گھوڑا وغیرہ۔

ان چار قسموں میں سے چونکہ پہلی اور دوسری کا حکم ایک جیسا اور تیسری اور چوتھی کا حکم ایک جیسا ہے، اس لیے ان دو دو قسموں کو اکٹھے بیان کیا جائے گا۔

آلۂ تبادلہ (Tools of Exchange):

سونا چاندی اور ان سے بنی ہوئی چیزوں کا حکم:

مسئلہ: سونا چاندی خریدنے کی کئی صورتیں ہیں:

ایک تو یہ ہے کہ چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے خریدا جائے، یعنی دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس صورت میں دو باتیں واجب ہیں: ایک یہ کہ دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو۔ دوسرے یہ کہ جدا ہونے سے پہلے پہلے ہی دونوں طرف سے پورا پورا لین دین ہو جائے، کوئی ادھار باقی نہ رہے۔ اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کے خلاف کیا تو ''سود'' ہو گیا، مثلاً: ایک تولہ چاندی لی تو اس کے بدلے میں ایک تولہ چاندی ہی دینا واجب ہے، اس سے کم زیادہ کرنا سود ہے۔ اسی طرح اگر ایک نے چاندی دی، دوسرے نے اس مجلس میں نہیں دی، بعد میں دینے کا وعدہ کیا تو یہ بھی جائز نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں طرف ایک قسم کی چیز نہیں، بلکہ ایک طرف چاندی اور دوسری طرف سونا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں، ایک تولہ چاندی کے بدلے میں جتنا چاہے سونا لے، جائز ہے۔ اسی طرح ایک تولہ سونے کے بدلے جتنی چاہے چاندی لے، جائز ہے، لیکن جدا ہونے سے پہلے پہلے دونوں طرف سے لین دین پورا ہو، کسی طرف ادھار نہ ہو۔

مسئلہ: دو تولے سونا اور ایک تولہ چاندی کو ایک تولہ سونا اور پچاس تولے چاندی کے عوض فروخت کرنا صحیح ہے اور یوں سمجھیں گے کہ دو تولے سونا پچاس تولے چاندی کے بدلے اور ایک تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے بدلے میں ہے۔ ایسا ہم اس وقت سمجھیں گے جب خرید وفروخت کرنے والوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو اور اگر انہوں نے یہ کہا کہ دو تولہ سونا ایک تولے سونے کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی پچاس تولے چاندی کے عوض میں ہے تو اب ان کی بات کا اعتبار ہوگا اور معاملہ سودی ہو جائے گا۔

کھوٹی اور خالص چیز کے باہمی تبادلے کا آسان طریقہ:

مسئلہ: کھوٹی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندی خریدنا ہے اور اچھی چاندی وزن میں کھوٹی کے برابر نہیں مل سکتی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ پہلے خراب چاندی روپوں میں بیچ دی جائے اور جو رقم ملے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس سے اچھی چاندی خریدی جائے۔

کاغذی کرنسی کے بدلے سونے چاندی کی خرید وفروخت کا حکم:

مسئلہ: موجودہ رائج الوقت کاغذی نوٹوں سے سونا چاندی نقد یا ادھار خریدنا جائز ہے۔ نقد ہر صورت میں جائز ہے، ادھار اس وقت جائز ہے کہ دونوں عوضوں (رقم اور سونا چاندی) میں سے [کم از کم] ایک پر اسی مجلس میں قبضہ ہو۔

مقصود بالتبادلہ(Meant by exchange):

(۱،۲) تول کر یا پیمانے سے ناپ کر بکنے والی چیزوں کا حکم:

مسئلہ: جو چیزیں وزن سے تُل کر یا پیمانے سے ناپ کر بکتی ہیں۔ پیمانے سے ناپ کر اس لیے کہا کہ جو چیزیں گز سے ناپ کر بکتی ہیں ان کا حکم الگ ہے اور آگے آرہا ہے......، جیسے: اناج، گوشت، ترکاری، نمک، لوہا، تانبا وغیرہ، اس قسم کی چیزوں میں سے اگر ایک چیز کو اسی قسم کی چیز سے بیچنا اور بدلنا ہو، مثلاً: گیہوں دیکر گیہوں لے لی یا چاول

دے کر چاول لیے یا آٹے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز...... یعنی دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے...... تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے: ایک تو یہ کہ دونوں طرف وزن بالکل برابر ہو، ذرا بھی کسی طرف کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے، ورنہ سود ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ اسی وقت دونوں طرف سے لین دین اور قبضہ ہو جائے۔ اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گیہوں الگ کر کے رکھ دیے جائیں۔ ہر ایک اپنے گیہوں تول کر الگ رکھ دے کہ دیکھو یہ رکھے ہیں، جب تمہارا دل چاہے لے جانا۔ اسی طرح دوسرا بھی اپنے گیہوں تول کر الگ کر دے اور کہہ دے کہ یہ تمہارے گیہوں الگ رکھے ہیں، جب چاہو لے جانا۔ اگر یہ بھی نہیں کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو سود کا گناہ ہوا۔

(۴،۳) گز سے ناپ کر یا گن کر بکنے والی چیزوں کا حکم:

مسئلہ: جو چیزیں گز سے ناپ کر یا گن کر بکتی ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز دے کر اسی قسم کی چیز لو، جیسے: کپڑا دے کر دوسرا کپڑا لیا، انڈے دے کر دوسرے انڈے لیے یا نارنگی دے کر نارنگی لی تو برابر ہونا شرط نہیں، کمی بیشی جائز ہے، لیکن اسی وقت لین دین ہو جانا واجب ہے۔ اور اگر ایک طرف ایک چیز ہے اور دوسری طرف دوسری چیز، مثلاً: انڈے دے کر نارنگی لی یا گیہوں دے کر امرود لیے یا لٹھا دے کر کھدر لیا تو بہر حال جائز ہے، نہ تو دونوں کا برابر ہونا واجب ہے اور نہ اسی وقت لین دین نمٹا دینا واجب ہے۔

آخری چار اقسام کا خلاصہ:

مقصود بالتبادلہ اشیاء کا خلاصہ یہ ہوا کہ سونے چاندی کے علاوہ دوسری چیزوں میں اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہو اور وہ چیز وزن کے حساب سے تل کر یا پیمانے سے ناپ کر بکتی ہو، جیسے: گیہوں کے عوض گیہوں، چنے کے عوض چنا وغیرہ، تب تو وزن میں برابر ہونا بھی واجب ہے اور اسی وقت آمنے سامنے لین دین ہو جانا بھی واجب ہے۔ اور اگر دونوں

طرف ایک ہی چیز ہے، لیکن تل کر یا پیمانے سے ناپ کر نہیں بکتی، بلکہ گز سے ناپ کر یا گن کر بکتی ہے، جیسے: کپڑا دے کر ویسا ہی کپڑا لیا، انڈے دیکر انڈے لیے، نارنگی دے کر نارنگی لی، یا ایک طرف سے ایک چیز اور دوسری طرف سے کوئی اور چیز ہے، لیکن دونوں تل کر بکتی ہیں جیسے: گیہوں کے بدلے چنا، چنے کے بدلے جوار، ان دونوں صورتوں میں وزن میں برابر ہونا واجب نہیں، کمی بیشی جائز ہے، البتہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے اور جہاں دونوں باتیں نہ ہوں، یعنی دونوں طرف ایک چیز نہیں، بلکہ ایک طرف ایک چیز ہے اور دوسری طرف دوسری چیز اور وہ دونوں وزن کے حساب سے یا پیمانے سے تل کر بھی نہیں بکتیں، وہاں کمی بیشی جائز ہے اور اسی وقت لین دین کرنا بھی واجب نہیں، جیسے: کیلے دے کر نارنگی لیا۔ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

مسئلہ: کسی نے ایک کلو آٹے سے پکائی ہوئی روٹیاں ایک کلو یا اس سے زیادہ آٹے کے بدلے میں بیچ دیں تو یہ جائز ہے، چاہے دونوں چیزوں پر اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے یا ایک پر اسی وقت اور دوسری پر بعد میں ہو۔

کتاب الکفالۃ

(کسی کے قرض کی ذمہ داری لینا)

سوال: ''کفیل'' کسے کہتے ہیں اور ''کفالت'' میں عام طور پر پیش آنے والی صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: کسی شخص پر قرض یا مالی واجبات ہوں، اس کی ذمہ داری کوئی شخص اپنے اوپر لے لے تو اس کو ''کفالت'' کہتے ہیں اور جس شخص نے یہ ذمہ داری قبول کی، وہ ''کفیل'' کہلاتا ہے۔ جس شخص پر قرض یا مالی ادائیگی تھی، اسے ''اصیل'' اور جس کی رقم تھی، اسے ''مکفول لہٗ'' کہا جاتا ہے۔ کفالت میں ''اصیل'' (مقروض) رقم کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہوتا، البتہ ''حوالہ'' میں اصل مقروض بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ کفالت کے مسائل یہ ہیں:

مسئلہ: حامد کے ذمہ کسی کے کچھ روپے تھے، تم نے اس کی ذمہ داری لے لی کہ اگر یہ نہیں دے گا تو ہم سے لے لینا یا یوں کہا: ''ہم اس کے ذمہ دار ہیں'' یا اور کوئی ایسا لفظ کہا جس سے ذمہ داری معلوم ہوئی اور اس حقدار نے تمہاری ذمہ داری منظور بھی کر لی تو اب تم اس کے کفیل ہو گئے اور اس پر واجب الادا رقم کی ادائیگی تمہارے ذمہ واجب ہو گئی۔ اگر حامد نہیں دے گا تو تمہیں دینے پڑیں گے اور اس حقدار کو اختیار ہے جس سے چاہے مطالبہ کرے، چاہے تم سے کرے یا حامد سے۔ اب جب تک حامد اپنا قرض ادا نہ کر دے یا معاف نہ کرائے تب تک تم برابر ذمہ دار ہو گے، البتہ اگر وہ حقدار تمہاری ذمہ داری معاف

کر دے اور کہہ دے کہ اب تم سے مطالبہ نہیں کریں گے تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی۔

اور اگر تمہاری ذمہ داری کے وقت ہی اس حقدار نے منظور نہیں کیا اور کہا تمہاری ذمہ داری کا ہمیں اعتبار نہیں یا اور کچھ کہا تو تم ذمہ دار نہیں ہوئے۔

مسئلہ: تم نے کسی کی ذمہ داری لی تھی اور اس کے پاس روپے ابھی نہیں تھے، اس لیے تمہیں دینا پڑے تو اگر تم نے اس قرض دار کے کہنے سے ذمہ داری لی تھی تو دیکھو: تمہاری ذمہ داری کو پہلے کس نے منظور کیا ہے، اس قرض دار نے یا حق دار نے؟ اگر پہلے قرض دار نے منظور کیا تب تو یہی سمجھیں گے کہ تم نے اس کے کہنے سے ذمہ داری لی، لہٰذا اپنا روپیہ اس سے لے سکتے ہو۔ اور اگر پہلے حق دار نے منظور کر لیا تو جو کچھ تم نے دیا ہے، اسے قرض دار سے لینے کا حق نہیں، بلکہ اس کے ساتھ تمہاری طرف سے احسان سمجھا جائے گا کہ ویسے ہی اس کا قرض تم نے ادا کر دیا۔ اب وہ خود دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ: اگر قرض خواہ نے مقروض کو مہینہ یا پندرہ دن وغیرہ کی مہلت دے دی تو اب اتنے دن اس کفیل (ذمہ داری لینے والے) سے بھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔

کتاب المضاربة

(مضاربہ پر ایک نظر)

مضاربہ کا کاروبار:

سوال: ''مضاربہ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: ''مضاربہ'' شراکت کی ایک خاص شکل ہے جس میں ایک شریک دوسرے کو کاروبار میں لگانے کے لیے رقم فراہم کرتا ہے۔ سرمایہ کاری پہلے شخص کی طرف سے کی جاتی ہے اور اسے ''رب المال'' کہا جاتا ہے، جبکہ کاروبار کا انتظام اور عمل کی ذمہ داری دوسرے فریق کے ساتھ خاص ہے جسے ''مضارب'' کہا جاتا ہے۔

سوال: مشارکہ اور مضاربہ میں کیا فرق ہے، تفصیل سے سمجھا دیجیے؟

جواب: مشارکہ اور مضاربہ میں فرق درجِ ذیل نکات میں مختصراً بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ''مشارکہ'' میں سرمایہ دونوں طرف سے فراہم کیا جاتا ہے، جبکہ ''مضاربہ'' میں سرمایہ لگانا صرف رب المال کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ ''مشارکہ'' میں تمام شرکا کاروبار کے لیے کام کرسکتے اور اس کے انتظام میں حصہ لے سکتے ہیں، جبکہ ''مضاربہ'' میں ''رب المال'' مینجمنٹ میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں رکھتا بلکہ اس کو صرف مضارب ہی انجام دے گا۔

۳۔ ''مشارکہ'' میں تمام شرکا، اپنی سرمایہ کاری کے تناسب کی حد تک نقصان میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ ''مضاربہ'' میں اگر کوئی خسارہ ہو تو وہ صرف ''رب المال'' کو

برداشت کرنا ہوگا، اس لیے کہ مضارب تو کوئی سرمایہ ہی نہیں لگاتا، اس کا نقصان اس حقیقت تک محدود رہے گا کہ اس کی محنت رائیگاں گئی اور اسے اس کے عمل کا کوئی صلہ نہیں ملا۔

لیکن یہ اصول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ''مضارب'' نے اس پوری احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ کام کیا جو کہ عموماً اس طرح کے کاروبار کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اگر غفلت اور لاپرواہی کے ساتھ کام کیا یا کسی بددیانتی کا ارتکاب کیا تو وہ اس نقصان کا ذمہ دار ہوگا جو کہ لاپرواہی یا بے ضابطگی کی وجہ سے ہوا ہے۔

۴۔ ''مشارکہ'' میں عموماً حصہ داروں کی ذمہ داری غیر محدود ہوتی ہے، لہٰذا اگر کاروبار کی ذمہ داریاں اس کے اثاثہ جات سے بڑھ جاتی ہیں اور نوبت کاروبار کی لیکویڈیشن تک پہنچ جاتی ہے تو اثاثوں سے زائد ذمہ داریاں حصہ داران کو اپنے اپنے متناسب حصے کے مطابق اٹھانا ہوں گی۔ تاہم اگر تمام شرکاء نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ کوئی شریک کاروبار کی مدت کے دوران کوئی قرض نہیں لے گا تو اس صورت میں زائد ذمہ داریاں صرف اسی شریک کو اٹھانا ہوں گی جس نے مذکورہ شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کاروبار پر قرض کا بوجھ ڈالا ہے۔

''مضاربہ'' میں صورتِ حال اس سے مختلف ہے، یہاں ''رب المال'' کی ذمہ داریاں اس کی سرمایہ کاری تک محدود ہوں گی، اِلّا یہ کہ وہ مضارب کو اس (رب المال) کی طرف سے قرض لینے کی اجازت دے دے۔

۵۔ ''مشارکہ'' میں جب بھی حصہ داران اپنا سرمایہ خلط ملط کر لیں گے تو مشارکہ کے تمام اثاثہ جات شرکاء کی سرمایہ کاری کے تناسب سے ان کی مشترکہ ملکیت بن جائیں گے (اور وہ سب مشاعاً کے مالک بن جائیں گے) اس لیے ان میں سے ہر ایک ان اثاثوں کی قیمتوں میں اضافے سے بھی فائدہ اٹھا سکے گا، اگرچہ انہیں بیچ کر نفع حاصل نہ کیا

گیا ہو۔

''مضاربہ'' اس سے مختلف ہے۔ مضاربہ میں خریدی ہوئی ساری اشیاء صرف رب المال کی ملکیت ہیں اور مضارب صرف اسی صورت میں منافع میں سے اپنا حصہ حاصل کرسکتا ہے جبکہ وہ انہیں نفع پر بیچ دے، لہٰذا وہ خود اثاثہ جات میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا، اگرچہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو۔

مضاربہ کے اختیارات:

سوال: مضاربہ کے کاروبار میں مضارب رب المال کا پابند ہوتا ہے یا اسے کلی اختیار ہوتا ہے؟

جواب: رب المال مضارب کے لیے خاص کاروبار متعین بھی کرسکتا ہے۔ اس صورت میں مضارب رقم صرف اسی کاروبار میں لگائے گا، اس کو "اَلْمُضَارَبَۃُ الْمُقَیَّدَۃُ" کہا جاتا ہے (یعنی مقید اور مشروط مضاربت)، لیکن اگر وہ مضارب کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ جو کاروبار چاہے کرے تو اسے یہ اختیار ہوگا کہ جس کاروبار کو وہ مناسب سمجھے اس میں وہ رقم لگا دے، اس کو "اَلْمُضَارَبَۃُ الْمُطْلَقَۃُ" کہا جاتا ہے۔ (یعنی غیر مشروط مضاربہ)

ایک ''رب المال'' ایک ہی عقد میں ایک سے زائد افراد کے ساتھ بھی مضاربہ کا معاملہ طے کرسکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ رقم ''الف'' اور ''ب'' دونوں کو (مشترکہ طور پر) کاروبار کے لیے پیش کرسکتا ہے، لہٰذا ان دونوں میں سے ہر ایک اس کے لیے بطور ''مضارب'' کام کرسکتا ہے اور مضاربہ کا سرمایہ دونوں مشترکہ طور پر استعمال کریں گے اور ''مضارب'' کا حصہ ان دونوں کے درمیان طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ اس صورت میں دونوں مضارب کاروبار ایسے چلائیں گے جیسا کہ دونوں آپس میں شریک ہوں۔

''مضارب'' چاہے ایک ہو یا زیادہ، ہر وہ کام کرسکتے ہیں جو کہ عموماً اس طرح کے کاروبار میں

کیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ایسا غیر معمولی کام کرنا چاہتے ہیں جو تاجروں کے عام معمول اور عادت سے ہٹ کر ہو تو وہ کام "رب المال" کی صریح اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔

منافع کی تقسیم:

سوال: مضاربہ میں منافع کی تقسیم کا کیا اصول ہے؟

جواب: مضاربہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ فریقین بالکل شروع میں حقیقی منافع کے خاص تناسب پر متفق ہوں جس کے مطابق رب المال اور مضارب میں سے ہر ایک منافع کا مستحق ہوگا۔ شریعت نے منافع کی کوئی متعین نسبت بیان نہیں کی بلکہ اسے فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ نفع میں برابر نسبت کے ساتھ بھی شریک ہو سکتے ہیں اور رب المال اور مضارب کے لیے الگ الگ نسبت بھی متعین کی جاسکتی ہے، تاہم وہ کسی فریق کے لیے رقم کی لگی بندھی مقدار خاص نہیں کر سکتے۔ اسی طرح وہ کسی فریق کا نفع راس المال کے کسی متناسب حصے کے ساتھ بھی متعین نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر اگر راس المال ایک لاکھ روپے ہے تو وہ اس شرط پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ کل منافع میں سے دس ہزار روپے مضارب کے ہوں گے اور نہ ہی وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ (مثلاً) راس المال کا بیس فیصد رب المال کو دیا جائے گا، البتہ وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ حقیقی نفع کا چالیس فیصد مضارب کو ملے گا اور ساٹھ فیصد رب المال کو یا اس کے برعکس۔

یہ بھی جائز ہے کہ مختلف حالات میں نفع کی مختلف نسبتیں طے کر لی جائیں، مثلاً: رب المال مضارب سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم گندم کا کاروبار کرو گے تو تمہیں کل نفع کا پچاس فیصد ملے گا اور اگر آٹے کا کاروبار کرو گے تو کل منافع کا تینتیس فیصد۔ اسی طرح وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم اپنے شہر میں کاروبار کرو گے تو تم نفع کے تیس فیصد کے مستحق ہو گے اور اگر تم کسی دوسرے شہر میں کاروبار کرو گے تو نفع میں سے تمہارا حصہ پچاس فیصد ہوگا۔

نفع کے طے شدہ متناسب حصے کے علاوہ مضارب مضاربہ کے لیے کیے گئے اپنے کام پر کسی قسم کی تنخواہ، فیس یا معاوضے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ تمام فقہی مکاتب فکر اس نکتے پر متفق ہیں، البتہ امام احمد رحمہ اللہ ''مضارب'' کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ مضاربہ اکاؤنٹ سے صرف یومیہ خوراک کے اخراجات وصول کرلے۔ فقہائے حنفیہ کے نزدیک ''مضارب'' کو یہ حق صرف اس صورت میں حاصل ہوگا، جبکہ وہ اپنے شہر سے باہر کسی کاروباری سفر پر ہو، اس صورت میں وہ ذاتی قیام وطعام وغیرہ کے اخراجات حاصل کرسکتا ہے۔ اپنے شہر میں ہونے کی صورت میں وہ کسی یومیہ الاؤنس کا مستحق نہیں ہوتا۔

اگر کاروبار کو بعض معاملات میں نقصان ہو اور بعض میں نفع، تو پہلے اس نفع سے نقصان کو پورا کیا جائے گا۔ پھر اگر نفع بچ جائے تو اسے طے شدہ تناسب سے فریقین میں تقسیم کیا جائے گا۔

مضاربہ کو ختم کرنا:

سوال: مضاربہ کو ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: مضاربہ کا عقد فریقین میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت ختم کرسکتا ہے۔ شرط صرف یہی ہے کہ دوسرے فریق کو اس کی باقاعدہ اطلاع کردی جائے۔ اگر مضاربہ کے تمام اثاثہ جات نقد شکل میں ہیں اور راس المال پر کچھ نفع بھی کمایا جاچکا ہے تو انہیں فریقین میں نفع کے طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم کرلیا جائے، لیکن اگر مضاربہ کے اثاثہ جات نقد شکل میں نہیں ہیں تو مضارب کو موقع دیا جائے گا کہ وہ ان اثاثہ جات کو بیچ کر نقد میں تبدیل کرے، تاکہ حقیقی نفع کا تعین ہوسکے۔

فقہاء کے اس سوال کے بارے میں مختلف نکتہ ہائے نظر ہیں کہ کیا مضاربہ ایک متعین مدت کے لیے مؤثر ہوسکتا ہے کہ اس مدت کے گزرنے پر مضاربہ خود بخود ختم ہوجائے؟ حنفی

اور حنبلی مکاتبِ فکر کے مطابق مضاربہ کو ایک خاص مدت کے اندر محدود کیا جا سکتا ہے، مثلاً: ایک سال، چھ ماہ وغیرہ جس کے بعد مضاربہ بغیر کسی نوٹس کے ختم ہو جائے گا، اس کے برعکس مالکی اور شافعی فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مضاربہ کو خاص مدت کے اندر محدود نہیں کیا جا سکتا۔

بہر حال اس اختلاف کا تعلق مضاربہ کی مدت کی آخری اور زیادہ سے زیادہ حد کے ساتھ ہے۔ کیا فریقین کی طرف سے مضاربہ کی کم سے کم مدت بھی طے کی جا سکتی ہے جس سے پہلے مضاربہ کو ختم نہ کیا جا سکے؟ اسلامی فقہ کی کتابوں میں ایک ضابطہ جو عموماً یہاں ذکر کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی کوئی مدت متعین نہیں کی جا سکتی اور ہر فریق کو جب وہ چاہے معاہدہ ختم کرنے کا اختیار ہے۔

فریقین کا مضاربہ ختم کرنے کا یہ غیر محدود اختیار موجودہ حالات میں بعض مشکلات پیدا کر سکتا ہے، اس لیے کہ آج کل اکثر کاروباری مہمیں اپنے ثمرات دکھانے کے لیے کچھ وقت کی محتاج ہوتی ہیں، انہیں پیچیدہ اور مستقل مزاجی والی کوششیں درکار ہوتی ہیں، اس لیے اگر "رب المال" کاروباری مہم کے بالکل شروع ہی میں مضاربہ ختم کر دیتا ہے تو وہ بات اس منصوبے کے لیے بڑی مشکل کا باعث ہوگی۔ خاص طور پر "مضارب" کے لیے شدید دھچکا ہوگا جو کہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود کچھ کما نہیں سکے گا۔ اس لیے اگر عقدِ مضاربہ میں داخل ہوتے وقت ہی فریقین اس بات پر متفق ہو جاتے ہیں کہ کوئی فریق بھی ایک معینہ مدت کے اندر چند مخصوص حالات کے علاوہ مضاربہ کو ختم نہیں کرے گا تو یہ بات بظاہر شریعت کے کسی اصول کے خلاف معلوم نہیں ہوتی، بالخصوص اس حدیث کی روشنی میں جس میں یہ آتا ہے:

"اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا ."

"مسلمانوں کے درمیان طے شدہ شرطوں کو برقرار رکھا جائے گا سوائے ان شرطوں کے جو کسی حرام کی اجازت دے دیں یا کسی حلال کو حرام کر دیں۔"

کتاب الاجارۃ

(کرایہ کے احکام)

تعارف اور اقسام:

سوال: ''اجارہ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: ''اجارہ'' اسلامی فقہ کی ایک اصطلاح ہے، جس کا لغوی معنی ہے: کوئی چیز کرائے پر دینا۔

سوال: ''اجارہ'' کی اصطلاح کن صورتوں میں استعمال ہوتی ہے؟

جواب: اسلامی فقہ میں ''اجارہ'' کی اصطلاح دو مختلف صورتوں کے لیے استعمال ہوتی ہے: اشخاص کا اجارہ اور اشیاء کا اجارہ۔

۱۔ اجارۃ الاشخاص: انسانی خدمات کا اجارہ:

پہلی صورت میں اجارے کا معنی ہے کسی شخص کی خدمات حاصل کرنا جس کے معاوضے میں اسے تنخواہ دی جاتی ہے۔ خدمات حاصل کرنے والے کو ''مستاجر'' (Employer) اور اس ملازم کو ''اجیر'' (Employee) کہا جاتا ہے، لہٰذا اگر ''الف'' ''ب'' کو اپنے دفتر میں ماہانہ تنخواہ کی بنیاد پر منیجر یا کلرک رکھتا ہے تو ''الف'' مستاجر ہے اور ''ب'' اجیر ہے۔ اسی طرح اگر ''الف'' کسی قلی (پورٹر) کی خدمات حاصل کرتا ہے تاکہ وہ اس کا سامان ائیر پورٹ تک پہنچائے تو ''الف'' مستاجر ہے، جبکہ وہ پورٹر اجیر ہے اور دونوں صورتوں میں فریقین کے درمیان طے پانے والا معاملہ ''اجارہ'' کہلائے گا۔ اجارے کی اس قسم میں تمام وہ معاملات شامل ہیں جن میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ جس

کی خدمات ۔ ۔۔ کی گئی ہیں وہ کوئی ڈاکٹر، قانون دان، معلم، مزدور یا کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جو ایسی خدمات مہیا کر سکتا ہو جن کی کوئی قیمت لگائی جا سکتی ہو۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح کے مطابق ان میں سے ہر شخص کو ''اجیر'' کہا جا سکتا ہے اور جو شخص ان کی خدمات حاصل کرتا ہے اسے ''مستاجر'' کہا جائے گا۔ جبکہ اجیر کو دی جانے والی تنخواہ ''اجرت'' کہلائے گی۔

۲- اجارۃ الاشیاء: اشیاء کا اجارہ:

''اجارہ'' کی دوسری قسم کا تعلق ''انسانی خدمات'' کے ساتھ نہیں، بلکہ اشیاء یعنی اثاثہ جات اور جائیداد کے ''منافع'' (حق استعمال) کے ساتھ ہے، اس مفہوم میں ''اجارہ'' کا معنی ہے: ''کسی متعین مملوکہ چیز کے منافع (Usufructs) کسی دوسرے شخص کو ایسے کرائے کے بدلے میں منتقل کر دینا جس کا اس سے مطالبہ کیا جائے۔'' اس صورت میں ''اجارہ'' کی اصطلاح انگریزی اصطلاح (Leasing) کے ہم معنی ہو گی۔ کرایے پر دینے والا ''موجر'' (Lessor) کہلاتا ہے اور کرایے پر لینے والے کو ''مستاجر'' (Lessee) کہا جاتا ہے اور مُوجر کو جو کرایہ دیا جاتا ہے اسے ''اجرت'' کہتے ہیں۔

اجارے کی دونوں قسموں پر اسلامی فقہی لٹریچر میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے اپنے قواعد وضوابط ہیں۔ اجارے کی دوسری قسم کے قواعد بیع کے قواعد کے کافی مشابہ ہیں، اس لیے کہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز دوسرے شخص کو معاوضے کے بدلے منتقل کی جاتی ہے۔ بیع اور اجارہ میں فرق صرف یہ ہے کہ بیع میں جائیداد بذاتِ خود خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اجارے میں جائیداد خود منتقل کرنے والے کی ملکیت میں رہتی ہے، صرف اسے استعمال کرنے کا حق مستاجر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اجارہ (لیزنگ) کے بنیادی قواعد:

سوال: اجارہ (لیزنگ) کے بنیادی قواعد کیا ہیں؟ مثالوں کے ساتھ وضاحت

کر دیجیے؟

جواب: ''اجارہ'' کے اصول اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے لیے ایک مستقل جلد درکار ہے، ہم یہاں صرف ان بنیادی اصولوں کو مختصراً بیان کرنے کی کوشش کریں گے جن کا جاننا اس عقد کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے اور جن کی عموماً جدید معاشی سرگرمیوں میں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

۱۔ اجارہ ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعے کسی چیز کا مالک طے شدہ مدت کے لیے طے شدہ معاوضے کے بدلے میں اس چیز کے استعمال کا حق کسی اور شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ لہٰذا اجارہ (لیز) ایسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کا کوئی ایسا استعمال ہو جس کی کوئی قدر و قیمت ہو۔ جس چیز کا کوئی استعمال نہ ہو وہ لیز پر نہیں دی جا سکتی۔

۲۔ لیز کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی گئی چیز کی ملکیت مؤجر ہی کے پاس رہے اور مستاجر کو صرف حق استعمال منتقل ہو، لہٰذا ہر ایسی چیز جسے صرف کیے بغیر (یعنی ختم کیے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر) استعمال نہیں کیا جا سکتا ان کی لیز بھی نہیں ہو سکتی، اس لیے نقد رقم کھانے پینے کی اشیاء، ایندھن اور گولہ بارود وغیرہ کی لیز ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہیں خرچ کیے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں ہے۔ اگر اس نوعیت کی کوئی چیز لیز پر دے دی گئی ہے تو اسے ایک قرض سمجھا جائے گا اور قرض کے سارے احکام اس پر لاگو ہوں گے۔ اس غیر صحیح لیز پر جو بھی کرایہ لیا جائے گا وہ قرض پر لیا جانے والا سود ہوگا۔

۳۔ لیز پر دی گئی جائیداد بذاتِ خود چونکہ مؤجر کی ملکیت میں ہے اس لیے ملکیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کو بھی وہ خود ہی اٹھائے گا، لیکن اس کے استعمال کے متعلق ذمہ داریوں کو مستاجر برداشت کرے گا۔

مثال:

''الف'' نے اپنا گھر ''ب'' کو کرایہ پر دیا، اس جائیداد کی طرف منسوب ٹیکس ''الف'' کے ذمے ہوں گے، جبکہ پانی کا ٹیکس، بجلی کے بل اور مکان کے استعمال کے حوالے سے دیگر اخراجات ''ب'' یعنی مستاجر پر ہوں گے۔

٤- لیز کی مدت کا تعین واضح طور پر ہو جانا چاہیے۔

٥- لیز کے معاہدے میں لیز کا جو مقصد متعین ہوا ہے مستاجر اس اثاثے کو اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔ اگر معاہدے میں کوئی مقصد طے نہیں ہوا تو مستاجر اسے ان مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا ہے جن کے لیے عام حالات میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اسے غیر معمولی مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے (جس کے لیے عموماً وہ چیز استعمال نہیں ہوتی) تو وہ مؤجر (مالک) کی صریح اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔

٦- مستاجر کی طرف سے اس چیز کے غلط استعمال یا غفلت و کوتاہی کی وجہ سے جو نقصان ہو، وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہے۔

٧- لیز پر دی گئی چیز لیز کی مدت کے دوران موجر کے ضمان (Risk) میں رہے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہو جائے جو مستاجر کے اختیار سے باہر ہو تو یہ نقصان موجر (مالک) برداشت کرے گا۔

٨- جو جائیداد دو یا زیادہ شخصوں کی مشترکہ ملکیت میں ہو وہ بھی لیز پر دی جا سکتی ہے اور کرایہ مالکان کے درمیان ملکیت میں ان کے حصے کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

٩- جو شخص کسی جائیداد کی ملکیت میں شریک ہو اور اس کا مشترک حصہ الگ نہ ہو سکے تو وہ اپنا متناسب حصہ اپنے شریک ہی کو کرائے پر دے سکتا ہے کسی اور شخص کو نہیں۔

۱۰- لیز کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی جانے والی چیز فریقین کے لیے اچھی طرح متعین ہونی چاہیے۔

مثال:

''الف''''ب'' سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنی دو دکانوں میں سے ایک کرایہ پر دیتا ہوں۔''ب'' بھی اس سے اتفاق کرلیتا ہے تو یہ اجارہ باطل ہوگا، الا یہ کہ دونوں دکانوں میں سے ایک کی تعیین اور شناخت ہو جائے۔

کرائے کا تعین:

سوال: کرایہ طے کرنے کے متعلق کیا اصول ہیں؟

جواب: لیز کی پوری مدت کے لیے کرائے کا تعین عقد کے وقت ہی ہو جانا چاہیے۔

یہ بھی جائز ہے کہ لیز کی مدت کے مختلف مراحل کے لیے کرایہ کی مختلف مقداریں طے کرلی جائیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ہر مرحلے کے کرائے کی مقدار کا پوری طرح تعین لیز کے روبہ عمل آتے ہی ہو جانا چاہیے۔ اگر بعد میں آنے والے کسی مرحلے کا کرایہ طے نہیں کیا گیا یا اسے مؤجر کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔

مثال:

۱- ''الف'' اپنا گھر پانچ سال کی مدت کے لیے ''ب'' کو کرائے پر دیتا ہے، پہلے سال کا کرایہ دو ہزار ماہانہ مقرر کیا گیا ہے اور یہ بھی طے پا گیا ہے کہ ہر اگلے سال کا کرایہ پچھلے سال سے دس فیصد زیادہ ہوگا، تو یہ اجارہ صحیح ہے۔

۲- مذکورہ مثال میں ''الف'' معاہدے میں شرط لگاتا ہے کہ دو ہزار ماہانہ کرایہ صرف ایک سال کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اگلے سالوں کا کرایہ بعد میں موجر کی مرضی سے طے ہوگا، تو یہ اجارہ باطل ہے اس لیے کہ کرایہ غیر متعین ہے۔

کرائے کا تعین اس مجموعی لاگت کی بنیاد پر کرنا جو موجر کو اس چیز کی خریداری پر پڑی ہے، جیسا کہ عموماً اسلامی بینکوں کے تمویلی اجارہ (فائنانشل لیز) میں ہوتا ہے، یہ بھی شریعت کے اصولوں کے خلاف نہیں، بشرطیکہ اجارہ صحیحہ کی دوسری شرعی شرائط پر مکمل عمل کیا جائے۔

۳- موجر یکطرفہ طور پر کرائے میں اضافہ نہیں کرسکتا اور اس طرح کی شرط رکھنے والا معاہدہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

٤- مستاجر کو کرائے پر دیا گیا اثاثہ سپرد کرنے سے پہلے کرایہ یا اس کا کچھ حصہ پیشگی بھی قابل ادا قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن موجر اس طرح سے جو رقم حاصل کرے گا، وہ علی الحساب ادائیگی (On Account) کی بنیاد پر ہوگی اور کرائے کے واجب الادا ہونے کے بعد اسے اس میں ایڈجسٹ کرلیا جائے گا۔

اجارے کا ابتدا اور اختتام:

سوال: اجارے کی ابتدا کب ہوتی ہے؟ دوسرے لفظوں میں کرایہ کب سے شروع ہوتا ہے؟

جواب: اجارے کی مدت اس تاریخ سے شروع ہوگی جس دن اجارے پر دیا گیا اثاثہ مستاجر کے سپرد کردیا جائے، چاہے وہ اسے استعمال کرنا شروع کرے یا نہ کرے۔

مسئلہ: اگر اجارے پر دی گئی چیز اپنا متعلقہ کام کھو بیٹھتی ہے جس کے لیے وہ چیز کرائے پر دی گئی تھی اور اس کی مرمت بھی ممکن نہیں ہے تو اجارہ اس تاریخ سے فسخ ہوجائے گا جس تاریخ کو اس طرح کا نقصان ہوا ہے۔ تاہم اگر یہ نقصان مستاجر کے غلط استعمال یا اس کی غفلت کی وجہ سے ہوا ہے تو وہ موجر کو قیمت میں واقع ہونے والی کمی کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا، یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ نقصان سے ذرا پہلے اس کی قیمت کیا تھی اور اب نقصان کے بعد کیا ہے؟

کتاب الذبائح

(ذبح کے مسائل)

ذبح کا طریقہ:

سوال: ذبح کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا رخ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لے کر "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ کر اس کے گلے کو کاٹے، یہاں تک کہ چار چیزیں کٹ جائیں۔ دو نالیاں اور دو رگیں۔ دو نالیوں میں سے پہلی تو نرخرہ ہے جس سے جانور سانس لیتا ہے۔ دوسری اس کے نیچے چپکی ہوئی وہ نالی ہے جس سے دانہ پانی جاتا ہے۔ اور دو موٹی شہ رگیں جو ان دونوں نالیوں کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ اگر ان چار میں سے تین رگیں کٹ جائیں تب بھی ذبح درست ہے، اس کا کھانا حلال ہے اور اگر صرف دو کٹیں تو وہ جانور مردار ہو گیا، اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: ذبح کے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھی تو وہ جانور مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ ہاں اگر بھول جائے تو وہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔

مسئلہ: کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا، ہاتھ پاؤں توڑنا، کاٹنا... اور دو نالیاں اور دو رگیں چاروں کٹ جانے کے بعد بھی گلا کاٹے جانا۔ یہ سب مکروہ ہے۔

مسئلہ: ذبح کرتے ہوئے مرغی کا پورا گلا کاٹ دیا تو یہ عمل مکروہ ہے، لیکن اس مرغی

کا کھانا درست ہے، مکروہ بھی نہیں۔ یعنی پوری گردن کاٹ دینا مکروہ ہے، مرغی مکروہ نہیں۔

سوال: کس کا ذبیحہ درست اور کس کا نہیں؟

جواب: مسلمان کا ذبیحہ بہر حال درست ہے، چاہے عورت ذبح کرے یا مرد، اور چاہے پاک ہو یا ناپاک، ہر حال میں اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ اور کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ [البتہ کفار میں سے صرف یہود ونصاریٰ اگر اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کریں، جو خود ان کا اپنا طریقہ بھی ہے، تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ یہودیت اور عیسائیت کو مانتے ہوں، مذہب کے منکر یا دہریے نہ ہوں۔]

سوال: کس چیز سے ذبح کر سکتے ہیں؟

جواب: جو چیز تیز دھار والی ہو، جیسے: دھار والا پتھر، گنّے یا بانس کا چھلکا وغیرہ... ان سب سے ذبح کرنا درست ہے۔

حلال وحرام جانور:

سوال: حلال اور حرام جانور کون کون سے ہیں؟

جواب: تین اصول یاد رکھیں:

۱- جو جانور اور پرندے دوسرے جانوروں کا شکار کر کے کھاتے ہیں۔ ان کو کھانا جائز نہیں، جیسے: شیر، بھیڑیا، گیدڑ، بلی، کتا، بندر، شکرا، باز، وغیرہ۔

۲- اسی طرح جن جانوروں کی غذا صرف گندگی ہے، جیسے چیل، گدھ وغیرہ، وہ بھی حلال نہیں۔

۳- جن جانوروں کا گوشت زہریلا ہو یا کھانے والے کو نقصان دیتا ہو وہ بھی جائز نہیں۔ اور جو ایسے نہ ہوں، جیسے: طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، خرگوش، وغیرہ یہ سب جائز ہیں۔

مسئلہ: بجو، گوہ، کچھوا، بھڑ، خچر حرام ہیں۔ گدھا، گدھی کا گوشت کھانا اور گدھی کا دودھ پینا درست نہیں۔ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔ دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے، باقی سب حرام ہیں۔

مسئلہ: مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح کیے ہوئے بھی کھانا درست ہے، ان کے سوا اور کوئی جاندار بغیر ذبح کیے کھانا درست نہیں۔ جب کوئی جانور مرگیا تو حرام ہوگیا۔

مسئلہ: جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگی، اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: اوجھڑی کھانا حلال ہے، حرام یا مکروہ نہیں۔

مسئلہ: کسی چیز میں چیونٹیاں مرگئیں تو بغیر نکالے کھانا جائز نہیں۔ اگر بے احتیاطی سے ایک آدھ چیونٹی حلق میں چلی گئی تو مردار کھانے کا گناہ ہوا۔

مسئلہ: جو مرغی گندی چیزیں کھاتی پھرتی ہو اس کو تین دن بند رکھ کر ذبح کرنا چاہیے۔ بغیر بند کیے کھانا مکروہ ہے۔

سوال: غیر مسلم سے گوشت خریدنا کیسا ہے؟

جواب: جو گوشت غیر مسلم بیچتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے، اس سے خرید کر کھانا درست نہیں، البتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا ایک کے جانے کے بعد دوسرا کوئی اس کی جگہ بیٹھ کر دیکھتا رہا کہ یہ وہی گوشت ہے تب درست ہے۔ [خلاصہ یہ کہ غیر مسلم ممالک میں جب تک کسی مستند اسلامی ادارے کا ''حلال'' سرٹیفکیٹ نہ ہو اس وقت تک گوشت بلکہ بعض دوسری چیزیں بھی جن میں حرام اجزاء کی ملاوٹ کا اندیشہ ہو، نہ لینا چاہیے۔]

ذبح کے وقت قبلہ رخ ہونا:

سوال: ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رُخ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذبح کرنے والے اور جانور دونوں کا بوقتِ ذبح قبلہ رُخ ہونا سنتِ مؤکدہ ہے۔

گرہ کے اوپر سے ذبح کرنا:

سوال: جانور کو کہاں سے ذبح کرنا چاہیے؟

جواب: جانور کی گردن میں سر کی طرف جو عُقدہ (گرہ، گانٹھ) ہوتی ہے، اس کو سر کی جانب چھوڑ کر جانور کو ذبح کیا جائے، یہ بہتر اور احتیاط کے مطابق ہے۔ اگر کسی نے گرہ کے اوپر سے جانور کو ذبح کر دیا اور گرہ دھڑ کے ساتھ رہ گئی تو بھی جانور حلال ہے۔ حرام یا مکروہ نہیں۔

بندوق اور غلیل کا شکار:

سوال: بندوق یا غلیل سے شکار کیے گئے پرندے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بندوق کی گولی، چھرّے اور غلیل سے شکار کیا گیا جانور ذبح کیے بغیر حلال نہیں ہوتا، اگر چہ اس پر بسم اللہ پڑھ کر گولی چلائی گئی ہو، کیونکہ گولی اور غلیل سے حیوان کے اعضا کٹتے نہیں، ٹوٹ جاتے ہیں، جبکہ ذبح کے لیے جانور کے اعضاء کو تیز دھار والے آلے سے کاٹنا شرط ہے۔

مشینی ذبیحہ:

سوال: آج کل جانور کو مشین سے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: کئی جانوروں کو قطار میں کھڑا کر کے برقی مشین کے ذریعہ ذبح کرنے کے احکام یہ ہیں:

۱- یہ ذبح شرعی طریقہ کے خلاف ہے، اس میں گلے کی بجائے گدّی سے بھی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، یہ مکروہ اور ناجائز ہے۔

۲- اس میں جانور کا سر الگ کر دیا جاتا ہے، حالانکہ ایک ہی دفعہ میں سر دھڑ سے الگ کرنا مکروہ ہے۔

تاہم ان دونوں وجوہات کی بنا پر فعل ذبح کو مکروہ اور ناجائز کہا جائے گا، جانور حرام نہیں ہوگا، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا عیسائی یا یہودی ہو اور ذبح کرتے وقت [ہر جانور پر] بسم اللہ پڑھی ہو۔

ذبیحہ حلال ہونے کی شرط:

سوال: سخت بیمار یا قریب الموت جانور کے حلال ہونے کی کیا شرط ہے؟

جواب: ایسے جانور کے حلال ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ ذبح کے وقت حرکت کرے یا اس سے خون نکل جائے، دونوں میں کوئی ایک ہو تو بھی جانور حلال ہو جائے گا۔

چند اہم مسائل:

پانی میں دوا ڈالنے یا پانی خشک ہونے سے مچھلی مرگئی:

سوال: پانی میں دوا ڈالنے یا پانی خشک ہونے سے مچھلی مرگئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مچھلیوں کے شکار کے لیے پانی میں دوا ڈالی گئی جس سے مچھلیاں مرگئیں یا کسی نہر یا تالاب کا پانی خشک ہو گیا اور اس کی وجہ سے مچھلیاں مرگئیں تو وہ حلال ہیں۔

حلال جانور میں سات چیزیں حرام ہیں:

سوال: حلال جانور میں کون سی چیزیں کھانا حرام ہیں؟

جواب: حلال جانور میں سات چیزیں حرام ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تمام اعضا حلال ہیں۔ سات حرام چیزیں یہ ہیں:

۱- بہتا خون ۲- نر کی پیشاب گاہ ۳- خصیتین (کپورے)

٤- مادہ کی پیشاب گاہ ٥- غدود ٦- مثانہ ۷- پتا

کتاب الاضحیة

(قربانی کے احکام)

قربانی کی فضیلت:

سوال: قربانی کی فضیلت بیان کیجیے؟

جواب: قربانی کا بڑا ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا خوب خوشی سے اور خوب دل کھول کر قربانی کیا کرو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں، ہر ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔''

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے ہزاروں لاکھوں نیکیاں مل جاتی ہیں۔ بھیڑ کے بدن کے بال اگر کوئی صبح سے شام تک گنتا رہے تو بھی نہ گن سکے۔ سوچیں کہ کتنی نیکیاں ہوئیں؟ دینداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر قربانی واجب نہ بھی ہو تب بھی اتنا زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے قربانی کر لینا چاہیے، اس لیے کہ جب یہ دن گزر جائیں گے تو یہ دولت کہاں نصیب ہوگی اور اتنی آسانی سے اتنی نیکیاں کیسے کمائی جا سکیں گی؟ اور اگر اللہ تعالیٰ نے مالدار اور امیر بنایا ہو تو مناسب ہے کہ جب اپنی طرف سے

قربانی کرے تو جو رشتہ دار فوت ہو گئے ہیں، جیسے: ماں، باپ وغیرہ اُن کی طرف سے بھی قربانی کر دے، تا کہ اُن کی روح کو اتنا زیادہ ثواب پہنچ جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، آپ کی ازواجِ مطہرات کی طرف سے، ائمہ اسلام کی طرف سے، اپنے اساتذہ اور اپنے پیرو مرشد کی طرف سے کر دے۔ کم سے کم اپنی طرف سے تو ضرور قربانی کرے، کیونکہ مالدار پر قربانی واجب ہے۔ جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے، پھر بھی اس نے قربانی نہیں کی تو اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم کون ہو گا؟

قربانی کس پر واجب ہے؟

سوال: قربانی کس پر واجب ہے؟

جواب: جس پر صدقۂ فطر واجب ہے، اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے۔ اگر اتنا مال نہ ہو جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں لیکن پھر بھی اگر کر دے تو باعث ثواب ہے۔

مسئلہ: قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، نہ اپنے مال سے نہ اُس کے مال میں سے۔ اگر کسی نے نابالغ کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہو گئی، لیکن اپنے ہی مال سے کرے۔ اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔

مسئلہ: مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: کوئی شخص دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو سفر میں تھا، پھر بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔ اسی طرح اگر پہلے اتنا مال نہیں تھا جس سے قربانی واجب ہوتی ہے،

پھر بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے کہیں سے پیسے آگئے تو قربانی کرنا واجب ہے۔

قربانی کا وقت:

سوال: جانور کو قربان کرنے کا وقت کب سے کب تک ہے؟

جواب: ماہِ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے، جس دن چاہے قربانی کرے، لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن عید کا پہلا دن ہے، پھر گیارہویں تاریخ، پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ: عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں۔ جب لوگ نماز پڑھ لیں تب قربانی کریں، البتہ اگر کوئی کسی دیہات اور گاؤں میں رہتا ہو تو وہاں صبحِ صادق طلوع ہونے کے بعد بھی قربانی کرنا درست ہے۔ شہر اور بڑے قصبے کے رہنے والے شہر کی پہلی نماز عید کے بعد کریں۔

قربانی کے جانور:

سوال: کن جانوروں کی قربانی درست ہے؟

جواب: بکرا، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی؛ ان سب جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو، صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی ایک کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی نہیں ہوگی، نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے، نہ اُس کی جس کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر:

سوال: قربانی کے جانور کا کم سے کم کتنی عمر کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: سال سے کم عمر کی بکری کی قربانی درست نہیں، جب پورے سال کی ہو تب قربانی درست ہے۔ گائے، بھینس دو سال سے کم کی درست نہیں، پورے دو سال کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں۔ دنبہ یا بھیڑ (نہ کہ بکرا یا بکری) اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دیں تو کوئی فرق معلوم نہ ہوتا ہو تو چھ مہینے کے ایسے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پورے سال کا ہونا چاہیے۔

خصی جانور کی قربانی:

سوال: خصی جانور کی قربانی کرنا کیسا ہے؟

جواب: خصی بکرے اور دنبے وغیرہ کی قربانی بھی درست ہے۔ [جن جانوروں سے مقصود گوشت ہو نہ کہ نسل بڑھانا، ان کا خصی ہونا خوبی ہے کہ گوشت اچھا ہوتا ہے، عیب نہیں۔]

قربانی کی نیت اور دعا:

سوال: قربانی کی نیت اور دعا کا مسنون طریقہ بتائیے؟

جواب: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کرنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں یہ دھیان کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا، صرف "بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی، لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

جب قربانی کا جانور قبلہ رُخ لٹا دے تو پہلے یہ دعا پڑھے:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ
قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ

پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيبِكَ مُحَمَّدٍ، وَّخَلِيلِكَ إِبْرَاهِيمَ، عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ."

جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو گیا:

سوال: جانور خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا، پھر کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، البتہ اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے لیے اسی جانور کی قربانی کرنا درست ہے۔

کھال وغیرہ کا حکم:

سوال: قربانی کے جانور کی کھال وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: قربانی کی کھال یا اسے بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دے۔ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور قیمت میں جو رقم ملے بعینہٖ وہی رقم صدقہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ رقم کسی کام میں خرچ کر دی اور اتنی ہی رقم اپنے پاس سے دے دی تو بری بات ہے، مگر ادا ہو جائے گی۔

سوال: قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر و مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ: کسی نے زیادہ استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری کا عقیقہ کیا تو کوئی حرج نہیں، اور اگر عقیقہ بالکل ہی نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ [تھوڑا بہت صدقہ دے دے]

عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا:

سوال: بعض لوگ عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا برا سمجھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

جواب: عقیقہ کے لیے جو جانور ذبح کیا جائے اس کی ہڈیاں توڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ کچھ لوگ اس کو ممنوع سمجھتے ہیں، اس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں۔

کتاب الحجاب

(پردے کے احکام)

عورت کا تمام بدن ستر ہے:

سوال: عورت کے بدن کا کتنا حصہ ستر ہے؟

جواب: عورت کو سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے، غیر محرم کے سامنے کھولنا درست نہیں، البتہ بوڑھی عورت کے لیے صرف چہرہ، ہتھیلی اور ٹخنے سے نیچے پیر کھولنا درست ہے۔ باقی بدن کا کھولنا کسی طرح درست نہیں۔ عورتوں کے ماتھے سے اکثر دوپٹہ سرک جاتا ہے اور وہ اسی طرح غیر محرم کے سامنے آجاتی ہیں، یہ جائز نہیں۔ غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی نہیں کھولنا چاہیے، بلکہ جو بال کنگھی میں ٹوٹتے ہیں اور کٹے ہوئے ناخن بھی کسی ایسی جگہ ڈالے کہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے، ورنہ گنہگار ہوگی، اسی طرح اپنے جسم کے کسی حصے ہاتھ پاؤں وغیرہ کو نامحرم مرد کے جسم سے لگانا بھی درست نہیں۔

سوال: چہرے کے پردے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جوان عورت کے لیے نامحرم مرد کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا درست نہیں، نہ ایسی جگہ کھڑی ہو جہاں کوئی نامحرم دیکھ سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دلہن کی منہ دکھائی کی جو رسم ہے کہ خاندان کے سارے مرد آکر منہ دیکھتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں۔ بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: اپنے محرم کے سامنے عورت کا چہرہ، سر، سینہ، بازو اور پنڈلی کھل جائیں تو کوئی گناہ نہیں۔ پیٹ، پیٹھ اور ران ان کے سامنے بھی نہیں کھلنی چاہیے۔

کتاب الآداب

(کھانے اور پینے کے آداب)

کھانے کے آداب:

سوال: کھانے کے آداب بیان کیجیے؟

جواب: کھانے کے آداب یہ ہیں:

(۱) کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے نہ جائیں اور نہ ہی کسی چیز کو چھوئیں۔

(۲) کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر پونچھے جائیں۔

(۳) کھانے سے قبل بسم اللّٰہ پڑھنا، اگر بہت سے لوگ ہوں تو ذرا بلند آواز سے بسم اللّٰہ پڑھنا بہتر ہے۔

(٤) کھانا دائیں ہاتھ سے کھائے۔

(٥) کھاتے وقت چارزانو ہو کر یا تکیہ لگا کر نہ بیٹھے، بلکہ ایک پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے دوسرا گھٹنا کھڑا رکھے، یا دوزانو بیٹھے، البتہ کوئی عذر ہو تو جیسے چاہے بیٹھ سکتا ہے۔

(٦) کھانا نیچے یا چوکی وغیرہ پر بیٹھ کر کھائے۔ میز کرسی پر کھانا، یا خود نیچے بیٹھ کر کھانا چوکی پر رکھنا، یا خود پیڑھی یا گدے وغیرہ پر بیٹھنا اور کھانا نیچے رکھنا یہ سب صورتیں کھانے کے آداب کے خلاف ہیں۔ کھانے والے کی نشست اور کھانا رکھنے کی جگہ دونوں بلندی میں برابر ہوں۔

(۷) کھانے کی چیزوں پر کوئی پیالہ پلیٹ وغیرہ نہ رکھنا چاہیے۔

(۸) دسترخوان پر پاؤں نہ رکھے۔

(۹) روٹی دسترخوان پر بغیر چنگیر، رومال وغیرہ کے نہ رکھے۔

(۱۰) کھانا اپنے سامنے سے کھائے، البتہ اگر دسترخوان پر متفرق چیزیں ہوں تو دوسرے کے سامنے سے اٹھا کر کھانا بھی درست ہے۔

(۱۱) انگلیوں کو چاٹ لے۔ روٹی، رومال یا دسترخوان سے انگلیاں صاف کرنا بے ادبی ہے۔

اگر انگلیاں چاٹنے کے بعد خشک کرنے کی ضرورت ہو تو کسی تولیہ، ٹشو وغیرہ سے خشک کرنے میں مضایقہ نہیں۔

(۱۲) کھانے میں عیب نہ نکالے، رغبت ہو تو کھالے ورنہ چھوڑ دے۔

(۱۳) لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھائے۔

(۱٤) پیٹ بھر کے نہ کھائے۔

(۱۵) زیادہ گرم کھانا نہ کھائے۔

(۱٦) کھانے کو سونگھے نہیں۔

(۱۷) کھانے میں پھونک نہ مارے۔

(۱۸) کھانے کے بعد منقول دعائیں یہ ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا. (بخاری:۷۹۹)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَانَا وَأَرْوَانَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ. (بخاری:۵۱٤۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ. (الترمذی:۳٤۵۷)

أَطْعَمَنِيْ هٰذَا، وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ. (ابن ماجۃ:۳۲۸۵)

پینے کے آداب:

سوال: پینے کے آداب بیان کیجیے؟

جواب: پینے کے آداب یہ ہیں:

(۱) پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

(۲) دائیں ہاتھ سے پینا۔

(۳) کم از کم تین سانس میں پینا۔

(٤) برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا۔

(۵) کھانے پینے کی اشیا میں ایسی پھونک مارنا جس سے آواز پیدا ہو درست نہیں، البتہ ٹھنڈا کرنے کے لیے بغیر آواز پھونکنے کی بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہے، مگر کراہتِ طبعیہ سے بہر حال خالی نہیں۔

کتاب الحقوق

(حقوق کا بیان)

والدین کے حقوق:

سوال: والدین کے حقوق بیان کیجیے؟

جواب: والدین کے حقوق تو بہت سے ہیں۔ یہاں چند اہم حقوق ذکر کیے جاتے ہیں:

۱- ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، اگر چہ ان کی طرف سے کچھ زیادتی ہو۔

۲- ان کے ساتھ حسن سلوک اور ادب واحترام سے پیش آیا جائے۔

۳- جائز کاموں میں ان کی پوری پوری اطاعت کی جائے۔

٤- اگر ان کو مالی تعاون کی ضرورت ہو تو ان کی دل سے خدمت کی جائے، اگر چہ وہ دونوں کافر ہوں۔

والدین کے انتقال کے بعد ان کے حقوق:

سوال: کیا والدین کے انتقال کے بعد بھی ان کے کچھ حقوق ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ان کے انتقال کے بعد بھی ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱- ان کی وفات کے بعد آواز سے رونے پیٹنے اور چلّانے سے بچا جائے، ورنہ ان کی روح کو تکلیف ہوگی۔

۲- ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور نفل عبادات اور صدقہ وخیرات کا ثواب پہنچاتے رہنا۔

۳- ان کے دوست احباب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

٤- ان کے ذمہ جو قرضہ ہو یا کسی جائز کام کی وصیت کر گئے ہوں تو اس کو ادا کیا جائے۔

مسئلہ: دادا، دادی، نانا اور نانی کا حکم شریعت میں ماں باپ جیسا ہے، ان کے حقوق کو بھی ماں باپ کے حقوق کی طرح سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح خالہ اور ماموں ماں کے حکم میں اور چچا، پھوپھی باپ کے حکم میں ہیں۔

سوتیلی ماں:

سوال: سوتیلی ماں کا کیا حق ہے؟

جواب: سوتیلی ماں چونکہ باپ کی بیوی ہے، اس لیے اس کے حقوق بھی ماں کی طرح سمجھنے چاہییں۔

بڑا بھائی:

سوال: بڑے بھائی اور بڑی بہن کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ بڑا بھائی باپ کے درجے میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹا بھائی اولاد کے حکم میں ہے۔ پس ان کے آپس میں ویسے ہی حقوق ہوں گے جیسے ماں باپ اور اولاد کے ہیں۔ ایسا ہی بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو سمجھ لینا چاہیے۔

رشتہ داروں کے حقوق:

سوال: باقی رشتہ داروں کے کیا حقوق ہیں؟

جواب: ان باتوں کا خیال رکھیے:

۱- رشتہ دار اگر غریب ہوں اور کھانے کمانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو گنجائش کے مطابق ان کے ضروری اخراجات کا خیال رکھنا چاہیے۔

۲۔ موقع بموقع ان سے ملتے رہیں۔

۳۔ ان سے قطع تعلق نہ کریں، بلکہ اگر ان سے کچھ تکلیف بھی پہنچے تو صبر کرنا زیادہ باعثِ ثواب ہے۔

سسرالی رشتہ دار:

سوال: سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟

جواب: سسرالی رشتہ کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نسب کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ساس، سسر، برادرِ نسبتی، بہنوئی، داماد، بہو اور بیوی کی پہلی اولاد، اسی طرح شوہر کی پہلی اولاد کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے، اس لیے ان رشتوں میں بھی حسن سلوک اور اخلاق کی رعایت دوسروں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔

عام مسلمانوں کے چالیس حقوق:

سوال: عام مسلمانوں کے کیا حقوق ہیں؟

جواب: ان کے بہت سے حق ہیں۔ چالیس مشہور یہ ہیں:

۱۔ مسلمان کی خطا کو معاف کر دے۔ ۲۔ اس پر رحم کرے۔

۳۔ اس کے عیب کو چھپائے۔ ٤۔ اس کے عذر کو قبول کرے۔

۵۔ اس کی تکلیف کو دور کرے۔

٦۔ ہمیشہ اس کی خیر خواہی کرتا رہے۔

۷۔ اس کے وعدے کا خیال رکھے۔ ۸۔ بیمار ہو تو عیادت کرے۔

۹۔ مر جائے تو اس کے لیے دعا کرے۔ ۱۰۔ اس کی دعوت قبول کرے۔

۱۱۔ اس کا تحفہ قبول کرے۔

۱۲۔ اس کے احسان کے بدلے احسان کرے۔

۱۳- اس کے احسان کا شکریہ ادا کرے۔

۱۴- ضرورت کے وقت اس کی مدد کرے۔

۱۵- اس کے بال بچوں کی حفاظت کرے۔ ۱۶- اس کا کام کردیا کرے۔

۱۷- اس کی بات سنے۔ ۱۸- سفارش کو قبول کرے۔

۱۹- اس کو ناامید نہ کرے۔

۲۰- وہ چھینک کر "الحمد للہ" کہے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہے۔

۲۱- اس کی گم شدہ چیز اگر مل جائے تو اس کے پاس پہنچادے۔

۲۲- اس کے سلام کا جواب دے۔

۲۳- اس سے نرمی اور خوش اخلاقی کے ساتھ گفتگو کرے۔

۲۴- اس کے ساتھ احسان کرے۔

۲۵- اگر وہ اس پر بھروسہ کرکے قسم کھا بیٹھے تو اس کو پورا کردے۔

۲۶- اگر اس پر کوئی ظلم کرتا ہو تو اس کی مدد کرے۔ اگر وہ کسی پر ظلم کرتا ہو تو اسے روک دے۔

۲۷- اس کے ساتھ محبت کرے، دشمنی نہ کرے۔

۲۸- اس کو رسوا نہ کرے۔

۲۹- جو بات اپنے لیے پسند کرے اس کے لیے بھی وہی پسند کرے۔

۳۰- ملاقات کے وقت اس کو سلام کرے اور مرد سے مرد اور عورت سے عورت مصافحہ بھی کرے تو اور بہتر ہے۔

۳۱- اگر اتفاقاً آپس میں کچھ رنجش ہو جائے تو تین روز سے زیادہ بات چیت نہ چھوڑے۔

۳۲- اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرے۔

۳۳- اس کے ساتھ حسد اور بغض نہ رکھے۔

۳٤- اس کو اچھی بات بتائے اور بری بات سے منع کرے۔

۳۵- چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب کرے۔

۳٦- دو مسلمانوں میں رنجش اور ناراضگی ہو جائے تو ان کی آپس میں صلح کرادے۔

۳۷- اس کی غیبت نہ کرے۔

۳۸- اس کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائے، نہ مال میں، نہ آبرو میں۔

۳۹- اس کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔

٤٠- اس کے لیے غائبانہ دعاؤں میں حصہ رکھے۔

ہمسایہ کے حقوق:

سوال: ہمسایوں کے حقوق بیان کیجیے؟

جواب: ان کے حقوق کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ مختصراً چند حقوق یہ ہیں:

۱- ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی سے پیش آؤ۔

۲- اس کی بیوی بچوں اور عزت وآبرو کی حفاظت کرو۔

۳- کبھی کبھی اس کے گھر تحفہ وغیرہ بھیجتا رہے۔ بالخصوص جب وہ تنگ دست ہو تو ضرور تھوڑا بہت کھانا اس کے گھر بھیجے۔

٤- اس کو تکلیف نہ دے۔ ہلکی ہلکی باتوں میں اس سے نہ الجھے۔

مسئلہ: جیسے شہر میں ہمسایہ ہوتا ہے، اسی طرح سفر میں بھی ہوتا ہے یعنی سفر کا ساتھی جو گھر سے ساتھ ہوا ہو یا راستے میں اتفاقاً ساتھ ہو گیا ہو، اس کا حق بھی ہمسایہ کی طرح ہے کہ اس کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھے۔ بعض لوگ سفر میں دوسروں سے سختی کے

ساتھ پیش آتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے۔

محتاج اور معذور کے حقوق:

سوال: محتاج اور معذور کے حقوق کیا ہیں؟

جواب: ان کے بارے میں یہ ہدایات ہیں:

۱- ان کے ساتھ مالی تعاون کرنا۔

۲- ان کا کام کر دینا۔

۳- ان کی دلجوئی و تسلی کرنا۔

٤- ان کی ضرورت پوری کرنا اور سوال کو رد نہ کرنا۔

عام انسانوں کے حقوق:

سوال: عام انسان کے حقوق بیان کیجیے؟

جواب: عام انسانوں کے حقوق کے حوالے سے شریعت کے آفاقی اصول یہ ہیں:

۱- کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کرے۔

۲- کسی کو ناحق جان و مال کی تکلیف نہ دے۔

۳- اگر کسی کو مصیبت، فاقہ یا بیماری میں مبتلا دیکھے تو اس کی مدد کرے، کھانا پینا دے دے، علاج معالجہ کروا دے۔

٤- جس صورت میں شریعت نے کسی کو سزا دینے کی اجازت دی ہے، اس میں بھی ظلم و زیادتی نہ کرے۔

حیوانات کے حقوق:

سوال: حیوانات کے حقوق بیان کیجیے؟

جواب: ہماری شریعت میں حیوانات کے بھی حقوق وضاحت سے بتائے گئے ہیں، جو

یہ ہیں:

۱- جس جانور سے کوئی فائدہ یا مطلب نہ ہو اس کو قید نہ کرے، بالخصوص پرندوں اور دیگر حیوانات کے بچوں کو گھونسلے سے نکالنا، ان کے ماں باپ کو پریشان کرنا بڑی بے رحمی ہے۔

۲- حلال جانوروں کو بھی محض دل بہلانے کے لیے قتل نہ کرے۔

۳- جو جانور اپنے کام میں ہیں ان کے کھانے پینے اور راحت وآرام کا پورے طور سے اہتمام کرے، ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لے۔ ان کو حد سے زیادہ نہ مارے۔

٤- جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو یا ان کے تکلیف دہ ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہو تو تیز اوزار سے جلدی کام تمام کردے۔ اس کو تڑپائے نہیں، بھوکا پیاسا رکھ کر جان نہ لے۔

ایک اہم بات:

اگر کسی کے حقوق کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی ہوگئی ہو تو جو حقوق اب ادا کیے جا سکتے ہوں ان کو ادا کرے یا معاف کروائے، مثلاً: کسی کا قرض رہ گیا تھا یا کسی کی خیانت کی تھی وغیرہ؛ اور جو حقوق صرف معاف کرائے جا سکتے ہوں ان کو معاف کرا لے، مثلاً: غیبت وغیرہ کی تھی یا کسی کو مارا تھا۔

اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ معاف کرا سکتا ہے، نہ ادا کرسکتا ہے تو ان لوگوں کے لیے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتا رہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو راضی کر کے معاف کرادیں، مگر اس کے بعد بھی جب ادا کرنے کا یا معاف کرانے کا موقع ہو تو اس وقت اس میں غفلت نہ کرے۔

جو حقوق خود اس کے دوسروں کے ذمہ رہ گئے ہوں جن سے وصولی کی امید ہو تو نرمی کے ساتھ ان سے وصول کرے اور جن سے امید نہ ہو یا وہ حقوق وصولی کے نہ ہوں، جیسے: غیبت وغیرہ تو اگرچہ قیامت میں ان کے عوض نیکیاں ملنے کی امید ہے، مگر معاف کر دینے میں اور زیادہ ثواب ہے، اس لیے بالکل معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ خاص طور پر جب کوئی شخص منت خوشامد کر کے معافی چاہے تو اسے معاف کر ہی دینا چاہیے۔

حقوقِ والدین

سوال: والدین کے حقوق کے متعلق بہت تاکید سننے میں آئی ہے۔ اس کی کچھ مزید تفصیل بیان کر دیجیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ . ﴾(النساء:۵۸)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔''

اس آیت سے دو حکم معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جن لوگوں کا ہم پر حق واجب ہے ان کا حق ادا کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ایک کے حق کے لیے دوسرے شخص کا حق ضائع کرنا جائز نہیں۔ ان میں سب سے پہلے والدین کے حقوق بھی ہیں۔ والدین کے بعض حقوق واجب ہیں اور بعض صرف مستحب۔ بیوی اور اولاد کے بھی حقوق ہیں۔ مذکورہ آیت سے جو دو اصول معلوم ہوئے تھے، ان کی روشنی میں والدین اور بیوی اولاد کے حقوق کی تعیین اور اگر ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی تعارض آجائے تو تطبیق و ترتیب معلوم کی جاسکتی ہے۔ اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت ضروری ہے ورنہ بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے، اور بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی میں بیوی اور اولاد کی حق تلفی ہوتی ہے، اور بسا اوقات کسی کا حق ضائع تو نہیں ہوتا، لیکن ناواقفیت کی وجہ سے بعض لوگ کچھ ایسے حقوق کو بھی اپنے ذمہ فرض سمجھتے ہیں جو شرعاً لازم نہیں ہوتے، اور پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انہیں ادا نہیں کر سکتے تو خواہ مخواہ اس وسوسے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شریعت

کے احکام میں بلا وجہ تنگی ہوتی ہے، اس سے ان کے دین کو نقصان پہنچتا ہے، اس لیے حقوق واجبہ اور غیر واجبہ میں فرق ضروری ہے، تاکہ نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ ہی اپنے اوپر برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی نوبت آئے۔

ذیل میں والدین کے حقوق کی تاکید اور احکام قرآن و حدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں بیان کیے جاتے ہیں:

☆... عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں اس سے خوش تھا اور اس سے محبت کرتا تھا۔ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے خوش نہیں تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ ذکر کیا۔ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس عورت کو طلاق دے دو۔''

مشکوٰۃ شریف کی مشہور شرح ''مرقاۃ'' میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کا طلاق کا یہ حکم بطورِ استحباب تھا، اگر وہاں طلاق دینے کا کوئی اور سبب تھا تو پھر آپ ﷺ کا یہ حکم وجوبی تھا۔

امام غزالی رحمہ اللہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ والد کا حق مقدم ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ والد اس عورت کو کسی معقول وجہ سے برا سمجھتا ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی معقول وجہ سے ہی اسے برا سمجھتے تھے۔

☆... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اگر اس کے ماں باپ دونوں زندہ ہوں، اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر کوئی ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اگر والدین کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لیے دوزخ

کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کرتا ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کرتے ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''اگر چہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہوں۔''

اس حدیث کی شرح میں ''مرقاۃ'' میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور ان کے حقوق ادا کرے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی اطاعت صرف ان کی اطاعت نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، اس لیے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھ کر کرنی چاہیے۔ یعنی جو بات وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہیں اس کو ماننا چاہیے اور جو اس کے حکم کے خلاف کہیں اسے نہ ماننا چاہیے، کیونکہ ایک اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی فرمانبرداری کرنا جائز نہیں۔ مرقاۃ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ماں باپ کے ظلم کرنے سے مراد دنیوی ظلم ہے، اخروی ظلم مراد نہیں۔ یعنی دنیوی امور میں اگر چہ وہ زیادتی کریں تب بھی ان کی فرمانبرداری لازم ہے اور اگر وہ دین کے خلاف کوئی بات کہیں تو اس میں ان کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا ''اگر چہ وہ دونوں ظلم کریں'' ایسا ہے جیسا کہ آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے: ''اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو اگر چہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' مشکوٰۃ کی ایک دوسری شرح ''لمعات'' میں لکھا ہے: اس سے مقصود تاکید ہے، یعنی تمہارے خیال میں یا بالفرض اگر وہ ظلم کریں تب بھی تم ان کو راضی کرو، کیونکہ اگر وہ زکوٰۃ وصول کرنے والے واقعی ظلم کرتے تھے تو آپ ان کو راضی کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے؟

سوال: کیا ماں باپ کا ہر حکم ماننا لازم ہے؟

جواب: ماں باپ جو کام کہیں وہ تین طرح کا ہے:

۱- جو کام شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔ مثلاً: کسی شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے کا خطرہ ہو تو اس شخص کے لیے جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے۔ اسی طرح بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اس کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست کرے۔ بیوی اگر یہ مطالبہ کرے تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کے لیے رہائش کا علیحدہ انتظام کرے۔ اس کی طرف سے مطالبہ کے باوجود الگ رہائش کا انتظام نہ کرنا شوہر کے لیے جائز نہیں، اگرچہ ماں باپ علیحدہ کرنے پر راضی نہ ہوں۔

۲- جو کام شریعت کی رو سے ناجائز ہوں اور ماں باپ اس کا حکم دیں، مثلاً: وہ کسی ناجائز نوکری کا حکم دیں، جاہلانہ رسومات پر مجبور کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔

۳- جو کام شرعاً واجب نہ ہو اور نہ ہی ناجائز کام ہو، بلکہ جائز ہو، چاہے مستحب ہی ہو اور ماں باپ اس کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیں تو اس میں تفصیل ہے: دیکھنا چاہیے کہ اس کام کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کو تکلیف ہوگی، مثلاً: غریب آدمی ہے اور اس کے لیے اپنے علاقے میں کمائی کی کوئی صورت نہیں، مگر ماں باپ باہر نہیں جانے دیتے تو ایسی صورت میں ماں باپ کی اطاعت ضروری نہیں اور اگر اس درجہ کی ضرورت نہیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اس کام میں بیماری یا ہلاکت کا کوئی خطرہ ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس شخص کے اس کام میں مشغول ہو جانے سے والدین کی خدمت کا انتظام نہ

ہونے کی وجہ سے ان کو تکلیف پہنچنے کا قوی احتمال ہے یا نہیں؟ اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اس کے غائب ہو جانے سے ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ان کی مخالفت جائز نہیں، بلکہ اطاعت واجب ہے اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں، یعنی نہ اس کام یا سفر میں اس کو کوئی خطرہ ہے اور نہ والدین کو تکلیف پہنچنے کا کوئی احتمال ہے تو بلا ضرورت بھی وہ کام یا سفر ان کی ممانعت کے باوجود جائز ہے۔ اگرچہ مستحب یہی ہے کہ اس وقت بھی اطاعت کرے۔

اس اصول سے چند اور مسائل کا حکم بھی معلوم ہو گیا، مثلاً: وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو کسی معقول عذر کے بغیر طلاق دیدو تو اس میں ان کی اطاعت واجب نہیں۔ اسی طرح اگر وہ کہیں کہ اپنی ساری کمائی ہمیں دیدیا کرو تو اس میں بھی ان کی اطاعت واجب نہیں۔ اگر وہ اس بات پر مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ: جب والدین کو ضرورت ہو تو اولاد کے مال میں سے لے لینے میں حرج نہیں، لیکن والدین اگر اولاد کے مال میں سے اجازت کے بغیر ضرورت سے زیادہ لیں گے تو وہ ان کے ذمہ قرض ہوگا جس کا مطالبہ دنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں نہ دیں گے تو قیامت میں دینا پڑے گا۔

کتاب الوصیة والمیراث

(وصیت اور میراث کے احکام)

تعریف اور شرعی حکم:

سوال: وصیت کسے کہتے ہیں؟

جواب: یہ کہنا کہ: ''میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں آدمی کو یا فلاں کام کے لیے دیدیا جائے''، یہ وصیت ہے، چاہے تندرستی کی حالت میں کہے یا بیماری کی حالت میں، اور چاہے اسی بیماری میں مر جائے یا تندرست ہو جائے۔

اور جو خود اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے کہیں دے دے یا کسی کا قرض معاف کر دے تو اس کا حکم یہ ہے کہ تندرستی میں ہر طرح سے درست ہے، اسی طرح جس بیماری سے شفا ہو جائے اس میں بھی درست ہے، اور جس بیماری میں مر جائے اس میں ایسا کرنا ''وصیت'' ہے جس کا حکم آگے آرہا ہے۔

سوال: وصیت کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر کسی کے ذمے نمازیں، روزے، زکوۃ یا قَسم اور روزہ وغیرہ کا کفارہ باقی رہ گیا ہو اور اتنا مال بھی موجود ہو جس سے یہ واجبات ادا ہو سکیں تو موت کے وقت ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے فدیہ، کفارہ وغیرہ کی وصیت کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کا کچھ قرض ہو یا کوئی امانت اس کے پاس رکھی ہوئی ہو تو اس کی وصیت کر دینا بھی واجب ہے، نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اگر کسی کا کوئی رشتہ دار غریب ہو اور شریعت کی رُو سے وارث نہ بن سکتا ہو، جبکہ اس شخص کے پاس بہت مال و دولت ہے تو ایسی صورت

میں اس غریب رشتہ دار کے لیے کچھ وصیت کرنا مستحب ہے اور باقی لوگوں کے لیے وصیت کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: مرنے کے بعد میت کے مال میں چار چیزیں بالترتیب جاری ہوتی ہیں: کفن دفن کا خرچ، قرض کی ادائیگی، وصیت کا نفاذ اور میراث کی تقسیم۔

یعنی میت کا جتنا ترکہ ہو اس میں سے سب سے پہلے:

۱- اس کے کفن دفن کا بندوبست کیا جائے۔

۲- پھر جو کچھ بچے تو سب سے پہلے اس میں اس کا قرض ادا کرنا چاہیے۔ وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، قرض ادا کرنا بہر حال ضروری ہے۔ بیوی کا مہر بھی قرضہ میں داخل ہے۔

۳- اگر قرض نہ ہو یا اس سے کچھ بچ جائے تو پھر دیکھنا چاہیے: کوئی وصیت تو نہیں کی، اگر کی ہے تو وہ ایک تہائی (۳۳ فیصد) میں جاری ہوگی۔

٤- اگر وصیت نہیں کی یا وصیت کی اور وصیت پوری کرنے کے بعد مال بچ گیا تو وہ سب وارثوں کا حق ہے۔ شریعت میں کس کس کو کتنا حصہ ملتا ہے؟ یہ مسئلہ کسی عالم سے پوچھ کر اس کے مطابق سب کو اپنا اپنا حصہ دے دینا چاہیے۔ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگا، لے بھاگا، یہ بڑا گناہ ہے۔ یہاں نہ دیں گے تو قیامت میں دینا پڑے گا جہاں روپے کے عوض نیکیاں دینا پڑیں گی۔ اسی طرح لڑکیوں کا حصہ بھی ضرور دینا چاہیے، شریعت کی رُو سے وراثت میں ان کا حق بھی ثابت و لازم ہے۔

وصیت کے دو مشہور قانون:

سوال: کس کے لیے وصیت درست ہے اور کس حد تک؟

جواب: دو اصول یاد رکھنے چاہییں: ۱- وارث کے لیے وصیت درست نہیں۔ اجنبی کے لیے درست ہے۔ یعنی جو شخص وارث ہو، جیسے: ماں، باپ، بیوی، شوہر، بیٹا، بیٹی وغیرہ

ان کے لیے وصیت کرنا صحیح نہیں۔ ۲- جس رشتہ دار کا مرحوم کے مال میں کوئی حصہ نہ ہو یا رشتہ دار ہی نہ ہو، کوئی غیر ہو تو اس کے لیے وصیت کرنا درست ہے، لیکن ایک تہائی (۳۳ فیصد) سے زیادہ کی نہیں۔ آج کل اس میں بہت کوتاہی ہوتی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنے وارث کے لیے وصیت کر دی کہ میرے بعد اس کو فلاں چیز دے دی جائے یا اتنا مال دے دیا جائے تو اس کو وصیت سے کچھ لینے کا حق نہیں، البتہ اگر دوسرے سب وارث راضی ہو جائیں تو دے دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے لیے تہائی سے زیادہ وصیت کر جائے، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سب وارث بخوشی راضی ہو جائیں تو اس کو تہائی سے زیادہ ملے گا، ورنہ صرف تہائی مال ملے گا، لیکن نابالغوں کی اجازت کا کسی صورت میں بھی اعتبار نہیں۔ اس کا خوب خیال رکھا جائے۔

مسئلہ: اگرچہ تہائی مال میں وصیت کرنے کا اختیار ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ پوری تہائی کی وصیت نہ کرے، تہائی سے کم کی وصیت کرے، بلکہ اگر بہت زیادہ مالدار نہ ہو تو وصیت ہی نہ کرے، وارثوں کے لیے چھوڑ دے تاکہ وہ اچھی طرح سہولت کے ساتھ گزر بسر کریں، کیونکہ اپنے وارثوں کو سہولت اور آسائش کی حالت میں چھوڑ جانے میں بھی ثواب ملتا ہے، البتہ اگر ضروری وصیت ہو، جیسے: نماز روزہ کا فدیہ تو اس کو بہر حال پورا کرے، ورنہ گنہگار ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی وارث نہ ہو تو پورے مال کی وصیت کر دینا بھی درست ہے اور اگر صرف بیوی ہو تو تین چوتھائی (۷۵٪) کی وصیت کرنا درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کا وارث صرف اس کا شوہر ہے تو اس کے لیے آدھے مال تک کی وصیت کرنا درست ہے۔

ناقابلِ تعمیل وصیتیں:

سوال: کون سی وصیت درست نہیں؟

جواب: نابالغ کی وصیت درست نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھائے، فلاں شہر میں یا فلاں قبرستان میں، فلاں کی قبر کے پاس مجھے دفنایا جائے، فلاں کپڑے کا کفن دیا جائے، میری قبر پکی بنائی جائے، قبر پر قبہ بنا دیا جائے، قبر پر کوئی حافظ بٹھا دیا جائے تاکہ پڑھ پڑھ کر بخشا کرے... تو اس طرح کی وصیت پر عمل لازم نہیں اور اس کو پورا کرنا ضروری نہیں، بلکہ آخری تین وصیتیں بالکل جائز ہی نہیں، انہیں پورا کرنے والا گنہگار ہوگا۔

سوال: وصیت کر کے اس سے رجوع کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی وصیت کر کے اپنی وصیت سے رجوع کر لے یعنی کہہ دے کہ اب میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اب مجھے ایسا منظور نہیں تو وہ وصیت باطل ہوگئی۔ لہٰذا اس وصیت کا اعتبار نہ کیا جائے۔

میت کے مال سے مہمان نوازی اور صدقہ خیرات:

سوال: میت کے مال سے لوگوں کی مہمان داری، کھانا کھلانا اور صدقہ خیرات کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مردے کے مال میں سے تعزیت کے لیے آئے ہوئے مہمانوں کو کھانا کھلانا، صدقہ، خیرات وغیرہ جائز نہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد سے دفن کرنے تک مردہ کے مال میں سے جو کچھ اناج وغیرہ فقیروں کو دیا جاتا ہے، یہ بھی حرام ہے، مردے کو اس سے ہرگز کوئی ثواب نہیں پہنچتا، بلکہ اسے ثواب سمجھنا سخت گناہ ہے، کیونکہ اب یہ سارا مال وارثوں کا ہوگیا، وارثوں کا حق تلف کر کے دینا ایسا ہی ہے جیسے: کسی کا مال چرا کر دے دینا۔ سارا مال وارثوں کے درمیان شریعت کے مطابق تقسیم کر دینا چاہیے، پھر ان کو اختیار ہے اپنے اپنے حصہ میں سے شریعت کے مطابق جو چاہیں کریں، بلکہ وارثوں سے اس

طرح خرچ کرنے اور خیرات کرنے کی اجازت بھی نہیں لینا چاہیے، کیونکہ اجازت لینے کی صورت میں عام طور پر دل سے اجازت نہیں دیتے، بلکہ شرما شرمی میں اجازت دیتے ہیں، کیونکہ اجازت نہ دینے میں بدنامی ہوگی، ایسی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔

بہن کا بھائیوں سے میراث نہ لینا:

سوال: اگر بہن اپنے بھائیوں سے کہے: میں میراث نہیں لیتی یا میں نے اپنا حق تم کو معاف کردیا، تمہیں بخش دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہن کا حصہ اگر بھائیوں کے ذمہ قرض ہو تو بہن کے معاف کرنے سے بھائی بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر قرضہ نہیں، جائیداد وغیرہ میں حصہ ہے تو صرف معاف کرنے سے بھائیوں کا ذمہ بری نہیں ہوگا۔ بھائی بہن کے حصے کے مالک اس وقت بنیں گے، جبکہ بہن اپنا حصہ ان کو ہبہ کرے اور ہبہ کی شرائط بھی پوری ہوں، ورنہ ہبہ بھی صحیح نہیں ہوگا اور بہن کا حصہ بدستور اس کی ملکیت میں رہے گا۔ یہ اس وقت ہے جب بہنوں کا حصہ دبانے کا رواج نہ ہو، جہاں یہ رواج ہو کہ بہنوں کو میراث کا حصہ ہی نہ دیا جاتا ہو یا معاشرے کے دباؤ کی وجہ سے بہنیں خود حصہ لینے میں شرم وعار محسوس کرتی ہوں، جیسے آج کل اکثر علاقوں میں ہے تو ایسی صورت میں چونکہ بہنوں کی دِلی رضامندی معلوم نہیں ہوتی، اس لیے معاف کرنے اور ہبہ کرنے کے باوجود بھائیوں کے لیے بہن کا حصہ جائز نہیں ہوگا، جہاں دِلی رضامندی کا یقین بھی ہو جائے تو بھی اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ اگرچہ اس خاص صورت میں رضامندی پائی گئی، لیکن اس سے ایک غیر شرعی رسم کی تائید ہوگی اور بہنوں کے حقوق غصب کرنے کا رواج بڑھے گا۔

پراویڈنٹ فنڈ میں وراثت:

سوال: پراویڈنٹ فنڈ میں وراثت کا کیا حکم ہے؟

پراویڈنٹ فنڈ دراصل تنخواہ ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے، اس لیے اس میں بھی وراثت

جاری ہوگی اور تمام ورثہ کو ان کا مقررہ حق ملے گا۔

پنشن کی رقم کا کیا حکم:

سوال: وراثت میں پنشن کی رقم کا کیا حکم ہے؟

جواب: پنشن تنخواہ کا حصہ نہیں، حکومت کی طرف سے ایک تعاون ہے، لہٰذا اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ جو رقم کسی کی زندگی میں اس کے قبضے میں آگئی یا اس کے نام جمع کر دی گئی وہ اس کا مالک ہو گیا، اس کے مرنے کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی اور تمام مستحق ورثہ میں تقسیم ہوگی اور جو رقم زندگی میں میت کے قبضے میں نہیں آئی، نہ ہی اس کے نام جمع ہوئی تو وہ اس کا مالک نہیں بنا، لہٰذا اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، بلکہ وہ حکومت کی مرضی پر ہے جس کو دے دے صرف اسی کی ہوگی، ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں ہو گا۔

زندگی میں وراثت کی تقسیم:

سوال: زندگی میں وراثت کی تقسیم کا کیا حکم ہے؟

جواب: وراثت موت کے بعد جاری ہوتی ہے، زندگی میں وارثوں کا کوئی حق نہیں ہوتا، اس لیے زندگی میں اگر کوئی شخص اپنے وارثوں میں جائیداد اور مال و متاع تقسیم کرنا چاہے تو یہ ''میراث'' نہیں کہلائے گا، بلکہ ''ہبہ'' ہوگا اور اس پر ہبہ کے احکام وشرائط جاری ہوں گے۔ زندگی میں وارثوں کو مال و جائیداد ہبہ کرنے میں درجِ ذیل احکام ملحوظ رہیں:

۱- لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر حصہ دینا مستحب ہے، بلاوجہ کسی کو زیادہ کسی کو کم دینا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۲- دین داری، خدمت، محتاجی وغیرہ معقول وجوہ کی بنا پر بعض کو زیادہ دینا مستحب

ہے۔

۳۔ بعض کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی غرض سے ان کا حصہ کم کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

٤۔ بے دین اولاد کو معمولی گزارے سے زیادہ نہیں دینا چاہیے، زائد مال دوسرے ورثہ کو دے یا دینی کاموں میں صرف کرے۔

بہنوں کو جہیز دینے سے ان کا حصے کا حکم:

سوال: کیا بہنوں کو جہیز دینے سے ان کا حصۂ میراث ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: بعض علاقوں اور برادریوں میں یہ رسم ہے کہ بہنوں کو میراث سے حصہ نہیں دیا جاتا۔ ان کی شادیوں پر جو خرچ ہوتا ہے، اور جو تھوڑا بہت جہیز دیا جاتا ہے، اسی کو ان کا حق مانا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں بہنوں کا حق میراث میں ثابت ولازم ہے۔ جہیز دینے سے ساقط نہیں ہوتا۔ جہیز کی آڑ میں ان کا حق دبالینا صریح ظلم اور حرام ہے۔

جہیز اور مہر میں وراثت:

سوال: جہیز اور مہر میں وراثت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شادی کے وقت لڑکی کو جو جہیز دیا جاتا ہے اور اس کا جو مہر ہے وہ سب لڑکی کی ملکیت ہے۔ اس کی موت کے بعد لڑکی کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔

کسی وارث کو عاق کرنا:

سوال: کسی وارث کو میراث سے عاق کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: کسی وارث کو بلا وجہ میراث سے محروم کرنا گناہ ہے، حدیث شریف میں اس پر شدید وعید آئی ہے، البتہ اگر کوئی اولاد یا وارث بے دین ہو، گناہوں میں مبتلا ہو یا والدین کو تکلیف پہنچاتا ہو تو اس کو محروم کر دینے سے امید ہے کہ مواخذہ نہیں ہوگا۔

لیکن عاق اور محروم کردینے کے دو طریقے ہیں:

ایک یہ کہ اپنی زندگی میں ہی تمام مال و جائیداد کو اس وارث کے علاوہ دیگر وارثوں یا دوسرے لوگوں میں تقسیم کردے اور ان کو قبضہ بھی دے دے۔ اس طرح کرنے سے جائیداد ان لوگوں کی ملکیت ہو جائے گی اور اس شخص کی وفات کے بعد اس وارث کو کچھ نہیں ملے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی حیات میں جائیداد اور مال کسی کو نہ دے، بلکہ صرف زبانی یا تحریری طور پر یہ طے کردے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں وارث کو میراث سے حصہ نہ دیا جائے۔ اس طرح عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا اس طرح کہنے یا وصیت کرنے کے باوجود وہ وارث میراث سے محروم نہیں ہوگا۔

تمت

یا اللہ اس کتاب کو قبول و منظور فرما کر اسے علم دین کے عام کرنے کا ذریعہ بنا دے۔ آپ کے لیے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔